

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ

عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ

وَيُطَهِّرَكُمُ تَطْهِيرًا

پیشین پاک

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

Presented by: Rana Jabir Abbas



۷۸۶
۹۲-۱۱۰
یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
Version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

Contact : jabir.abbas@yahoo.com

<http://fb.com/ranajabirabbas>

NOT FOR COMMERCIAL

www.ziaraat.com

پنجتن پاک

مصنف - حضرت قاضی عبدالرزاق ہاشمی مدظلہ

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب _____ پنجن پاک
مصنف _____ حضرت قاضی عبدالرزاق ہاشمی مدظلہ
ایڈیشن _____ دوم مع اضافہ ضمیمہ علی مولیٰ
تعداد _____ 1000
مطبع _____ تعمیرات آفسٹ پرنٹرز رحیم یار خان
کتابت _____ ممتاز کمپیوٹر کمپوزر رحیم یار خان
ہدیہ _____ 100 روپے

ملنے کا پتہ
الہاشمی پبلیکیشنز اللہ آباد
ڈویژن بہاولپور

بسم الله الرحمن الرحيم ○

الحمد لله الذي القى القوم والصلوة والسلام على حبيب سيد الانبياء والمؤمنين وعلى
الواصلين الطيبين الطاهرين اما بعد

چند کتب خوارج دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جن میں سے سرفہرست محمود احمد عباسی کی
کتاب خلافت معلویہ و یزید اور رشید بن رشید اور حیات سیدنا یزید ہیں۔ علماء اہل
سنت نے ان کے اکاذیب و باطل کا پورے طور پر رد فرمایا۔ چنانچہ مولانا طیب قاری
مہتمم دارالعلوم دیوبند نے خلافت معلویہ و یزید کا جواب بنام شہید کر بلا و یزید لکھا اور
حوالوں میں محمود عباسی کی بھولانہ خیانتوں کو ظاہر فرمایا اور اس کے دلائل کے دندان
شکن جواب لکھے۔ دوسرے علماء نے بھی ان کے جوابات لکھے جو کافی اور شافی ہیں۔

اب ضرورت اس امر کی باقی رہ گئی ہے کہ پیچتن پاک اور دیگر اہل بیعت کی
تنظیم اور مودت کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا جائے تاکہ خوارج کے تاریخی بہتانوں
کا خود بخود ابطال ہو جائے۔ کیونکہ یہ مسئلہ شرعی ہے اس کو کتاب اور سنت کی روشنی
میں واضح کیا جائے۔ یہ تاریخی مسئلہ نہیں کہ ہم خوارج مورخین کے ہجرات کو فیصل
بنائیں اس کا پورا حل فقائیر، احادیث اور سیر اہل علم الکلام میں مفصل موجود ہے۔

حب پیچتن پاک اہل بیت ایمان بالرسالت کی جزو ہے۔

اگرچہ میری کم علمی اور بے بضاعتی اس بارہ میں قلم اٹھانے کی اجازت نہیں دیتی
لیکن رضا رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل کرنے کیلئے اس مسئلہ کی شرعی حیثیت بیان
کرنے کیلئے قلم اٹھایا ہے اس امر کو بھی واضح کرنا ہے کہ لفظ پیچتن پاک کی اصطلاح
احادیث سے لی گئی ہے یہ لفظ شیعوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ اکابر اہل سنت اور اولیاء
عظام نے اس لفظ کو استعمال فرمایا ہے۔

سب سے پہلے پیچتن پاک کے فرد اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی طہارت کا ذکر آئے گا۔ پھر باقی ماندہ چار افراد جو ان ہی کے اجزاء ہیں مذکورہ ہوں
گے ان کے ساتھ جماعہ اہل بیت نسب اور اہل بیت سکنی کا ذکر آتا رہے گا۔

حصہ اول

(بچپن پاک کے فرد اول اور اصل کل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال اللہ تعالیٰ)

”وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مِثْلُ النَّبِيِّ لَمَّا أُنْزِلَ مِنْ كُتُبٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصَرُنَّ بِهِ - قَالَ الْيَوْمَ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذُلِّكُمْ أَمْرِي - قَالُوا الْيَوْمَ لَاقِلَ فَاصْهَدْ وَأَتْلُوْكُمْ مِنَ الْعَالَمِينَ“ (سورہ آل عمران آیت نمبر 81)

ترجمہ ”اور یاد کر جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں (ترجمہ اعلیٰ حضرت)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی شہیر الافاق تعنیف الحقائق الکبریٰ میں فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم وطیہ آلہ وسلم کی رسالت ساری مخلوق کیلئے عام ہے۔ کہ حضرت شیخ تقی الدین سبکی اپنی کتاب التعلیم والتعمیل لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصَرُنَّ بِهِ فرمایا ہے کہ قرآن پاک کی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے انتہا عظمت کا اظہار ہے اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ آپ اگر کسی رسول کے زمانہ میں تشریف لائیں تو اس رسول کے بھی آپ نبی اور رسول ہوں گے تو آپ کی نبوت اور رسالت آدم علی نبیا وطیہ السلام کے زمانہ سے قیامت تک کی ساری مخلوق کیلئے عام ہے۔

سب انبیاء اور ان کی امتیں آپ کی امت ہیں اور آپ کا فرمان بشت الی الناس کافہ آپ کے زمانہ سے قیامت تک کے لوگوں کیلئے مخصوص نہیں بلکہ آپ کے زمانہ سے پہلے زمانہ کے لوگوں کو بھی شامل ہے

اس تشریح سے آپ کے ارشاد کت لیا و لادم بین الروح والجسد کا معنی بھی

واضح ہو گیا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اور روح ابھی حج نہیں ہوا تھا اس وقت بھی میں نبی تھا یعنی آپ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے اور وصف نبوت سے بالفضل متصف تھے جس نے علم الہی میں نبی ہونے کا معنی بتایا ہے وہ اس معنی کو نہیں پہنچا۔ کیونکہ علم الہی میں نبی ہونا آپ کی خصوصیت نہیں۔ علم الہی میں تو ہر نبی نبی تھا۔ اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے عرش پر آپ کا نام محمد رسول اللہ لکھا ہوا دکھا۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے آپ رسول اللہ تھے آپ نے اپنی امت کو اپنا یہ کمال بتایا تاکہ آپ کی قدر و منزلت پہچانیں اور آپ سے کسب کمال کریں۔ لنتھی کلامہ

قرآن پاک کی آیت مذکورہ میں غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے عالم احوال میں عہد لیا کہ میں تم کو کتاب اور حکمت دے کر عالم دنیا میں بھیجوں گا۔ پھر تمہارے بعد ایک عظیم الشان رسول آئے گا۔ اگر تم اس رسول کو پاؤ تو اس کے مومن اور ناصر بن کر رہنا۔ اور حدیث سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ آپ اپنے زمانہ سے پہلے لوگوں کے بھی نبی ہیں اور آپ اس وقت میں بھی وصف نبوت سے متصف تھے جب آدم علیہ السلام کے جسم اور روح میں ربط اور اتصال پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور حدیث پاک میں یہ بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب روحوں سے الست برکم فرمایا تھا تو سب سے پہلے محمد رسول اللہ علیہ وسلم نے بلی کہا تھا آپ کا جواب سن کر سب نے بلی کہا۔ کیا اس وقت بھی آپ فرائض نبوت انجام دے رہے تھے جب ثابت ہو گیا کہ آپ نبیوں کے نبی اور مقتدا ہیں تو پوری کائنات میں نہ آپ کا کوئی ہمسر ہو گا اور نہ کوئی آپ سے برتر۔ آپ کی اس یقینی برتری کی وجہ سے سب نبی اور ان کی امتیں آپ کے لواہ الحمد کے نیچے ہوں گی۔ اور قیامت میں ساری مخلوق پر علی الاطلاق برتری آپ ہی کو حاصل ہوگی۔

آپ کا نور جو حضرت آدم علیہ کی پیدائش سے قبل نبی تھا آدم علیہ السلام میں ولایت اور لمانت رکھا گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس نور کو بشر بنا کر آدم علیہ السلام کی نسل سے ظاہر کرنا تھا چنانچہ یہ نور برتر مطلق تھا اور اس کے سب صفات علی الاطلاق

اکمل تھے عہدیت، طہارت، اخلاص، ہدایت، ایسے تمام صفات کی اکمیت آپ میں علی الوجہ الائم موجود تھی وصف اکمیت طہارت کا تقاضا یہ تھا کہ آپ جن پشتوں اور رحموں کے راستہ سے گزر فرمائیں ان سب پشتوں اور رحموں کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان سب پشتوں اور رحموں کو سفاح جاہلیت سے پاک کر دیا اور آپ کے سب حاملوں کو کفر اور شرک کی نجاست سے بھی پاک رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا۔

لم یزل لقل من اصحاب الطہارین الی لوحلم الطہرات

ترجمہ = میں پاک مردوں کی پشتوں سے پاک عورتوں کی رحموں کی طرف نخل کیا جاتا رہا جب آپ نے اپنے حاملین اور حالات کو پاک کے لفظ سے تعبیر فرمایا تو ضروری ہو گیا کہ آپ کے جمیع آباء موحد ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد فیما المعصرون نجس سے مشرکین کی نجاست یعنی ہے۔ لہذا آپ کے آباء سے کسی نے شرک نہیں کیا اور نہ زنا کیا ہے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ثابت کیا ہے کہ آزر حضرت ابراہیم کا والد نہیں تھا بلکہ چچا تھا۔ علی زبان میں چچا کو بھی اب کہہ دیا جاتا ہے۔

علم امت اس بات پر متفق ہیں کہ آپ کا خون اور پیشاب پاخانہ پاک ہیں کیونکہ آپ نے آپ کے پیشاب پینے والوں کو شفاء کی بشارت دی ہے تو جب آپ کے فضلات شریفہ شفاء ہوئے تو ان کا ظاہر ہونا ضروری ہوا کیونکہ ظاہر اعم مطلق ہے اور شفاء اخص مطلق یعنی ہر شفا کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور ہر ظاہر کا شفا ہونا ضروری نہیں۔ شفا اور ظاہر میں نسبت عموم و خصوص مطلق ہے۔

وہ احادیث درج ذیل ہیں جن سے علم امت نے طہارت فضلات شریفہ کا حکم

اخذ فرمایا ہے

حدیث نمبر۔ ”اخرج الجزلی والطبرانی والحاکم والبیہقی وابونعیم فی العللۃ من حدیث عامر بن عبد اللہ بن الزبیر بعد من ایہ قال لاحتجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامطقتی الدم فقال اذہب فغیبتہ فذہبت لغیرتہ فاتیته صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما صنعت قلت غیبتہ قال لعلک شریبتہ قلت شریبتہ و فی روایتہ قلت جعلتہ فی الخفی مکثت لئلا ینکح عن الناس قال لعلک شریبتہ قلت شریبتہ قلت

ویل لک من الناس وویل للناس منك و فی روایت قتال رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وسلم لما حملک علی ذلک قال علمت ان ذمک لا تصبته نالوجہم ففترتہ ہلک قتال ویل لک من الناس وعمللہم قطعی من حلیت اسماء بنت ابی بکر نعوہ و لہ لا تمسک النار و فی کتاب الجور المکتون فی ذکر القتال والبطون لہ لما ضرب ای عبداللہ بن الزبیر دہ تضرع لہ مسکا و بقت رائحتہ موجودہ فی لہ الی ان صلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (المواہب اللنیہ ج ۱ صفحہ ۲۸۴)

ترجمہ = حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سبکی کے ذریعہ اپنا خون نکلویا اور اپنا خون مجھے دیا اور فرمایا کہ اس کو لے جا اور کہیں چھپا دے میں لے کر گیا اور وہ خون پی لیا پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خون کہاں کیا میں نے عرض کیا اس کو چھپا دیا ہے فرمایا کہ شاید تو نے اسے پی لیا ہے میں نے کہا پی لیا ہے دوسری روایت کے یہ الفاظ ہیں میں نے کہا اس کو ایسی جگہ پر رکھا ہے جو میرے خیال میں لوگوں سے پوشیدہ ہے تو فرمایا شاید تو نے اسے پی لیا ہے میں نے کہا ہاں پی لیا ہے تو آپ نے فرمایا تجھ کو لوگوں کی طرف سے مصیبت پہنچے گی اور لوگوں کو تیری طرف سے مصیبت پہنچے گی ایک دوسری روایت میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے ایسا کرنے پر کس چہرے نے ابھارا تو میں نے کہا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے خون کو دونخ کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی اسی وجہ سے پی لیا ہے آپ نے فرمایا کہ تجھ کو لوگوں کی طرف سے مصیبت پہنچے گی۔ دار قطنی میں حضرت اسماء بنت ابی بکر کی حدیث اسی طرح ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تجھے دونخ کی آگ نہیں چھوئے گی۔ اور کتاب الجور المکتون فی ذکر اہباکل وابطون میں یہ بات بھی موجود ہے کہ جب سے عبداللہ بن زبیر نے آپ کا خون پیا تو عبداللہ کے جسم سے کستوری کی خوشبو آنے لگی اور ساری عمر حتیٰ کہ سولی پر لٹکائے جانے تک باقی رہی۔

یہ آپ کا خون پینے والے عبداللہ بن زبیر چھ سات سال کے بچے تھے آپ بچوں کو بیعت نہیں کیا کرتے تھے لیکن عبداللہ بن زبیر کو بیعت بھی کر لیا تھا۔ آپ نے

ان کی معیبت بھی مبہم طور پر بتا دی وہ معیبت سولی پر لٹکایا جانا تھا۔
 یہی عبداللہ بن زبیر اور حسین ابن رسول دو ہی شخص تھے جنہوں نے یزید کی
 بیعت سے انکار کیا تھا۔

اب غور فرمائیے کہ دوسرے لوگوں کا خون اگر بدن کو یا کپڑے کو لگ جائے تو
 بدن یا کپڑا ناپاک ہو جائے گا لیکن یہ آپ کا خون پاک ہے حتیٰ کہ پینے والا دوسرے
 مامون اور محفوظ ہو گیا
 حدیث نمبر ۲

وخرج الحسن بن سلمان فی مسنده والحاکم والد لوطی والطبرانی والوئیم من
 حدیث مالک النخعی عن الاسود بن ایس عن نبیح الغزی عن ام ایمن قالت قال
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الدلیل الی فطوۃ فی جانب البیت لیل لیلنا لقت
 من الدلیل وانا عطشنا فشریت مایہا وانا لافتر للما اصبح النبی صلی اللہ علیہ
 والد وسلم قال یا ام ایمن قومی الطہری و ما لی تلک الفطوۃ قلت لعلو اللہ شری
 مایہا قالت لضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ ثم قال اما
 والد لا یجمن بطنک لہذا (مواعظ ج ۱ صفحہ ۷۸۳)

ترجمہ = ”حضرت ام ایمن نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم رات کو اٹھ کر
 ایک مٹی کے برتن کی طرف تشریف لے گئے جو گھر کے کونے میں رکھا تھا تو اس میں
 پیشاب کیا میں رات کو پیاسی اٹھی اور اس مٹی کے برتن میں جو کچھ تھا پی لیا۔ جب
 صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن اٹھ کر جو کچھ اس
 برتن میں ہے اسے باہر پھینک دے میں نے کہا اللہ کی قسم میں نے اس برتن کا سارا
 پانی پی لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر غصے کہ آپ کے دانت نواجذ
 بھی ظاہر ہو گئے تو فرمایا خیر وار اللہ کی قسم تیرا پیٹ کبھی نہیں دکھے گا۔“

یہاں آپ نے اپنے پیشاب کو شفاء قرار دیا۔ مواہب شریف میں اسی حدیث
 کے بعد برکہ خلاصہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا واقعہ ہے کہ اس نے
 ایک بیلالہ میں رکھا ہوا آپ کا پیشاب بلا واسطہ طور پر پی لیا تو آپ نے اسے فرمایا صح۔

ترجمہ = ”حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بے شک آپ بیت الخلاء میں داخل ہوتے ہیں تو جب آپ نکلتے ہیں میں آپ کے پیچھے داخل ہوتی ہوں تو کوئی چیز نہیں دیکھتی ہاں وہاں فقط کستوری کی خوشبو پاتی ہوں آپ نے فرمایا کہ ہم عیوں کی جماعت کے جسم ہشتیوں کی روحوں کی مانند ہوتے ہیں ان سے جو چیز نکلتی ہے اسے زمین نکل جاتی ہے“

ان حدیثوں سے امور ذیل معلوم ہوئے

- ۱۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاخانہ کو آج تک کسی نے نہیں دیکھا
- ۲۔ آپ کے بعد جانے والے بیت الخلاء میں کستوری کی خوشبو محسوس کرتے تھے
- ۳۔ نبی کا جسم اہل جنت کی روح کی مثل ہے
- ۴۔ نبی کے جسم سے اگر کوئی چیز نکلے تو زمین اس کے نکلنے کی مامور ہے
- ۵۔ احادیث میں مذکور ہے کہ اہل جنت جو کچھ کھائیں مہینیں گے وہ ڈکار کی ہوا یا خوشبودار پیمینہ بن کر غائب ہو جائے گا۔ یعنی پاک اور خوشبودار مادہ بن کر غائب ہو جائے گا۔ پیمینہ اسی طرح ہر نبی کا خوردہ یا نوشیدہ پاک پیشاب یا کستوری کی طرح پاک اور خوشبودار لطیف مادہ نکلتا ہے تو آپ کے پاخانہ کی طہارت اور لطافت اور تعطر ثابت ہو گئے وہو المقصود

نیز آپ کے جسم اطہر کا روح کی مانند لطیف ہونا بھی ثابت ہو گیا
(آپ کے جسم اطہر کی خوشبو)

مواہب شریف میں ہے کہ آپ کا جسم اطہر دامن ”معطر اور خوشبودار تھا اگرچہ آپ خوشبو نہ لگاتے۔
حدیث نمبر ۷

روى الامام احمد انس رضى الله تعالى عنه قال ما شممت رجلا ولا مسكولا غير
الطيب من ريح رسول الله تعالى عليه واله وسلم (مواہب ج ۱ صفحہ ۷۸۳)
ترجمہ = ”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نے کوئی خوشبو یا کستوری یا غیر آپ کے جسم اطہر کی خوشبو کے برابر خوشبودار نہیں سونگھے۔“

حدیث نمبر ۶۔

عن ام عاصم امرأة عتبه بن فرقة السلمي كنا عند عتبه لوع نسوة فاعلمنا امرأة الاولى
تجهتد نى الطيب لتكون الطيب من صابحتها وما يمس عتبه الطيب الا ان يمس د
بنا يمسح به لحيته ولهو الطيب ويصلنا وكان اذا خرج الى الناس قالوا ما نعلمنا
ريحا طيب من ريح عتبه ' فقلت له يوما لما لتجهتد في نى الطيب ولانت الطيب
ريحا' منا فعم ذاك فقال اخذنى الشرى على عهد رسول الله الله تعالى عليه ووالد
وسلم فانيته وشكوت ذلك اليه فامرني ان اتجرد فصجرت وقعدت بين يديه والقيت
ثوبي على فرجي فقت في يده ثم مسح ظهري وعلني بيده فبقي بي هذا الطيب من
يومئذ ' رواه الطبراني في معجمه الصغير وردى ابو يعلى والطبراني قصه الذي
استعان به صلى الله عليه وعلى والده وسلم على تجهيز ابيه فلم يكن عنده شئ فاستعما
بقار وورقه فسلت لهما من عرقه وقال للطليب به لكنت اذا تطيبت به شم اهل المدينة
فلك الطيب قسمو بيت المطيعين وقال جابر بن عبد الله كان في رسول الله صلى الله
تعالى عليه وسلم خصال لم يكن في طريق قبته احد الا عرف انه سلكه من طيب
عرقه و عرقه ولم يكن يمر بهجز الاسجد له رواه الد لوى والبيهقي وابونعيم)

مواهب ج ۱ صفحہ ۷۸۷ (

ترجمہ = ”عتبہ بن فرقہ السلمی کی بیوی ام عاصم سے روایت ہے کہ فرماتی ہیں کہ ہم
عتبہ کی چار بیویاں تھیں ہم میں سے ہر عورت خوشبو لگانے کی پوری کوشش کرتی کہ
باقی تین عورتوں سے خوشبو میں پیڑہ جائے لیکن عتبہ کبھی خوشبو نہیں لگاتا تھا فقط تیل
لے کر اپنی داڑھی کو لگایا کرتا تھا۔ لیکن اس کے بوجہ عتبہ کے جسم کی خوشبو چاروں
بیویوں کی خوشبو سے زیادہ ہوتی تھی۔ جب وہ گھر سے نکل کر لوگوں میں جاتا تو لوگ
کہتے کہ ہم نے عتبہ کی خوشبو کے برابر کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ میں نے ایک دن
عتبہ سے پوچھا کہ ہم چار دن خوشبو لگانے میں پورا زور لگاتی ہیں پھر بھی آپ ہم
چاروں سے زیادہ خوشبودار ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو عتبہ نے کہا کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں میرے جسم پر پتی اچھلی (یعنی وہ دانے

ٹکے جو گرمی کے دنوں میں ٹپکتے ہیں اور ان میں بے پناہ خارش ہوتی ہے) تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس بیماری کی شکایت کی تو آپ نے مجھے کپڑے اتارنے کا حکم دیا۔ میں کپڑے اتار کر آپ کے آگے بیٹھ گیا اور شرمگاہ پر کپڑا ڈال دیا تو آپ نے اپنے ہاتھوں پر پھونک ماری پھر وہ ہاتھ میری پیٹھ پر اور میرے پیٹ پر پھیر دیئے اس روز سے میری جسم میں یہ خوشبو پیدا ہوئی

یہ روایت طبرانی نے معجم صغیر میں بیان کی ہے اور ابوہریرہ اور طبرانی نے اس شخص کا قصہ نقل کیا ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی بیٹی کے جیز میں مدد مانگی۔ آپ کے پاس کوئی چیز موجود نہیں تھی۔ تو سائل سے شیشی مانگی پھر اس شیشی میں اپنا پینہ جمع فرمایا اور فرمایا کہ یہ پینہ اپنی بیٹی کو دے دے اور اسے کہہ دے کہ اسے بطور خوشبو لگائے تو وہ لڑکی جب آپ کا پینہ بطور خوشبو استعمال کرتی تو پورے مدینہ طیبہ کے لوگ اس خوشبو کو محسوس کرتے اور لوگوں نے ان کے گھر کو بیت المہینین کہنا شروع کر دیا یعنی خوشبو داروں کا گھر اور حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کئی خصوصیات تھیں آپ جس راستہ سے جاتے تو آپ کے بعد آنے والا پہچان لیتا کہ یہاں سے آپ نے گزر فرمایا ہے یعنی راستہ میں آپ کی خوشبو کی محک موجود ہوتی اور جس پتھر سے گزرتے وہ پتھر آپ کو سجدہ کرتا۔

حدیث نمبر ۷۔

ولم یکن لہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی العکیم عن ذکوان وقال ابن سبغ کلن صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نوراً لکلن اذا مشی فی الشمس اوا لقر لا یظہر لہ ظل قال غیرہ ویشہدہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نوراً (مواہب ج ۱ صفحہ ۲۸۰)

ترجمہ = ”چاند اور سورج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا تندی حکیم نے ذکوان سے روایت کیا اور ابن سبغ نے کہا کہ آپ نور تھے اس لئے جب سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ دوسرے محدثین

نے کہا کہ آپ کی دعا واجباً تھی اور اس کی شاہد ہے "حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کتبائے میں لکھا ہے کہ آپ کا سایہ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا نہیں کیا کہ ہر چیز کا سایہ اس چیز سے لطیف ہوتا ہے اس لئے اگر آپ کا سایہ ہوتا تو آپ سے لطیف تر ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز آپ سے لطیف تر پیدا نہیں فرمائی۔

حدیث ۸۔

وقال ابوہریرۃ اذا اخذحك صلى الله تعالى عليه والد وسلم يتلا لا في الجبل رواه البزار والبيهقي (مواہب ج ۱ ص ۱۰۰)
ترجمہ = ابوہریرہ نے فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنستے تو آپ کے دانتوں کی روشنی دھوپ کی طرح دیواروں پر پڑتی۔

حدیث ۹

ومن عائشہ رضی اللہ اللہ تعالیٰ عنہا قالت لم یکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالطویل البائن ولا بالقصیر المتردد و کان ینسب الی الریمۃ اذ لمشی وحده ولم یکن علی حال یمشیہ احد من النبی ینسب الی الطول الا طالعہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولریمۃ اکتفہ الرجلان الطویلان فیطولہما لاذ افرقاہ نسب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الریمۃ رواہ ابن عساکر والبیہقی وزاد بن سعید فی الخصائص انه کان اذا اجلس یقول ینکون کتفہ اعلی من جمیع الجالسن

ترجمہ = حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نہ زیادہ لمبے اور نہ زیادہ پست قامت تھے جب اکیلے چلتے تو درمیانہ قد کے تھے اور جب کسی لمبے انسان کے ساتھ چلتے تو اس شخص سے بھی لمبے ہو جاتے۔ بسا اوقات دو لمبے آدمی آپ کے درمیان میں لے لیتے تو آپ ان دونوں سے لمبے ہو جاتے۔ جب وہ دو لمبے جدا ہو جاتے تو آپ درمیانہ قد کے ہو جاتے ابن عساکر اور بیہقی نے روایت کیا اور ابن سعید نے خاص میں کہا کہ آپ جب بیٹھتے تو آپ کے دونوں کندھے سب بیٹھنے والوں سے اونچے ہوتے تھے

حدیث ۱۰

وَذَكَرَ الْقَاضِي عِيَّاضُ فِي الشَّفَايِ وَالْعَزَّى فِي مَوْلِدِهِ أَنَّ مِنْ خُصَائِصِهِ كَانَ لَا يَنْزِلُ عَلَيْهِ الْإِثَابُ (الخصائص الكبرى ج ۱ ص ۱۷)

ترجمہ = ”حضرت قاضی عیاض نے شفا میں اور عز نے آپ کے مولد میں ذکر کیا کہ آپ پر کسی نہیں بیٹھتی تھی“

علامہ سیوطی نے یہ بات بھی احادیث سے ثابت کی ہے کہ آپ جمائی اور احتسام سے بھی محفوظ تھے کیونکہ یہ دونوں چیزیں شیطان کے اثر سے ہوتی ہیں اور آپ شیطان کے اثر سے محفوظ ہیں۔

جب آپ کسی جانور پر سوار ہوتے تو وہ جانور آپ کے سوار ہونے کی حالت میں نہ پیشاب کرتا نہ پاخانہ۔ جب آپ اتر کر اس جانور سے دور ہو جاتے تب وہ پیشاب پاخانہ کرتا۔ تفسیر فریزی

عقل اور قدرت

آپ کی عقل کے بارے میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیے

حدیث ۱۱

اُخْرِجَ لِمُؤْنِمٍ فِي الْعِلْمَةِ وَالْفَنِّ عَسَاكِرُ مِنْ وَهْبِ بْنِ مَرْثَدٍ قَالَ قُرَأَتْ لِحَدَّثِيهِ كِتَابُا لَوْ جِلَّتْ فِي جَمِيعِهَا أَنَّ اللَّهَ لَمْ يَخْلُقْ جَمِيعَ النَّاسِ مِنْ بَدَنِ النَّبِيِّ الْفَقِيهَاتِ مِنَ الْعَقْلِ فِي جَنْبِ عَقْلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْأَكْبَرِ رَسُولِ بَيْنِ جَمِيعِ رِئَالِ الدُّنْيَا وَالْفَنِّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى لَوْحِجَ النَّاسِ عَقْلًا وَلَوْ جَمِيعَهُمْ رِئَالًا (الخصائص ص ۱۷)

ترجمہ = ”حضرت وہب بن مرثد نے فرمایا میں نے اکثر آسمانی کتابیں پڑھی ہیں تو ان سب کتابوں میں یہ بات پائی ہے کہ ابداء آفرینش سے قیامت تک کے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے مقابلہ میں اس قدر عقل دی ہے جیسے ریت کا ایک دانہ دنیا بھر کی ریت کے مقابلہ میں۔ یعنی ساری دنیا کے انسانوں کی عقل ریت کا ایک دانہ ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی عقل دنیا بھر کی ریت کا انبار ہے۔“

آیت - وما كان الله ليطعكم على الغيب ولكن الله يجتبي من رسله من يشاء -

سورة آل عمران

ترجمہ = ”اللہ کی شان یہ نہیں کے اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دیدے۔ ہاں اللہ

جن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے“ (ترجمہ الصیغرات)

یعنی اللہ تعالیٰ علم غیب ہر کس وناکس کو نہیں دیتا۔ علم غیب عطا کرنے کیلئے اپنے

رسولوں سے جسے چاہتا ہے جن لیتا ہے

اب ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی وآلہ وسلم کی ذات اقدس سے پوچھیں گے

کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتنے علوم عطا فرمائے ہی۔

حدیث ۳۲

اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم ان الله

قلوب لي الدنيا فلما انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كلما انظر الى كفى

بذه جليها جلاء لنبيه كما جلاء للنبيس من قبله (الخصائص ج صف ۱۸۵)

ترجمہ = ”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ تعالیٰ

علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ساری دنیا میرے سامنے اٹھائی تو میں اس دنیا

کو اور دنیا میں قیامت تک ہونے والی سب چیزوں کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح

اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے نبی کیلئے اظہار ہے جس

طرح پہلے نبیوں کیلئے اظہار فرمایا“

معلوم ہوا کہ آپ نے قیامت تک ہونے والی سب چیزوں کو دیکھا اور دیکھتے

رہیں گے کیونکہ انظر مضارع ہے اور مضارع کی وضع استمرار تجدیدی کیلئے ہے

حدیث ۳۳

اخرج احمد عن سمره بن جندب قال كسفت الشمس فصلى صلى الله تعالى عليه

والله وسلم ثم قال انى والله لقلوب مند تمت احدى ما اتمم لاقوه من امر دنيا كم

واخرتكم (الخصائص ج صف ۱۸۵)

ترجمہ = حضرت سرو بن خدیج سے روایت ہے فرمایا کہ سورج کو گرہن لگا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز پڑھی پھر فرمایا بے شک میں نے اللہ کی قسم جب سے نماز پڑھنے لگا ہوں تو وہ سب چیزیں دیکھ لی ہیں جو تمہیں دنیا یا آخرت میں پیش آنے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جلالتہ و عظمیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔

علامہ آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ جو جواہر تفسیر حدیث میں بکھرے ہوئے تھے۔ ایک جو ہر کسی ایک تفسیر میں اور دوسرا جو ہر کسی دوسری تفسیر میں ملتا تھا تو آپ نے وہ سب جواہر اپنی تفسیر روح المعانی میں جمع کر دیئے ہیں۔ مزید لطف کی بات یہ ہے کہ ان کی راہ کو علماء کی نظر میں بڑی فوقیت حاصل ہے لہذا یہ تفسیر علماء اہل السنۃ کے ہر شعبہ میں مقبول اور محبوب ہے۔

علامہ آلوسی نے سورہ الم نشرح کی تفسیر میں چند اقوال نقل فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے امتنان شرح صدر پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ پھر فرمایا کہ شرح صدر کی یہ آخری تفسیر مقام امتنان سے زیادہ مناسب رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پر منت جتا رہا ہے کہ اے حبیب ہم نے آپ کا سینہ یعنی قلب اطہر علم کی وسعتوں سے اتنا کشادہ کر دیا ہے کہ وہ قلب غیب اور شہادت و وفوں عالموں کو محیط ہو گیا ہے تو آپ کیلئے کلن۔ کائنات یوں سب برابر ہیں یعنی ماضی حال استقبال سب کو آپ کا علم حلوی ہے اور آپ کا اختلاط مع الخلق اشتغال بالحق سے مانع نہیں ہے آپ بیک وقت اپنے رب سے مستفید اور مخلوق کیلئے مفید ہوتے ہیں۔ قدم تفسیر

اب غور فرمائیے کہ صاحب روح المعانی نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم کے قلب اطہر کو جمیع معلومات عالم غیب و عالم شہادہ پر محیط مانا ہے۔

یعنی کائنات کا کوئی ذرہ آپ کے احاطہ علم سے خارج نہیں صلی اللہ علیٰ حبیبہ

وسلم

اخرج مسلم عن حذیفہ قال لقد حدثني رسول الله تعالى عليه وعلى وآله وسلم بما يكون حتى تقوم الساعة (المختصص)

ترجمہ = ”حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے وہ سب چیزیں بتائیں جو قیامت تک ہونے والی ہیں“
حدیث نمبر ۱۵

اخرج الطبرانی عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم كان في حائط فلستا ذن ابوبكر فقتل اذن له وبشره بالجنة ثم استاذن عمر فقتل اذن له وبشره بالجنة وبالشهادة (المختصص)

ترجمہ = ”حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک باغ میں تھے تو ابوبکر نے اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو اجازت دے دو اور جنت کی بشارت سنا دو۔ پھر عمر آئے اور اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو اور بہشت کی اور شہادت کی خبر سنا دو۔ پھر عثمان آئے اور اجازت مانگی تو آپ نے فرمایا اس کو اجازت دے دو اور بہشت اور شہادت کی خبر سنا دو۔“
حدیث نمبر ۲۱

اخرج الطبرانی في الاوسط واليهي عن زيد بن ورقم قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم فقتل فطلق حتى تاتي ابوبكر فتجده في دلوه جلوسا معتبدا لبشره بالجنة ثم اطلق حتى تاتي الثناء لتلقى عمر راكبا على حملو تلوح صلته لبشره بالجنة ثم اطلق حتى تاتي عثمان فتجده في السوق يبيع ويتاع لبشره بالجنة بعد بلا قد يد ففطقت فوجنتهم كما قال رسول الله صلى الله عليه وآله فاعبرتهم (المختصص ج ۱ صفحہ ۷۰۶)

ترجمہ = ”زید بن ارقم سے روایت ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھیجا فرمایا جا ابوبکر کے پاس تو اس کو گھر میں اجزاء کی شکل میں بیٹھا ہوا پائے گا۔ تو اس کو جنت کی بشارت دے کر پھر عمر کے پاس جا۔ تو اس کو حبیہ میں گدھے پر سوار پائے گا

اس کے سر کا گنج چمکتا ہو گا اس کو بھی جنت کی بشارت دے پھر عثمان کے پاس جا تو اس کو بازار میں خرید و فروخت کرتا ہوا پائے گا۔ تو اس کو بڑی مصیبت پیش آنے کی اور جنت کی بشارت دے۔“
تو میں گیا اور ان کو اس حال میں پایا جو آپ نے فرمایا تھا۔ میں نے ان کو آپ کی بات بتائی۔

حدیث نمبر ۱۷

اخرج احمد والحاكم بسند صحيح عن عمار بن ياسر ان النبي صلى الله تعالى عليه
والله وسلم قال لعلي اشقى الناس رجلا ن 'احمر ثمود الذي عقرانثاءه والذي
بضربك يا علي علي بنه يعني قرنه حتى بل منه هذه يعني لعته و قلدود فلک من
حلیث علی و جابر بن سمره و صیب و غیرهم (الصواعق المحرقة صفحہ ۴۳)
ترجمہ = ”عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی
سے فرمایا کہ دو شخص سب لوگوں سے زیادہ بد جنت ہیں ایک سر نک ثمود جس نے
اونٹنی کی کوٹھیں کاٹی تھیں اے علی دو سرا بڑا بد جنت وہ ہو گا جو تیرے درمیان سر پر
تکوار مارے گا۔ جس سے تیری ڈاڑھی تر ہو جائے گی۔ یہ حدیث علی و صیب و جابر
سمرہ و غیرہم سے بھی مروی ہے

حدیث نمبر ۱۸

اخرج الحاكم و صحيحه، والبيهقي عن ام سلمة قالت ذكر النبي صلى الله عليه وآله
وسلم خروج بعض امهات المؤمنين لضعكت عائشه فقال انظري يا حميرا ان
لا تكوني انت ثم انتفت الى علي فقال ان وليت من امرها شيئا فارق بها (الخصائص
ج صفحہ ۴۱)

ترجمہ = ”حضرت ام سلمہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
ایک ام المؤمنین کا خلیفہ وقت کے خلاف خروج کرنے کا ذکر فرمایا تو حضرت عائشہ ہنسی
تو آپ نے فرمایا اے حمیرا دیکھ وہ خروج کرنے والی تو نہو آپ نے حضرت علی کی
طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اگر تو اس ام المؤمنین کے معاملہ کا مالک ہو تو اس سے

نزی کرنا

حدیث نمبر ۱۹

اخرج الشيخان عن أبي سعيد ومسلم عن أم سلمة رضي الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال لعمري لتفلك الفتاة الباغية، بنا الحديث متواتر رواه من الصحابة بضعة عشر كما ثبت ذلك في الأحاديث المتواترة (الخصائص ج ۱۳۹)

ترجمہ = شیخین نے حضرت ابو سعید سے اور مسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا کہ تجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا یہ حدیث متواتر ہے حدیث نمبر ۲۰

واخرج البيهقي وابونعيم عن مولاة لعمرو قالت اشتكى عمرو شكوى فغشى عليه فلان ونعن نبكي حوله فقال اتخضون ان لموت على فراشي أخبرني حبيبي رسول الله تعالى عليه وآله وسلم انه تقتلني الفتاة الباغية و آخر احدى من الدنيا مثقه من لبن (الخصائص ج ۱۳۹)

ترجمہ = حضرت عمار کی خادمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمار بیمار ہوئے اور بے ہوش ہو گئے ان کو افاتہ ہوا تو ہم ان کے گردا گرد رو رہے تھے فرمانے لگے کیا تمہیں ڈر ہے کہ میں بستر پر پڑا مرجاؤں گا (ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا) میرے حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے کہ مجھے ایک باغی گروہ قتل کرے گا اور اس دنیا سے میری آخری غذا دودھ کا گھونٹ ہو گا۔

حدیث نمبر ۲۱

اخرج الشيخان عن أبي سعيد الخدري قال بنا نحن عند النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وهو يقسم قسما اذا تا فوالخويصرة فقال يا رسول الله اعدل قال ويلك ومن يعدل اذالم اعدل خبت وخسرت ان لم اعدل قال عمر يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اتدني لي فيه اضرب عنقه فقال رسول الله عليه وسلم دع فلان له امحابا

يعتقر احدكم صلاته مع صلاتهم وصيامه مع صيامهم ' يقرآنون القرآن لا يجاوز
 تراقيهم يحرقون من الاسلام كما يحرق السهم من الرميته اتهم رجل لسود احدى
 عضليه مثل ثدي المرأة او مثل البضعة تلذذو يخرجون على خير لوقه من الناس
 قال ابو سعيد فاشهد اني سمعت بهذا من رسول الله صلى الله تعالى واله وسلم و اشهد
 ان علي بن طالب قاتلهم وانا معه وامر بذلك الرجل فالتبس فوجد لاني به حتى
 نظرت اليه على نعت رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الذي نعتي وخرج ابو علي
 وزلزل في اخره فقال علي ايكم يعرف بهذا القوم هذا حرقوص وامه
 هنبا فوسل اليه فقال لها من هذا قالت ما ادري الا اني كنت في الجبلية لوعى
 عندما يلر بذاة ففشنى فيء كهيتة الفلمته فعملت منه فولدت بهذا (الخصائص ص ١٥٠)

ترجمہ = ” شیخین نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا فرمایا کہ ہم نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اور آپ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے
 اچانک ذوالخوصرہ حمیمی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف کیجئے آپ نے فرمایا تجھ پر
 انوس ہے اگر میں نے انصاف نہ کیا تو اور کون کہے گا تو خائب اور خاسر ہے اگر
 میں نے انصاف نہ کیا حضرت عمر نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے اجازت فرمائیے میں
 اس کی گردن اڑا دوں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چھوڑ اس کے
 ایسے ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر ایک اپنی نماز کو ان کی نماز کے سامنے حقیر جانے گا
 اور اپنے روزہ کو ان کے روزہ کے سامنے حقیر جانے گا قرآن مجید پڑھیں گے اور ان
 کے حلق سے آگے نہیں جائے گا۔ سارے اسلام پر عمل کر کے اس طرح نکل جائیں
 گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے ان کی نشانی ایک کالا شخص ہو گا جس کا ایک
 بازو عورت کے پستان کی طرح ہو گا یا فرمایا کہ گوشت کے ٹکڑے کی طرح تفرق راتا ہو
 گا وہ لوگ لوگوں میں سے بہترین جماعت کی بغاوت کریں گے۔

حضرت ابو سعید نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میں نے رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم سنی اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی بن ابی طالب نے ان

لوگوں سے جملو کیا اور میں آپ کے ساتھ جملو میں شریک تھا آپ نے حکم دیا کہ اس کالے شخص کو تلاش کرو جس کا بازو عورت کے پستان کی طرح ہو گا تلاش کے بعد وہ مل گیا تو وہ آپ کے پاس لایا گیا تو میں نے اس کالے شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی بتائی ہوئی علامت کے مطابق پایا۔

ابوعلی نے بیسنہ کی روایت بیان کی ہے اس روایت سے میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا کہ تم میں سے کون شخص اس کالے کو جانتا ہے تو اس قوم میں سے ایک شخص بولا کہ یہ کالا حرقوص ہے اس کی ماں یہاں موجود ہے تو آپ نے ایک قاصد بھیجا جو اس کی ماں کو لایا آپ نے اس عورت سے پوچھا کہ تیرا بیٹا کس خاندان سے ہے وہ بولی کہ میں صرف یہ بات جانتی ہوں کہ زمانہ جاہلیت میں میں ربذہ کے مقام پر بکریاں چرا رہی تھیں تو اندھیرے کی طرح کسی چیز نے مجھے گمیر لیا تو میں حاملہ ہو گئی اور میرا یہ بیٹا پیدا ہوا۔

اس حدیث سے ہم نے امور ذیل معلوم کئے

۱۔ حضرت عمر کی رائے میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عیب نکالنے والا واجب القتل ہے

۲۔ اس عیب نکالنے والے کے اور بھی ساتھی ہیں جن کا کام پاک لوگوں سے لڑنا اور انہیں شتم کرنا ہے

۳۔ حضرت علی نے ایسے لوگوں سے جملو کیا اور انہیں واجب القتل جانا

۴۔ پاک لوگوں کی تنقید کرنے والے شیطان کے بیٹے ہوتے ہیں جس طرح وہ کالا شیطان کا بیٹا ثابت ہوا

۵۔ ایسے لوگوں کے نماز روزہ تلاوت قرآن اگرچہ پورے آداب سے ہوں ان کی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتے۔

حدیث نمبر ۱۲

الخرج البخاری عن ابی بکرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
للمحسن ان ابنی ہذا سید ولعن اللہ ان یصلح بہ بین فتنین عظمتین من المسلمین

واخرج البيهقي من حديث جابر مثله (الخصائص ج ١ ص ١٢١)
ترجمہ = حضرت ابو بکر سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
حضرت حسن سے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ
مسلمانوں کی بڑی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا

حدیث نمبر ۲۳

واخرج ابن السكن والبغوی فی الصحابة وابو نعیم من طریق سعیم عن انس بن
العلوث سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم يقول فی ابني هذا یعنی الحسین
یقتل یروض یقال لها کربلاء فمن شہد ذلک منکم فلینصره فخرج انس بن العلوث
الی کربلاء فقتل بہا مع الحسین (الخصائص ج ۳)

ترجمہ = ”حضرت انس بن الحارث نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو فرماتے سنا کہ میرا یہ بیٹا یعنی حسین اس سرزمین پر شہید ہو گا جس کا نام کربلا
ہو گا تم میں سے جو شخص اس وقت حاضر ہو وہ حسین کی مدد کرے تو حضرت انس بن
حارث کربلاء کو گئے اور وہیں حضرت حسین کے ساتھ شہید ہوئے۔“

حدیث نمبر ۲۴

اخرج البيهقي عن ابی سعيد الخدري سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ
وسلم یكون خلف من بعد ستین سنة اصابوا الصلوة واتبعوا الشهوات فسوف یقتون
غنائم یكون خلف یقرنون القرآن لا یعلو ترابہم (الخصائص ج ۱ ص ۱۳۶)

ترجمہ = ”حضرت ابو سعید خدری نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وآلہ وسلم سے سنا کہ سنہ ۶۰ء کے بعد ایسے جانشین ہوں گے جو نماز کو ضائع کریں گے
اور شوقوں کی پیروی کریں گے۔ وہ عنقریب جہنم کے طبقہ غی سے جا ملیں گے پھر ایسے
جانشین ہونے لگے کہ قرآن مجید پڑیں گے وہ ان کے حلق سے آگے نہیں بڑھے گا۔“

حدیث نمبر ۲۵

واخرج الحاكم وصححه عن ابی ہریرہ برویہ وہل للعرب من عرقہ القرب علی
وانس الستین تصیر الاممۃ غیمة، والصلۃ حرمان، والفسادۃ بالمعرتۃ والحکم

بہوی (الخصائص ج ۱ صفحہ ۳۷۷)

ترجمہ = ”حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ عرب برباد ہو گیا کہ برائی ۶۰ھ کے آخر میں آنے والی قریب آگئی۔ امانت غنیمت بن جائے گی اور گواہی جان پہچان کی بنا پر ہو گی اور فیصلہ نفسانی خواہش سے ہو گا۔“

حدیث نمبر ۲۱

واخرج ابونعیم عن ابن عباس قال حدثني ام الفضل قالت سرت بالنبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فقال انك حامل بلام فلما ولدت لآتني به قلت يا رسول الله اني ذاك وقد حلفت قريش ان لا ياتوا النساء قال هو مائد اخبرتك قلت فلما ولدت انتم فلان في الفقه اليمنى واقام في البصرة والباء من ربه وسماه عبدالله وقال انه ياتي الخلفاء فاخبرت العباس فاذكره فقال هو ما اخبرتك بهذا ابو الخلفاء حتى يكون منهم السفاح حتى يكون منهم المهدي حتى يكون منهم من يصلي بمسي عليه السلام (الخصائص ج ۱ صفحہ ۳۷۷)

ترجمہ = ”حضرت ابن عباس سے روایت ہے فرمایا کہ مجھے ام الفضل نے حدیث بیان کی ہے کہ میں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب سے گزری تو آپ نے فرمایا کہ تجھے عنقریب ایک لڑکے کا حمل ہو گا جب وہ لڑکا پیدا ہو اسے میرے پاس لانا میں نے کہا یا رسول اللہ صلی علیہ وسلم یہ بات کہاں ہو سکتی ہے قریش نے تو قسمیں کھالی ہیں کہ عورتوں کے قریب نہیں آئیں گے۔ تو آپ نے فرمایا بات وہی ہو گی جو میں نے کہہ دی ہے فرماتی ہیں کہ جب میرا لڑکا پیدا ہوا تو میں اسے آپ کے پاس لائی اور آپ نے اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا اور فرمایا کہ بادشاہوں کے باپ کو لے جا۔ میں نے یہ بات اپنے شوہر عباس کو بتائی تو وہ آپ کے پاس آئے اور یہ ذکر چھیڑا تو آپ نے فرمایا بات وہی ہے جو میں نے بتا دی ہے یہ بچہ بادشاہوں کا باپ ہے ان میں سفاح ہو گا اور ان میں مهدی ہو گا اور ان میں وہ شخص بھی ہو گا جو مسیح علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھیں گے۔“

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ وسلم کے علم کے بارہ میں کچھ احادیث کے جواہر

پارے لکھ دیئے ہیں اس سلسلہ میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جو ہمارے بحث سے متعلق ہیں

قدرت مبارکہ

اب آپ کی خداوند قدرت کے بارہ میں چند احادیث پیش خدمت ہیں
اتقوا الساعنة والنفاق المعمر ترجمہ = قیامت قریب آگئی اور چاند چر گیا یعنی دو ٹکڑے ہو گیا (سورۃ قمر)

آپ کے معجزات میں سے صرف دو معجزوں کا ذکر صریح قرآن مجید میں موجود ہے ایک خود قرآن مجید اور دوسرا چاند کا اشتقاق آپ کے معجزہ اشتقاق قمر میں بت ہی حدیثیں آئی ہیں

حدیث نمبر ۲۷

فلی الصالحین من حلیت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لیل مکہ سلوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ ان یرسہم لیتہ فارہم لشفیق القمر شفتین فی حتی ولوا حراء ینہما (مواہب ج ۱ صفحہ ۳۵۶)

ترجمہ = "بخاری و مسلم میں حضرت انس کی روایت ہے کہ اہل مکہ نے رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ اپنے نبی ہونے کی کوئی نشانی دکھائیں تو آپ نے ان کو چاند کا دو ٹکڑے کرنا دکھایا حتیٰ کہ اہل مکہ نے حراء پہاڑی کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔"

اہل مکہ جانتے تھے کہ نبی ہی آسمانی اشیاء پر تصرف کر سکتا ہے لیکن جب آپ کا یہ تصرف انہوں نے دیکھ لیا تو ازراہ عناد کہنے لگے یہ جادو ہے حدیث اشتقاق قمر کو محدثین نے متواتر کہا ہے لہذا یہ معجزہ قطعی الثبوت اور قطعی الدلائل ہوا جس کا انکار کفر ہے

حدیث نمبر ۲۸

روی الطحاوی فی مشکل الحديث عن اسماء بنت عمیس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یوحی الہ وراسہ فی حجر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فلم یصل العصر حتی

غربت الشمس فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أصليت يا معلى فقال لا
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم انه كان في طاعتك وطلعت رسولك فلودد
عليه الشمس قالت اسماء فرأيتها غربت ثم رأيتها طلعت بعد ما غربت ووقعت على
الجبال والارض وفلك في الصبيها (مواهب ج ۱ صفحہ ۳۵۸)

ترجمہ = ”طاہوی نے مشکل الحدیث میں حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت کیا کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہا تھا اور آپ کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں
تھا تو حضرت علی نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی حتیٰ کہ سورج غائب ہو گیا۔ آپ نے
فرمایا اے علی تو نے نماز پڑھی ہے حضرت علی نے کہا کہ نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ بے شک علی تیری طاعت میں اور تیرے رسول
کی اطاعت میں تھا تو اس پر سورج کو واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ میں
نے دیکھا کہ سورج غروب ہو گیا پھر دیکھا کہ غروب ہونے کے بعد پھر گھل آیا ہے اور
اس کی دھوپ زمین اور پہاڑوں پر پڑنے لگی ہے یہ واقعہ مقام مجہا خیر میں ہوا۔“

دوسری روایتوں میں یہ الفاظ آئے کہ حضرت اسماء فرماتی ہیں کہ آپ کے اشارہ
سے سورج واپس لوٹا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج آپ کی مبارک انگلیوں سے بڑھا
ہوا تھا

حدیث نمبر ۲۹

دروی الترمذی والنسائی والحاکم وصحہ عن علی بن ابی طالب قال كنت امشي
مع النبي صلى الله عليه وآله وسلم بمكة فخر جنابي بعض نواحيها فما استقبله
شجر ولا حجر الا قال السلام عليك يا رسول الله وعن عاتقه قالت قال رسول الله
صلى الله عليه وآله وسلم لما استقبلني جبريل بالرسالة جعلت لا امر بحجر ولا شجر
الا قال السلام عليك يا رسول الله رواه النبرلو وابونعيم وعن جابر بن عبد الله قال لم
يكن النبي صلى الله عليه وآله وسلم يمر بحجر ولا شجر الا سجد له (مواهب
ج ۱ صفحہ ۳۶۱)

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت ہے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ

دسلم کے ساتھ مکہ میں چل رہا تھا ہم اس کے اطراف میں نکلے تو جو درخت اور پتھر آپ کے سامنے آتا آپ کو السلام علیک یا رسول کتا حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب جبریل علیہ السلام میرے پاس پیغام لایا تو میں جس درخت یا پتھر سے گزرتا وہ السلام علیک یا رسول اللہ کتا حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پتھر یا درخت سے گزرتے تو وہ آپ کو سجدہ کرتا۔

حدیث نمبر ۳۰

وخرج الحاكم في مستدرکه بلسناد جيد عن ابن عمر رضي الله تعالى عنه قال كنا مع النبي صلى الله تعالى عليه وعلى اله وسلم في سفر فلقبل اعرابي لعلما دني منه قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم ابن تريد قال الى اهلي قال هل لك الى خير قال وما هو قال تفهمن لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا عبده ورسوله قال هل لك من شاهد علي ما تقول قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم هذه النجعة فدعاها رسول الله صلى الله عليه واله وسلم وهي على شاطئ الوادي فلابلت تنخد الارض خفاً فاستشهدها ثلاثا فشهدت ثم رجعت الى منبتها الحديث (مواهب ج ۱ صفحہ ۳۶)

ترجمہ = ”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ایک اعرابی سامنے آیا تو جب آپ سے قریب ہوا تو آپ نے اسے فرمایا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے اس نے کہا اپنے گھر کو۔ آپ نے فرمایا کہ تم نیکی چاہتے ہو؟ اس نے کہا وہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے وحدہ لا شریک ہونے کی اور محمد کیلئے بندہ اور رسول کی گواہی دے وہ بولا تمہاری اس بات کا کوئی گواہ ہے آپ نے فرمایا یہ درخت۔ وہ درخت وادی کے کنارہ پر تھا آپ نے اسے بلایا تو وہ زمین کو چیرتا حاضر ہوا آپ نے تین مرتبہ اس سے گواہی طلب کی تو اس نے گواہی دی پھر اپنی جگہ پر چلا گیا۔“

حدیث نمبر ۳۱

وعن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما جاء اعرابي الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى وسلم فقال يا اعرابي انك رسول الله تعالى عليه وسلم قال ان دعوتك هذا العذق من هذه النخلته اتشهد اني رسول الله فلما رسول الله صلى الله عليه وسلم فجعل ينزل من النخلته حتى سقط الى النبي صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ثم قال ارجع فلما فاسلم الاعرابي رواه الترمذي ومحمد بن علي بن مروه التقي سونا حتى نزلنا منزلا فلما النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فجعلت شجرة تشق الارض حتى غشيتها ثم رجعت الى مكانها فلما استيقظ رسول الله صلى الله عليه وسلم ذكرت له فقال يا شجرة استأذنت ربها في ان تسلم علي فلان لها الحديث رواه البغوي في شرح النسخة (مواهب ج ١ صفحہ ٣٣٣)

ترجمہ = ”حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ میں کس بات سے جانوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ نے فرمایا کہ کجور کے خوشہ کو اگر اس کجور کے درخت سے نیچے بلا لوں تو میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دے گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے بلایا تو وہ خوشہ کجور کے درخت سے نیچے اترنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس آگرا پھر آپ نے اسے فرمایا کہ اب واپس چلا جا تو واپس چلا گیا۔ اعرابی مسلمان ہو گیا۔ حلی بن مہر فرماتے ہیں کہ ہم نے پھر چلنا شروع کیا حتیٰ کہ ایک منزل پر اترے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے آپ کی نیند کی حالت میں ایک درخت زمین کو چیرتا ہوا آپ کے پاس آیا اور آپ کو گھیر لیا۔ پھر اپنی جگہ پر واپس چلا گیا جب آپ جاگے تو میں نے آپ نے خدمت میں درخت کا آنا بتایا۔ آپ نے فرمایا یہ وہ درخت جس نے رب تعالیٰ سے میرے سلام کی اجازت لی ہے تو رب تعالیٰ نے اسے اجازت دے دی ہے۔“

حدیث نمبر ۳۲

عن انس بن مالك رضي الله تعالى عنه قال كان اهل بيت من الاتصال لهم جمل يستنون عليه وانه استعصب عليهم لمعنهم ظهرو وان الاتصال جاتوا الى رسول الله

صلی اللہ علیہ وسلم تقوا اللہ کان لنا جنم نسني عليه والله استعصب علينا ومنعنا
ظہرہ وقد عطش النخل والزروع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لاصحابہ قوموا فقلوا لفسخ الحنط والجمل فی ناحتہ فمضى رسول اللہ تعالیٰ والہ
وسلم نحوه فقلت الانصار یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاصبر
مثل الکلب الکلب وانما نحاك عليك صوتہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
علی منہ یس فلما نظر الجمل الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبل
نحوہ حتی خر ساجد بین یدیه فاحذ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنا
صیۃ اذل ما کان قط حتی اخذہ فی العمل فقال لہ اصحابہ یا رسول اللہ ہذہ بہیمتہ
لا تعقل تسجد لک ونعمن نعقل نعمن لحق ان نسجد لک فقال رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم لا یصلح لبشر ان یسجد لبشر لو صلح بغير ان یسجد لبشر لامرت
المرء ان تسجد لزوجہا من عظم حقہ علیہا رواہ احمد و نسائی (مواہب ج ۱)
صفحہ ۳۲۱)

ترجمہ = ”حضرت انس بن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ انصار کے ایک
خاندان کا ایک اونٹ تھا جس سے وہ اپنی کھیتی اور باغ کو پانی پلایا کرتے تھے۔ وہ
اونٹ سرکش ہو گیا۔ کسی کو سوار نہیں ہونے دیتا تھا۔ وہ انصار رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا اونٹ تھا جس سے ہم پانی پلایا
کرتے تھے وہ سرکش ہو گیا ہے اور سوار نہیں ہونے دیتا۔ کجوریں اور کھیتی خشک ہو
رہے ہیں۔ تو آپ نے صحابہ سے فرمایا اٹھو تو وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ ان کے
باغ میں داخل ہوئے اور اونٹ اسکے کونہ میں تھا تو آپ اس طرف چلے۔ انصار نے
کہا یا رسول اللہ وہ تو دیوانے کتے کی طرح ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ آپ پر حملہ نہ کرے
۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس سے کوئی خوف نہیں۔ جب اونٹ نے آپ کی طرف
دیکھا تو آپ کی طرف آیا۔ آتے ہی آپ کو سجدہ کیا۔ آپ نے اسکی پیشانی پکڑی تو وہ
نمایت عاجزی سے جھک گیا۔ آپ نے اسے کام میں لگا دیا۔ تو صحابہ نے کہا یا رسول
اللہ یہ بے عقل جانور آپ کو سجدہ کرتا ہے پھر ہم حمد ہوتے ہوئے آپ کو سجدہ

کرنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی انسان کیلئے جائز نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر اس طرح جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ کیونکہ عورت پر مرد کے بڑے حقوق ہیں۔“

حدیث نمبر ۳۳

وَرَوَى الْبُخَارِيُّ فِي عَرْحِ السُّنَنِ، وَاحْمَدُ وَابْنُ مَعِينٍ بِسَنَدٍ صَحِيحٍ عَنْ أَبِي بَرِيرَةَ قَالَ جَاءَ قُتَيْبُ بْنُ رَافِعٍ إِلَى رَافِعِ بْنِ خَدِجٍ فَاتَّخَذَ مِنْهُ رَافِعُ قُتَيْبَةً مِنْهُ قَالَ فَصَدَّقَ النَّسَبَ عَلَى قُتَيْبٍ فَاتَّخَذَ قُتَيْبٌ مِنْ رَافِعٍ زَوْجَةً لَهَا زَوْجٌ مِنْهُ لَهَا زَوْجَةٌ ثُمَّ اتَّخَذَتْهُ قُتَيْبَةُ الرَّجُلَ تَا لَدَى إِيَّاهُ وَكَانَ الْيَوْمَ قُتَيْبٌ يَتَكَلَّمُ قُتَيْبُ النَّسَبَ اعْجَبَ مِنْ بَنَاتِ رَجُلٍ فِي الْخَلَاتِ بَيْنَ الْحَرَّتَيْنِ يَخْبِرُكُمْ بِمَا مَضَى وَمَا يَكُونُ بَعْدَ كَمْ وَلَا تَتَّبِعُونَهُ قُلْ وَكَانَ الرَّجُلُ يَهُودِيًّا فَاجَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَبَرَهُ وَأَسْلَمَ فَصَدَّقَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَهُ وَسَلَّمَ۔

قَالَ الْقَاضِي حَامِي وَفِي بَعْضِ الطَّرِيقِ عَنْ أَبِي بَرِيرَةَ قَالَ الذَّنْبُ لَتِ اعْجَبَ مِنِّي وَإِنَّا عَلَى غَنَمِكَ وَتَرَكْتَ نَهْلًا يَبْحَثُ اللَّهُ لَعَلَّهُ اعْلَمَ مِنْهُ عِنْدَهُ قُلُوا وَقَدْ فَتَحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَأَعْرَفَ لَهَا عَلَى أَحْمَدٍ يَنْظُرُونَ قَتْلَهُمْ وَمَا يَنْكُ وَبَيْنَهُ لَا يَذَا الشَّعْبُ تَصْمِيرَ مِنْ جَنُودِ وَاللَّهِ قُلْ الرَّافِعِيُّ مِنْ لِي بَغْيِي۔ قُلْ الذَّنْبُ لَنَا لَوْعِيهَا حَتَّى تَرَجَّ فَاسْلَمَ الرَّجُلُ إِلَيْهِ غَنَمًا وَمَضَى وَذَكَرَ قِصَّتَهُ وَأَسْلَمَ وَجُودَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقَاتِلٍ قَاتِلٍ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيَّ غَنَمِكَ تَجَدُّهَا يُولُوهَا فَوَجَدَهَا كَذَلِكَ وَذَكَرَ لِلذَّنْبِ شَأْنًا مِنْهَا۔ (مَوْحَدٌ جِ احْفَظْ)

(۳۶۸)

ترجمہ۔ ”حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریاں چرانے والے کی طرف آیا۔ اس ریوڑ سے ایک بکری لے لی۔ چرواہے نے بھاگ کر بکری اس سے چھین لی۔ وہ بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کر دم کو دو پاؤں کے درمیان دیکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ میں نے تو اللہ تعالیٰ کا دیا رزق لیا تھا لیکن تو نے مجھ سے وہ چھین لیا ہے۔ وہ چرواہا بولا۔ اللہ کی قسم آج کی طرح میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ بھیڑیا بول رہا ہے۔

بھیڑے نے کہا میرے بولنے سے زیادہ تعجب ناک بات یہ ہے کہ ایک شخص ان کھجوروں میں دو پتھر ملی زمینوں کے درمیان موجود ہے جو تم کو سب گزشتہ چیزوں کی اور آئندہ ہونے والی باتوں کی خبر دیتا ہے اور تم اس کا اتباع نہیں کرتے۔ وہ چڑواہا یہودی تھا تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کو واقعہ بتایا اور مسلمان ہو گیا۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس واقعہ کے بیان میں سچا قرار دیا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو ہریرہ کی ایک اور روایت بیان فرمائی وہ یہ کہ

بھیڑے نے کہا کہ تو مجھ سے زیادہ عجیب ناک ہے۔ کہ اپنی بکریاں لئے کھڑا ہے اور ایسے نبی کو چھوڑا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے برابر کوئی عظیم القدر نبی نہیں بھیجا اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور جنت والے اس نبی کے صحابہ کا جہاد شوق سے دیکھ رہے ہیں۔ تیرے اور اس نبی کے درمیان فقط یہ پہاڑی شعب ہے۔ اگر تو اس کے پاس جاتا تو الٹی فوج سے شمار ہوتا۔ چڑواہے نے کہا میری بکریوں کا ذمہ دار کون ہے۔ بھئیڑے نے کہا تیرے واپس آنے تک تیری بکریاں میں چڑواؤں کا۔ اس شخص نے بکریاں اس بھیڑیے کو سپرد کر دیں اور وہاں سے چل پڑا۔ اس شخص نے اپنا قصہ بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوا اور آپ کو جہاد میں پایا۔ آپ نے اسے فرمایا تو اپنی بکریوں کی طرف واپس جا تو ان سب کو صحیح و سالم پائیگا۔ پھر وہ گیا تو بکریوں کو صحیح و سالم پایا۔ تو اس چڑواہے نے اپنی خوشی سے ایک بکری ذبح کر کر بھیڑیے کو دیدی۔“

حدیث نمبر ۳۴

وروی البیهقی فی الدلائل عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کنا مع رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ فی سفر فاصابنا عطش فاجئنا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فوضع یدہ فی تور من ماء بن یدہ قال فجعل الماء ینبع من بین اصابعہ کثرت العیون قال خذ و اسم اللہ فشر بنا فوسعنا و کفانا ولو کنا ماتہ الف لکفانا قلت لجابر کم کنتم قال الفا وخمسائتہ۔ (مواہب ج ۱ ص ۷۱)

ترجمہ۔ ”حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہمیں بہت پیاس لگی تو ہم آپ کی خدمت میں آئے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ آپ نے پانی کے ایک جام میں اپنا ہاتھ رکھا جو جام آپ کے سامنے موجود تھا۔ تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کی طرح اگلنے لگا۔ آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر استعمال کرو تو ہم نے پانی پیا ہمارے لئے وہ پانی وسیع اور کافی ہو گیا۔ اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تو پھر بھی ہمیں کافی تھا۔ حضرت جابر سے پوچھا گیا کہ تم کتنے آدمی تھے تو فرمایا کہ ہم پندرہ سو تھے۔“

حدیث نمبر ۳۵

عن جابر فی غزوہ الخندق قال فلما قلت الی امرأتی فقلت ہل عندک شیء فلی روایت بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم خمصا شلیداً فالخرجت جراباً فیہ صاع من شعیر ولنا بہیمہ داجن فلہبنا وطعننا الشعیر حتی جعلنا اللحم فی البومۃ ثم جئت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فسأرتہ فقلت یا رسول اللہ فہبنا بہیمۃ لنا وطعننا صاعاً من شعیر فعملت معک فصاح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یا اہل الخندق ان جابر اصنع سوراً فعی ہلاکم فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم لا تنزلن برمتکم ولا تغیرن عجبتکم حتی اجیء برجال فلخرجت لہ عجیناً فبصق فیہ ویلوک ثم عند الی برمتنا فبصق ویلوک ثم قال ادع خیلۃ فللتغیر معک والحدی من برمتکم ولا تنزلوها وہم الف فاقسم باللہ لقد اکلوا حتی ترکوہ واقبلوا وان برمتنا لتنط کما ہی وان عجبتنا لتغیر کما ہو۔

رواہ البخاری ومسلم۔ (مولف ج صفحہ ۳۷۳)

ترجمہ۔ ”غزوہ خندق میں حضرت جابر سے روایت ہے کہ میں اپنی بیوی کی طرف واپس لوٹا اور کہا کہ تیرے پاس کوئی چیز ہے۔ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں سخت بھوک محسوس کی ہے اس نے جو کی ایک قھلی نکالی جس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارا ایک پالتو لایا بھی تھا۔ میں نے وہ لیا ذبح کیا اور میرے بیوی نے وہ جو پیس لئے۔ حتی کہ ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈالا۔ پھر میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

و سلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آہستہ اور خفیہ طور عرض کیا یا رسول اللہ ہم نے ایک لیلۃ نوح کیا ہے اور ایک صلح یعنی چار سیر جو پیسے ہیں۔ اس لئے آپ تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ پانچ چھ آدمی بھی آجائیں۔ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی وآلہ وسلم نے پکار کر فرمایا۔ اے خدیق والو جابر نے کھانا پکایا ہے تم سب آجاؤ۔ آپ نے فرمایا ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا اور آٹے کی روٹی نہ پکانا جب تک میں ان لوگوں کو لیکر نہ آجاؤں جب آپ تشریف لائے تو میری بیوی نے وہ آٹا نکالا۔ آپ نے اس میں تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر ہانڈی کے پاس آئے تو اس میں بھی تھوکا اور برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت جابر کی بیوی سے فرمایا کہ ایک روٹی پکانے والی بلا لے جو تیرے ساتھ مل کر روٹی پکائے۔ اور ہانڈی سے پیالے بھرتے جاؤ اور اسے نیچے مت اتارو۔ ان اصحاب کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اللہ کی قسم سب لوگوں نے کھا لیا اور باقی چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ لیکن ہماری ہانڈی دسکی کی دسکی پر تھی اور ہمارا آٹا وہی کا وہی موجود تھا۔

سرکارِ دو صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی وآلہ وسلم کے بے انتہا معجزات کو پڑھنے سے ہر عاقل اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ دنیا و مافیہا کے مالک بنائے گئے۔ ہر چیز میں جس قسم کا تصرف فرمائیں آپ کو قدرت حاصل ہے۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ کے احکام میں بھی جس طرح چاہیں تصرف فرما سکتے ہیں۔ عموم حکم جسے چاہیں مستثنیٰ فرما سکتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خزیمہ کی شہادت کو دو مردوں کی شہادت کے برابر قرار دیا اور ابوہریرہ بن نیاز کو مجھے ماہہ لیلۃ قربانی کرنے کی اجازت فرمائی۔ اور ام عطیہ کو ایک خاندان کی اعانت کے لئے نیاحت کی اجازت فرمائی۔ بڑی عمر کے ایک شخص سالم مولیٰ ابی خدیقہ کو سہلہ کا دودھ پلا کر سالم کو بیٹا اور سہلہ کو ماں قرار دیا احاطہ حرم سے درخت اور گھاس کاٹنا منع فرمایا تو حضرت عباس نے ازخرا کا استسنا چاہا تو آپ نے ازخرا کو مستثنیٰ فرمایا۔

اس قسم کے اور بھی واقعات ہیں کہ آپ نے عموم حکم سے بعض لوگوں کو

مستثنیٰ فرمایا چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں صحیح حدیث علی شرط مسلم ہے۔

حدیث نمبر ۳۶

حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبہ عن ثلثہ عن نصر بن عاصم عن رجل منهم انه اتى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم فاسلم على الله لاهبلى الاصلوتين قبل فلك منه
(منقول في الامن والاعلا)

ترجمہ۔ ”حضرت نصر بن عاصم سے روایت ہے کہ ہمارے خاندان کا ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شرط پر مسلمان ہوا کہ میں صرف دو نمازیں پڑھا کروں گا۔ تو آپ نے اس کی یہ شرط قبول فرمائی۔“
نبوت کی قوتوں کو سمجھنے کیلئے حضرت علامہ شیخ عبدالعزیز پرہاروی کی عبارت نقل کرتا ہوں جو انہوں نے ضرورت نبوت ثابت کرنے کیلئے حکماء اسلامین کا قول تحریر فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے۔

قال الحكماء الاسلاميون لاهبلى النبي من ثلاثة شروط احبها الا اطلاع على المغيبات وبذا باتصال روحه بالملائكة المقربين اى العقول المتشغلة بصور الكائنات وثا نهلول بطبعه هولى العناصر فيتصرف فيها من قلب الهواء ماء واحداث السحب والا مطر والزلازل والصواعق وبذلان كل نفس لى متصرفه لى بلنها فلا يبعد عن النفس القوية ان تتصرف فى جسم اخر وثاتها ان يرى القوى المجردة متمثلة وسبح كلامهم وحما لكن لاوجود لصورهم وكلا سهم الا فى الحسن المشترك ككروبالان غير هم لايجاد نعوذ لك الا لى النوم وهم يجدون فلك فى القفظة لقوه نفوسهم

ترجمہ۔ ”مسلمان حکماء نے کہا کہ ہر نبی میں تین شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے ایک یہ کہ اسے غیب پر اطلاع ہو۔ یہ اسلئے کہ اسکی روح مقربین فرشتوں سے ملی ہوئی ہے یعنی وہ عقلیں جن میں کائنات کی سب صورتیں مقشوش ہیں دوسری شرط یہ ہے کہ عناصر کا ہولی اس کا فرماں بردار ہو۔ وہ نبی اس ہولی میں جس طرح چاہے تصرف کرے۔ یعنی ہوا کو پانی بنا دے۔ بادل اور بارشیں پیدا کرے اور زلزلے اور کڑکیں

ظاہر کرے کیونکہ ہر روح اپنے بدن میں متصرف ہے۔ تو طاقتور روح سے یہ بعید نہیں کہ وہ دوسرے جسم میں تصرف کرے۔

اور تیسری یہ ہے کہ وہ نئی مجربات کو صورت مثالیہ میں دیکھے اور پوشیدہ طور پر ان کی بات سنے۔ لیکن ان کی صورتوں کا اور ان کی بات کا وجود فقط نبی کی حس مشترک ہی میں ہوتا ہے۔ غیر نبی ایسی چیزوں کو خواب میں دیکھتے ہیں۔ اور نبی اپنی روحانی طاقت طاقت سے بیداری میں محسوس کرتے ہیں۔“

اب ہم حضرت امام غزالی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نبی کو کس طرح مانتے ہو احیاء العلوم میں تحریر فرماتے ہیں۔

وہو یخصی باقواع من الخواص۔ امد بالان يعرف حقائق الامور المتعلقة بالہ و صلاتہ والملائکۃ والنبو الاخرۃ۔ لا کما یعلمہ غیرہ مختلفۃ بکثرۃ المعلومات ویزادۃ البقین والتحقق والتکف۔ والظنی ان لہ فی نفسہ صفتہ بہا تتم لہ الاصل المخلوقۃ وقتہ للمخلفات کما اتی لنا صفتہ بہا تتم الحركات المقرونتہ ہواقنا ویاختلونا وہی القدور وان کثرت القدرۃ والمقدوجمعا من فعل اللہ تعالیٰ والظن ان لہ صفتہ بہا یبصر الملائکۃ ویعابدہم کما ان للبصر صفتہ بہا یخلق الاعمی حتی یدرک بہا المبصرات۔ والرفع ان لہ صفتہ بہا یدرک ما یشکون فی الغیب لسانی البقنۃ اولی العلم لہ بہا یطلع اللوح المحفوظ لیری ما فیہ من الغیب۔ لہذا کمالات و صفات یعلم ثبوتہا للاتباع۔ (العیاء علوم الدین جلد چہارم صفحہ ۱۹۳)

ترجمہ۔ ”نبی کے چند خصوصیات ہیں جو غیر نبی میں موجود نہیں ہوتے۔ ایک یہ کہ نبی اللہ تعالیٰ اور اس کے صفات اور ملائکہ اور وار آخرت سے تعلق رکھنے والے امور کی حقیقتوں کو جانتا ہے۔ اس طرح نہیں جس طرح دوسرے جانتے ہیں بلکہ اس کا علم غیر کے علم سے کثرت معلومات اور بہت زیادہ یقین و تحقیق و کشف میں ممتاز ہوتا ہے۔ دوسری خصوصیت نبی میں یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک ایسی صفت موجود ہوتی ہے جس سے اسکے مجربات کی تکمیل ہوتی ہے جس طرح ہم دوسرے انسانوں میں ایک صفت ہوتی ہے جس سے ہمارے حرکات ارادیہ و اختیار یہ پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔ وہ

صفت قدرت ہے اگرچہ قدرت اور مقدور دونوں اللہ تعالیٰ کے فعل سے ہیں۔ یعنی نبی خوارق اور معجزات پر اس طرح قدرت رکھتا ہے جس طرح ہم اپنے حرکات ارادیہ پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

نبی میں تیسری خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے جس طرح آنکھوں والے میں دیکھنے کی صفت ہوتی ہے کہ اسی صفت کی وجہ سے وہ اندھے سے ممتاز ہوتا ہے حتیٰ نبی فقط پیدا ہوتا اور بقی ساری امت کے افراد اسکی نسبت پاییدا ہوتے ہیں۔

نبی میں چوتھی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ایک ایسی صفت بھی ہوتی ہے جس سے غیب کی آئندہ باتوں کو جان لیتا ہے۔ یہ اس کا جاننا بیداری میں یا غیہ میں ہوتا ہے۔ اسی صفت کی وجہ سے نبی لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اس میں جو غیب ہیں ان سب کو دیکھتا ہے۔ یہ ایسے کمالات ہیں جن کا ثبوت انبیاء کیلئے یقینی ہے۔“

تبصرہ۔

احادیث مذکورہ سے در تصریحات علماء سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری مخلوق سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ طہارت اور تقویٰ اور عصمت میں تمام انبیاء و رسل سے ممتاز ہیں۔ آپ مطلع علی الغیوب ہیں کہ کائنات کی کوئی چیز آپ کے احاطہ علم سے خارج نہیں۔ آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی قدرت عطا فرمائی کہ کوئی متصرف مخلوق آپ سے ہمسر نہیں کر سکتی۔ آپ مالک احکام ہیں جو جن کا ثبوت انبیاء کیلئے یقینی ہے۔“

تبصرہ۔

احادیث مذکورہ سے اور تصریحات علماء سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی پوری مخلوق سے برتر اور اعلیٰ ہے۔ سب نبی آپ کے امتی ہیں۔ آپ طہارت اور تقویٰ اور عصمت میں تمام انبیاء و رسل سے ممتاز ہیں۔ آپ مطلع علی الغیوب ہیں کہ کائنات کی

کوئی چیز آپ کے احاطہ علم سے خارج نہیں۔ آپ کو رب تعالیٰ نے ایسی قدرت عطا فرمائی کہ کوئی متصرف مخلوق آپ سے ہمسری نہیں کر سکتی۔ آپ مالک احکام ہیں جو چاہیں۔ حکم نافذ فرمائیں۔ احکام خداوندی کے عموم سے جسے چاہیں مستثنیٰ فرمادیں۔ جسے آخرت کا کوئی درجہ عطا فرمائیں تو ان کا دینا اللہ تعالیٰ کا دینا ہے۔ ان سے محبت اور غلامی اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ ان سے استغنا اور روگردانی غضب الہی کا موجب ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ عظیم اعظم ہیں۔ ساری مخلوق آپ کی اطاعت و اتباع کی مامور ہے۔ مخلوق کو جس قسم کا کوئی کمال ملتا ہے آپ کے اذن سے ملتا ہے اور آپ کی ذات سے ملتا ہے۔ جبریل علیہ السلام نے آپ سے پوچھا کہ آپ جنگ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کو کیا شمار کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہم جنگ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کو سب مسلمانوں سے افضل شمار کرتے ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ ہم بھی جنگ بدر میں شریک ہونے والے فرشتوں کو دوسرے سب فرشتوں سے افضل جانتے ہیں تو معلوم ہوا کہ آسمانی مخلوق کو بھی آپ کے دربار سے فضیلت ملتی ہے۔ جس طرح ارضی مخلوق کو آپ کے دربار سے فضیلت ملتی ہے۔ صحابہ کرام کو جہلیت کا شرف آپ ہی سے ملا۔ صحابی کی تعریف ہے کہ جس مومن نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ کی محبت پائی اور ایمان پر مراہہ صحابی ہے اگرچہ ایک لحظہ اس کو محبت میسر آئی۔

ظاہر ہے کہ صحابیت کی حقیقت نبی کی ذات کا قرب مکمل ہے بشرطیکہ نبی حیات ظاہری میں ہو اور قرب مکمل رکھنے والا استعداد قبول فیض رکھتا ہو یعنی مومن ہو۔ صحابہ کرام غیر صحابی مومنوں سے افضل ہیں اور صحابہ کرام میں سے خلفاء راشدین بترتیب خلافت افضل ہیں۔ یعنی بعد الانبیاء کے بعد سب سے افضل ابو بکر صدیق ہیں عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی مرتضیٰ پھر حسن مجتبیٰ

شرح عقائد میں جہاں افضل انبیاء ابو بکر صدیق کو بتایا ہے اس کی شرح نبراس میں لکھا ہے

ذکر المحققون ان الفضيلة المصنوعة عنها في الكلام هي كثره الثواب اي اعظم

الجزء على افعال الخير لا شرف النسب

ترجمہ۔ ”محققین نے ذکر کیا کہ علم الکلام میں جس فضیلت کی بحث ہے وہ کثرت ثواب ہے یعنی اعمال خیر پر پڑی جزاء۔ شرف نسب کی بحث نہیں۔“

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق کو بعد الانبیاء جو افضل کہا گیا ہے وہ ان کی فضیلت کثرت اعمال صالحہ و کثرت ثواب ہے۔

بالفاظ دیگر ابوبکر صدیق کمالات کیسے میں ان سب لوگوں سے افضل میں جن کو فضیلت کب کمال سے ملی ان لوگوں سے افضل نہیں ہیں جن کو فضیلت کمالات و مہیہ سے ملی۔ مثال کے طور پر حضرت فاطمہ الزہراء کو فضیلت و مہیہ ملی جس کی وجہ سے وہ ساری امت سے افضل ہیں۔ وہ فضیلت و مہیہ سید الانبیاء و اطہر سلسلے کے جسم اطہر کا ٹکڑا ہوتا ہے۔

حضرت علامہ محمود آوسی صاحب روح المعانی لسن کا حد من النساء کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ آپ کی ازواج مطہرات حضرت فاطمہ سے افضل ہیں بلکہ حضرت زہراء آپ کی سب بیویوں سے افضل ہیں۔ پھر فرمایا

بل هي من بعض الفضائل كحجته البضعية الفضل من كل من الخلفاء الاوصياء رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ترجمہ۔ ”بلکہ حضرت زہراء بعض حیثیتوں سے جیسے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے جسم اطہر کا ٹکڑا ہونے کی حیثیت سے چاروں خلفاء راشدین میں ہر ایک سے افضل ہیں۔“

یہ بات عنقریب احادیث نبویہ سے ثابت کی جائے گی۔ علاوہ ازیں حضرت علی کو بھی آپ نے اپنی ذریت میں شمار فرمایا کیونکہ آپ کی ذریت کا تصور حضرت علی سے وابستہ تھا۔ یہ چاروں آل عبا آپ کی ساری امت مسلمہ سے افضل ہیں جب ان چاروں کو سید المرسلین والاطہرین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ملائیے تو یہ پانچ فرد ہو جائیں گے جن کو اولیاء امت و پختن پاک کہتے ہیں۔

36 اہل بیت کی خصوصی شان

آیت تطہیر

العیاذ باللہ لہذہب عنکم الرجس اہل البیت وطمہروکم تطہیرا
ترجمہ۔ ”اہل بیت نبی اللہ تعالیٰ تم سے گندگی کو دور کرنا اور کامل طور پر تم کو پاک
کرنا چاہتا ہے۔“

یعنی اے میرے نبی کے گھر والو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تم کو کفر و معصیت کے
ارادہ اور عمل سے دور رکھے اور نہایت تقویٰ سے تم کو آراستہ کرے۔
لفظ اہل بیت اور طہارت کا مضمون جب تک واضح نہ ہو اس وقت تک آیت کا
بھٹا دشوار ہے

لفظ اہل بیت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اہل بیت سنی اہل بیت نسب
اہل بیت ولادت۔ اہل بیت سنی آپ کی بیویاں ہیں جو آپ کے ساتھ سکونت رکھتی
ہیں۔ اہل بیت نسب آپ کے رشتہ دار بنو ہاشم ہیں جو آپ پر ایمان لائے اور اہل
بیت ولادت آپ کی اولاد ہے۔

اور طہارت سے مراد تقویٰ کا ملکہ ولسعہ ہے جو بمنزلہ عادت بن جائے۔ اللہ
تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرما رہا ہے کہ اے نبی پاک
کے گھر والو ان کے ساتھ سکونت رکھنے والو ان احکام کو تمہارے لئے زیادہ موکد اس
لئے بتایا ہے کہ تم ان احکام اللہ پر عمل کرو اور کفر و معصیت سے بچتے رہو اور
اخلاق حمیدہ اپنے اندر پیدا کرو۔ تو مضامینت اجرے (دو گنا اجر) جو تمہارا خاصہ جلد
تم تقویٰ کے اقصیٰ مقام تک پہنچ جاؤ گے پھر تم سے کبھی کفر یا معصیت کا ارادہ ہی سر
زد نہیں ہوگا۔ جب آپ کی ازواج مطہرات نے عمل بالا احکام کی شرط پوری کر لی تو
اللہ تعالیٰ نے ان کو تقویٰ کا وہ اعلیٰ مقام بخشا جو ان کی شان کے لائق تھا۔ شرط پوری
ہو جانے کی وجہ سے مشروط کا پایا جانا معنی ہو گیا۔ اس آیت میں خلافت کی کوئی بات
نہیں اور نہ امامت کی کوئی بات ہے نہ عصمت کی۔

عصمت فقط نبی کا خاصہ ہے۔ قرآن اور حدیث میں نہ کہیں امام کا تصور ہے اور

نہ اسکی عصمت کا۔ نبی کے بغیر جس قدر پاک افراد ہیں ان کی طہارت کو تقویٰ کا نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

نبی ہی صرف مختار مطلق ہے اور متبوع فی جمیع الاعمال اس لئے وہ کونیا طاہر اور معصوم ہوتا ہے۔ اس کی طہارت باہیں معنی ذاتی ہوتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کو پیدا ہی معصوم اور متقی کیا ہے۔ اس کا تقویٰ طاری نہیں۔ غیر نبی جو متقی ہے اس سے بھی گناہ سرزد نہیں ہو گا لیکن نبی سے گناہ کبھی سرزد ہونا ممکن نہیں اور غیر نبی متقی سے ممکن غیر واقع۔ نبی کے بغیر جن لوگوں کی اجراع کا حکم دیا گیا ہے وہ اجراع علی الاطلاق نہیں۔ بلکہ بشرطہ یہودی شریعت ہے۔ جب ہم علی الاطلاق اجراع کریں گے تو حضرت محمد رسول اللہ کی اجراع کریں گے۔

”سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے شق صدر کے واقعہ میں آیا ہے کہ ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کہ اس نبی کو اسکی امت کے دس آدمیوں کے مقابلہ میں تولو۔ جب انہوں نے تولو تو میں وننی ہو گیا۔ پھر انہوں نے مجھے سو آدمی کے برابر تولو تو پھر بھی میں بھاری ہو گیا۔ پھر کہنے لگا کہ اگر اسکو ساری امت کے برابر تولو پھر بھی یہ سب سے بھاری ہو جائے گا۔“

جس طرح نبی کی ذات ساری مخلوق سے وننی ہے اسی طرح نبی کا عمل ساری امت کے اعمال سے وننی ہے حتیٰ کہ ساری امت کی ساری عبادتیں نبی کے ایک حرجہ لا الہ الا اللہ کہنے کی برابر نہیں ہو سکتیں بلکہ اس کا کلمہ ان کی ساری عبادتوں سے زیادہ وننی اور ثقیل ہے اسی قیاس پر نبی کا تقویٰ ساری امت کے تقویٰ سے قوی تر ہے۔ نبی ہی کے تقویٰ کو عصمت کا نام دیا جاتا ہے۔ غیر کا تقویٰ نبی کے تقویٰ کا ظل ہوتا ہے۔ اس ظل میں کی بیشی قوت ضعف حسب استعداد متعین و حسب تفاوت علاقہ بالنبی عارض ہوتے رہتے ہیں۔

جس متقی کا تعلق بالنبی قوی ہوگا اور استعداد قبول فیض بھی کامل ہوگی اس کا تقویٰ قوی تر ہوگا۔ وہ کفر و معصیت کے ارادہ اور عمل سے بالکل پاک ہوگا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیت تطہیر نے آپ کی ازواج مطہرات کو تقویٰ اور طہارت

کی سند یہی جس کی بنا پر زنا سے ان کا پاک ہونا اور زنا کے ارادے سے پاک ہونا ضروری قرار پایا اور نبی کی مواخت میں ساری ازواج مطہرات دنیا اور زینت دنیا سے بے زار ہو گئیں اور آخرت کی کامیابی کو اپنا نصب العین بنایا۔ حالانکہ ازواج مطہرات کا نبی سے علاقہ بہ نسبت مومنین بنی ہاشم ضعیف ہے کیونکہ علاقہ زوجیت طلاق دینے سے ٹوٹ جاتا ہے یہ علاقہ ممکن الاقطاع ہے اور مومنین بنی ہاشم کا آپ سے تعلق ازواج مطہرات کے تعلق سے قوی ہے۔ لہذا مومنین بنی ہاشم کا امہات المومنین سے کامل اتقوی ہونا اسی آیت سے ثابت ہو گیا۔ جس کی بنا پر بعض مفسرین نے اہل بیت کی تفسیر بنی ہاشم سے کی ہے کہ اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ حرام ہے پھر اہل بیت ولادت یعنی آپ کی اولاد کا آپ سے تعلق سب سے زیادہ قوی ہے اور آپ کے اجزاء جسم ہیں اس قسم کی قوت علاقہ اور استعداد کامل پہلے دونوں قسموں میں نہیں لہذا آپ کی اولاد کو جو طہارت اور تقوی آپ سے حاصل ہوئے وہ عدم المثال ہیں۔

اس لئے بعض حدیثوں میں مذکور ہے کہ یہ آیت تفسیر آپ کی اولاد کے بارہ میں نازل ہوئی۔ یہ اس وجہ سے فرمایا گیا کہ اگرچہ یہ آیت امہات مومنین کی طہارت بیان کرنے کیلئے نازل ہوئی لیکن آپ کی اولاد کی طہارت کاملہ پر التزام دلالت کر رہی ہے۔

الكنالہ ابلاغ من التصحيح - یہ آیت چونکہ آپ کی اولاد کیلئے اہل بیت سنی سے اور اہل بیت نسب سے تقوی کا قدر زائد ثابت کر رہی ہے۔ اسلئے آپ نے خود کو بھی اپنی اولاد کے ساتھ ملا کر فرمایا۔

حدیث نمبر ۳

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نزلت هذه الآية فی خمسۃ فی ولی علی وحسن وحسن واطمہ (تفسیر ابی نعیم) لکنہ

عنکم الرجس اہل البیت واطمہ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۳۸۵)

ترجمہ۔ "حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ آیت انمارید اللہ الخ پانچ محضوں کے بارہ میں نازل ہوئی میرے بارے میں اور علی وحسن وحسین اور فاطمہ کے بارہ میں۔
حدیث نمبر ۳۸

عن العوام عن حماد قال دخلت مع ابي علي عاتشه رضي الله تعالى عنها
لست بها عن علي رضي الله تعالى عنه فقلت رضي الله تعالى عنها تستلني عن رجل
كان من احب الناس الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم وكنت تحتها ابنته و
احب الناس اليه لقد رايت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم دعا عليا وفاطمة
وحسنا وحسينا رضي الله تعالى عنها فلقى عليهم ثوبا فقال اللهم هؤلاء اهل بيتي
فلا تهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا فقلت له نوت منهم فقلت يا رسول الله
والذين اهل بيتك فقال صلى الله تعالى عليه وسلم تعني لفلک علی خیر (تفسیر ابن
کثیر ج ۴ صف ۲۸۵)

ترجمہ۔ ”عوان نے اپنے چچا سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے باپ کے
ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت حاضر ہوا تو ان سے حضرت علی کرم
اللہ تعالیٰ وجہ کے بارے میں پوچھا تو حضرت عائشہ نے فرمایا تو ایسے شخص کے بارہ
میں پوچھتا ہے جو آپ کے محبوب ترین لوگوں میں سے تھا اور ان کے عقد میں آپ
کی وہ بیٹی تھی جو آپ کو سب لوگوں سے زیادہ محبوب تھی۔ میں نے رسول اللہ تعالیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ انہوں نے علی اور فاطمہ اور حسن اور حسین کو بلایا۔
اور ان پر ایک کپڑا ڈالا پھر فرمایا اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ہر گندگی کو
دور رکھ اور ان کو پوری طرح پاک کر دے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں ان کے
قریب ہو گئی اور کہا یا رسول اللہ میں بھی آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے
فرمایا تو ہٹ جا بیٹھا“ تجھے خیر حاصل ہے۔“

حضرت ابو سعید کی مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت علی اور حضرت فاطمہ
اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی طہارت و تقویٰ آپ کی
طہارت و تقویٰ کے قسم سے ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم پانچوں کے حق میں

نازل ہوئی یہی حدیث لفظ بچن پاک کا مانعہ ہے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا کہ یہ آیت ہم پانچوں کے بارہ میں نازل ہوئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان چاروں آل عبا کی طہارت اور تقویٰ کو کوئی فرد بشر نہیں پہنچ سکتا۔

دوسری روایت جو حضرت عائشہ سے ہے وہ بھی واضح طور بتا رہی ہے کہ ان چاروں آل عبا میں آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو شریک نہیں کیا۔ آپ نے یہ ضرور فرمایا کہ اے عائشہ تجھے بھلائی حاصل ہے۔ یعنی تم ہی تو اس آیت میں مخاطب ہو تمہیں وہ طہارت اور تقویٰ جو تمہاری شان کے لائق ہے حاصل ہے۔ مزید برآں یہ کہ آپ نے ان آل عبا کے حق میں دعا بھی فرمادی کہ ان کی مخصوص طہارت اور کامل تقویٰ میں کوئی شبہ باقی نہ رہے۔

آپ نے چند مقامات پر ان چاروں پر عباؤال کر یہ دعا فرمائی۔ کیونکہ ایسی بہت روایات ہیں جن سے اس واقعہ کا تعدد سمجھا جاتا ہے یہ تکرار عمل بھی ان کی خصوصی شان کو واضح کرنے کیلئے تھا۔

مزید توضیح

اہل بیت کی تینوں قسموں نے اپنی اپنی شان کے لائق طہارت و تقویٰ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات پاک سے حاصل کیا۔ ان تینوں قسموں کے تقویٰ کے درجات مختلف ہیں۔ یہ اختلاف درجات تقویٰ ان کے تعلق باہل بیت کے مختلف ہونے کی وجہ سے اور استعداد کی بیشی کی وجہ سے ہے۔

آپ کی ازواج مطہرات کو قبل ازواج بنی ہاشم سے ہونے کا شرف حاصل نہیں تھا۔ بعد ازواج ان کو یہ شرف اہلیت ملا۔ کیونکہ کبھی ان سے زنا کاری سرزد نہیں ہوئی تھی۔ ان میں اہل بیت بننے کی صلاحیت موجود تھی۔ بعد ازواج آپ سے جب ان کا علاقہ پیدا ہو گیا تو زنا سے اور ارادہ زنا سے اور مبادی زنا سے اور حب دنیا سے اور حب نعمت سے اور تمجید جاہلیت سے ہمیشہ کیلئے پاک ہو گئیں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت سے اور ذوق اطاعت اللہ والاطاعت الرسول سے اور شوق فوزاخریٰ سے آراستہ ہو گئیں۔ اگرچہ یہ صفات دوسری

صحابیات میں بھی موجود ہیں لیکن ان کے صفات اور تقویٰ دوسری صحابیات کی صفت اور تقویٰ سے اکمل ہیں۔ کیونکہ ان کا ربط آپ کی ذات گرامی سے بہ نسبت دوسری صحابیات زیادہ قوی ہے۔ لہذا بعد ازواج ان کا کسی بدکاری میں جلا ہونا ناممکن ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بہتان عظیم کے دنوں میں آپ نے حضرت عمرؓ کا خیال دریافت فرمایا تو حضرت عمرؓ نے جواب دیا یا رسول اللہ آپ کے کپڑوں پر اللہ تعالیٰ کسی کو نہیں بیٹھنے دیتا۔ اگر عائشہ رضی اللہ عنہا گندی ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے بستر پر نہ آنے دیتا۔ یعنی شرف زوجیت حاصل کرنے سے پہلے وہ پاک تھی تو شرف زوجیت ملا۔ اب شرف ملنے کے بعد تو وہ پہلے سے بھی زیادہ پاک ہو گئی۔ اب تو اس کے گندہ ہونے کا امکان ہی باقی نہیں رہا۔ فلاح درعرب۔

اب اہل بیت کی دوسری قسم اہل بیت نسب یعنی مومنین بنی ہاشم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے مومنین بنی ہاشم کو دوسرے صحابہ سے خصوصی امتیاز بخشا۔ ان میں جذبہ جہاد اور شوق آخرت اور اللہ و رسول کی محبت ایسے صفات دوسرے صحابہ سے بدرجہ اتم موجود تھے۔ آپ نے بنی ہاشم کی توقیر اور مودت اپنی توقیر اور مودت قرار دی اور ان کی عداوت اپنی عداوت شمار فرمائی۔

آپ پر مال صدقہ حرام تھا وہ مومنین بنی ہاشم پر بھی حرام فرمایا۔ یعنی اپنی اس خصوصیت میں ان کو شریک کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنین بنی ہاشم کو مال صدقہ کے عوض مال قیمت کا خمس الخمس عطا فرمایا۔ آپ ہمیشہ اپنے خاندان یعنی بنو ہاشم کو اللہ تعالیٰ کا یہ عطیہ تقسیم فرمایا کرتے تھے اور قریش کے کسی فرد کو اس شرف میں شریک نہیں ہونے دیتے تھے۔ البتہ بنو مطلب کو بعض اوقات بنو ہاشم کے ساتھ ملا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ بنو ہاشم اور بنو مطلب باہمی تعاون کی وجہ سے زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں ایک ہی شمار ہوتے تھے۔

آپ کے چوتھے جد عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم۔ مطلب۔ نوفل۔ عبد شمس یعنی امیہ کا باپ آپ ہاشم کی اولاد ہیں۔ ہاشم اور مطلب کی اولادیں آپس میں ہمیشہ متحد رہی ہیں اور ایک دوسرے کا تعاون کرتی رہی ہیں۔ اسکے برعکس نوفل۔ اور

عبد شمس کی اولادیں ہمیشہ سے بنو ہاشم کی دشمن رہی ہیں۔ اب جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان پر مال زکوٰۃ حرام کر دیا اور اس کے عوض میں ان کو خمس الخمس عطا فرمایا تو آپ کبھی کبھی بنو مطلب کو بنو ہاشم کے برابر عطا فرمایا کرتے۔ چنانچہ اس بات پر بنو نوفل اور بنو امیہ نے اعتراض کیا اور اپنے آپ کو اس شرف میں بنو ہاشم کے ساتھ ملانا چاہا تو آپ نے انکار فرما دیا جو حدیث سے ظاہر ہے۔

حدیث نمبر ۳۹

عن جبر بن مطعم قال سمعت ابا عثمان بن عفان الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قلنا اعطيت نبي المطلب من خمس خيبر وتوكتنا ونحن نمبرلته واحدة منك فقال انما بنو هاشم وبني المطلب شي واحد قال جبر لم يقسم النبي صلى الله تعالى عليه وسلم لبني عبد شمس وبني نوفل شيئا رواه البخاري (مشكوة باب لستم الغنائم)

ترجمہ۔ ”حضرت جبر بن مطعم نے فرمایا میں اور عثمان بن عفان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت حاضر ہوئے۔ ہم نے کہا کہ آپ نے بنو مطلب کو خیر کے خمس کا حصہ دیا ہے اور ہمیں نہیں دیا حالانکہ ہم بھی آپ سے بنو مطلب والا رشتہ رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب تو محض ایک چیز ہیں۔ حضرت جبر فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی عبد شمس اور بنی نوفل کو کوئی چیز نہیں دی۔“

تشریح۔ اس حدیث کے راوی حضرت جبر بن نوفل میں سے ہیں اور حضرت عثمان بن عبد شمس سے۔ یعنی یہ دونوں حضرات آپ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ بنو ہاشم کو جو فضیلت اللہ تعالیٰ نے دی ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے ذی القربیٰ فرما کر آپ کے رشتہ داروں کو یہ نعمت عطا فرمائی۔ واقعی آپ کے ذی القربیٰ بنو ہاشم ہی ہیں۔ اگر آپ فقط بنو ہاشم کو عطا فرماتے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن آپ نے بنو ہاشم کے بغیر بنو مطلب کو بھی دیا ہے۔ حالانکہ ہم بھی آپ سے بنو مطلب والا رشتہ رکھتے ہیں۔ یعنی ہم بھی ہاشم کے بھائیوں کی اولاد ہیں تو ہمیں بھی ملنا چاہیے۔

آپ نے فرمایا کہ بنو ہاشم اور بنو مطلب زمانہ جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی متحد رہے ہیں اور ایک شمار ہوتے رہے ہیں اس کے برخلاف بنو عبد شمس اور بنو نوفل ہمیشہ بنو ہاشم کے دشمن رہے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کا وہ عطیہ جو بنو ہاشم کیلئے ہے اس عطیہ میں ان کے دشمنوں کو کس طرح شریک کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے یہ فرمایا اور حضرت جبر اور حضرت عثمان کو کچھ نہ دیا۔

اب یہ بات قابل غور ہے کہ آپ کے اہل بیت نسب کو اللہ تعالیٰ نے جو امتیازی شان بخشی ہے اس میں بنو امیہ اور بنو نوفل کا کوئی حصہ نہیں۔ خود نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ایسی مقدس ہستی کو اپنے اہل بیت میں گھسنے نہیں دیا۔ البتہ بنو مطلب کی دیرینہ مودت کی بنا پر ان کو بنو ہاشم کی صف میں گھڑا کیا جا سکتا ہے۔

اہل بیت کی تیسری قسم

باقی رہی اہل بیت کی تیسری قسم جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے اور آپ کے جسم اطہر کے اجزاء ناٹھتے ہیں۔ ان کی فضیلت کا اس بات سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آپ کے جسم اطہر کے اجزاء صامتہ ناخن ہال وغیرہ جب آپ کے جسم اطہر سے جدا ہو جائیں تو پھر بھی وہ پوری امت مسلمہ سے افضل ہیں۔ چہ جائیکہ آپ کے جسم اطہر کے اجزاء ناٹھتے جو پورے جسم کا نچوڑ ہوں پھر ان کی پیدائش کے بعد ان کو چما اور نگرانی فرمائی۔ وحی الہی کے مطابق ان کی تعلیم اور تربیت فرمائی۔ اب امت مسلمہ کا کونسا فرد ہے جو ان سے ہمسر کا دعویٰ کر سکے۔

آپ کی ذریت طیبہ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی یہ چار حضرات ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان چاروں پر اپنی چادر مبارک ڈال کر آیت پڑھی اور ان کی تفسیر کی دعا فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بھی ان تینوں کی جنس سے یعنی اولاد سے شمار فرمایا جس کی وجہ حدیث ذیل ہے۔

لکرج الطبرانی عن جابر والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ وسلم قال ان اللہ جعل ذریتہ کل بنی فی صلبہ وجعل ذریتہ فی صلب علی بن ابی طالب۔ (صواعق ۱۷۳)

ترجمہ۔ حضرت جابر اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی اپنی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔

اللہ تعالیٰ نے ان چاروں میں سب فضائل جمع فرما دیے جو غیر نبی میں ممکن ہیں پہلی بات یہ کہ ان چاروں کو شرف صحابہ حاصل ہے۔ علامہ نے حضرت حسن کو ان صحابہ سے شمار فرمایا جن سے تیرہ ۳۳ حدیثیں مروی ہیں اور حضرت حسین کو ان صحابہ میں شمار فرمایا جن سے آٹھ حدیثیں مروی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ سن تکلیف میں زمانہ جاہلیت نہیں پایا اور ان کو زمانہ جاہلیت کی ہوا تک نہیں لگی۔

تیسری بات یہ کہ آغوش نبوت میں ان چاروں نے پرورش پائی۔ اور آپ ہی سے اعمال اسلامیہ سکھے اور آپ ہی سے بلاوسطہ اخلاق حسنہ اور طرق تعبد حاصل کئے۔

چوتھی بات یہ کہ سید الانبیاء کے سب سے بڑھ کر محبوب رہے اور آپ عمر بھر ان کو نہایت محبت سے چوتے رہے۔ اور ہر وقت ان کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کرتے تھے۔ ان کے جسم کے اکثر حصوں کو دست نبوت نے مس فرمایا۔ اور حضرت حسن اور حضرت حسین کو بارہا اپنی زبان مبارک چسوائی۔

پانچویں بات جو سب سے اعلیٰ ہے یہ کہ یہ حضرات آپ کے جسم اطہر کے اجزاء ناخفہ ہیں۔ آپ نے خود ان کے بارہ میں فرمایا کہ یہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں۔

چھٹی بات یہ کہ آپ نے ان چاروں کی طہارت کو اپنی طہارت کا جزو قرار دیا اور فرمایا کہ آیت تطہیر ہم پانچوں کے بارہ میں بانٹل ہوئی ہے ان چھ فضیلتوں کا اجتماع

امت مسلمہ کے کسی فرد میں نہیں پایا گیا تو معلوم ہوا کہ کوئی مسلمان ان حضرات سے افضل نہیں ہو سکتا بلکہ ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔

باقی رہی حضرت ابوبکر صدیق کی مسلمہ فضیلت وہ کثرت اعمال صالحہ کثرت ثواب کی بنا پر ہے۔ امت مسلمہ کا کوئی فرد کثرت اعمال صالحہ اور کثرت ثواب میں حضرت ابوبکر صدیق کے برابر نہیں ہو سکتا۔ یعنی کمالات کبیہ میں حضرت صدیق سب سے اونچے ہیں۔ (اہل بیت با معنی الاعم کے فضائل)

اہل بیت علیہم السلام۔ قل لا اسئلكم علیہ اجر الا المودة فی القربی۔

ترجمہ۔ ”فرما دیجئے کہ میں تم سے تبلیغ کی اجرت نہیں چاہتا۔ ہاں یہ چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں سے مودت یعنی محبت رکھو۔“

ترجمہ حدیث نمبر۔ ہزار اور طبرانی نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعدد سندوں کے ساتھ روایت کیا بعض ان میں حسان ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تقریر فرمائی۔ اس تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ میں بشیر کا چٹا ہوں اور میں نذیر کا بیٹا ہوں۔ پھر فرمایا ان اہل بیت سے ہوں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے فرض کر دی ہے اور فرمایا ہے۔

قل لا اسئلكم اجر الا المودة فی القربی۔ (صواعق صفحہ ۱۷۰)

ترجمہ حدیث نمبر۔ ”حافظ سلطی نے محمد بن حنفیہ سے اس آیت کے تفسیر میں روایت بیان کی ہے کہ حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ وہی مومن ہوگا جس کے دل میں علی اور اس کے گھروالوں کی محبت ہوگی۔ اور یہ روایت بھی صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت اس وجہ سے رکھو کہ وہ تمہیں رزق دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ محبت کی وجہ سے مجھ سے محبت رکھو۔ اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت رکھو۔ (صواعق صفحہ ۱۷۲)

ترجمہ حدیث نمبر۔ ”وہی صلی نے روایت بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین عادتیں اپنی اولاد میں پیدا کرو۔ نبی کی محبت۔ نبی کے اہل بیت کی محبت۔ اور قرآن مجید پڑھنا۔“

اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ شکایت کی کہ قریش باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ جب ہم جاتے ہیں۔ تو ان کی پیشانیوں پر بل پڑ جاتے ہیں اور باتیں بند کر دیتے ہیں یعنی خاموش ہو جاتے ہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واکہ وسلم بہت غضب ناک ہوئے کہ آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا اور دونوں آنکھوں کے درمیان رگ پھول گئی اور فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم سے محبت اللہ اور اس کے رسول کیلئے نہ رکھے۔ دوسری صحیح روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہے جو باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ پھر جب میرے اہل بیت میں سے کسی کو دیکھتے ہیں تو اپنی بات ختم کر دیتے ہیں۔ اللہ کی قسم کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک میرے اہل بیت سے محبت نہ رکھے۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ لوگ جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک وہ ایمان دار نہ ہوں اور ایمان دار اس وقت تک نہیں ہو سکتے جب تک تم کو اللہ کیلئے اور میری قربت کی وجہ سے محبوب نہ بنالیں۔ کیا قبیلہ مرلو میری شفاعت کی امید رکھتا ہے اور عبدالمطلب کے بیٹے امید نہیں رکھتے۔ دوسری روایت کے لفظ یہ ہیں کہ لوگ کسی قسم کی بھلائی حاصل ہرگز نہیں کر سکتے جب تک اللہ کیلئے اور میری قربت کے باعث تم سے محبت نہ رکھیں۔ اور ایک روایت میں یہ آیا ہے کہ ان لوگوں میں سے کوئی ایک مومن نہیں بن سکتا جب تک وہ تم کو میری محبت کی وجہ سے محبوب نہ بنالے۔ تم لوگ یہ امید رکھتے ہوئے کہ میری شفاعت سے بہشت میں داخل ہوؤ گے اور عبدالمطلب کے بیٹے یہ امید نہیں رکھتے۔ (صواعق صفحہ ۱۷۲)

ترجمہ حدیث نمبر ۱۰ ”مسلم نے زید بن ارقم سے روایت کیا کہ ہم لوگوں میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کے حمد و ثناء کے بعد اما بعد کا لفظ فرمایا۔ پھر فرمایا اے لوگوں میں تمہاری مانند انسان ہوں۔ عنقریب رب تعالیٰ کا

قاصد میرے پاس آئے گا تو یہاں سے جانا قبول کر لوں گا۔ میں تم لوگوں میں دو عظیم چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ پہلی چیز کتاب اللہ ہے۔ اس کو مضبوط پکڑ لو۔ آپ نے اس کے مطابق عمل کرنے پر ابھارا اور ترغیب فرمائی۔ پھر فرمایا دو سری چیز میرے اہل بیت ہیں۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ یاد دلاتا ہوں۔ میں تم کو اپنے اہل بیت کے بارہ میں اللہ یاد دلاتا ہوں یعنی تین بار یہی فقرہ دہرایا۔

اس حدیث کے راوی زید سے پوچھا گیا۔ کیا آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت نہیں ہیں تو فرمایا کیوں نہیں۔ بلکہ آپ کی بیویاں آپ کے اہل بیت میں سے ہیں۔ لیکن (در حقیقت) آپ کے اہل بیت وہ لوگ ہیں جن کیلئے مال زکوٰۃ حرام کر دیا گیا اور انہوں نے آپ کے بعد دنیا میں رہنا ہے۔ سائل نے کہا کہ وہ کون لوگ ہیں حضرت زید نے فرمایا وہ آل علی اور آل عقیل اور آل عباس ہیں۔ پھر سائل نے پوچھا ان سب پر زکوٰۃ حرام ہے تو زید نے کہا ہاں۔ (صواعق ۱۳۹)

ترجمہ حدیث نمبر ۷۔ ”ترمذی نے روایت بیان کی آپ نے فرمایا کہ میں تم میں ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوط پکڑا تو گمراہ ہرگز نہیں ہو گے۔ وہ دو چیزیں ہیں ایک دوسرے سے زیادہ عظمت رکھنے والی ہیں۔ ایک کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک دراز رہی ہے اور دوسری میرے عترت میرے اہل بیت یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے یہاں تک کہ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس آئیں گے۔ تم دیکھ لو کہ کس طرح میری جانشینی کو گے۔“ (صواعق صفحہ ۱۳۹)

آیت قرآنیہ۔ **اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمْشَوْنَ عَلٰی النَّبِیِّؑ یَا اٰیہِ الْکَلٰمِ اٰمَنُوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا**

ترجمہ۔ ”بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے سب فرشتے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوة بھیجتے ہیں اے ایمان والو تم بھی اس پر صلوة و سلام بھیجو۔“

عارف باللہ شیخ عبدالغنی نالسی نے امرود شریف کی حکمت بیان فرمائی ہے کہ شریعت مطہرہ میں مقرر اور ثابت قانون ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے محسن کے احسان کا

بدلہ نہ دے سکے تو محسن کیلئے دعا کر دے۔ جب اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امت مسلمہ کے بڑے محسن ہیں اور امت مسلمہ ان کو احسان ارشاد و ہدایت کا بدلہ نہیں دے سکتی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دعا کرنے کا ہر فرد کو حکم دیا۔

دوسری بات یہ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ سلام کا طریقہ تو ہمیں تشہد میں بتا دیا گیا ہے۔ آپ صلوٰۃ کا طریقہ ہمیں بتائیں۔ تو آپ نے درود شریف ابراہیمی تعلیم فرمایا۔

اس سے یہ بات بھی بالکل واضح ہو گئی کہ آل نبی نبی کا جزو ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو نبی پر صلوٰۃ بھیجے کا حکم دیا اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صلی علی محمد و علی آل محمد الخ سکھایا۔

اور یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے محسن ہونے کی وجہ سے آل نبی بھی امت مسلمہ کی محسن ہے۔ اگر آل نبی امت مسلمہ کی محسن نہ ہوتی تو درود شریف میں ان کو شریک نہ کیا جاتا۔

اس بات کی توضیح باقی رہ گئی ہے کہ آل محمد سے کون لوگ مراد ہیں۔ لفظ آل دراصل اہل ہے۔ اس سے آپ کے اہل بیت مراد ہیں۔ بدرجہ اتم اہل بیت آپ کی ذریت ہے۔ اور باقی اہل بیت ذریت کے تابع ہیں۔ بعض نادان لوگ کہہ دیتے ہیں کہ جمیع امت مسلمہ آل نبی ہے۔ اس پر حدیث کل مومن تقی و تقی فو آلہ پڑھ کر اپنا دعویٰ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقویٰ کا ادنیٰ درجہ شرک سے بچتا ہے اور یہ ہر مومن کو حاصل ہے۔ لہذا ہر مومن آل نبی ہے۔

اول تو یہ بات ہے کہ محدثین نے اس حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کیا۔ بالفرض اس حدیث کو صحیح تسلیم کر لیا جائے کیونکہ فقہ جمع کو آل کہتے ہیں تو پھر بھی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ درود شریف میں جمع کا معنی مراد ہے۔ کیونکہ جب درود شریف کی یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قبل ازیں آپ کی کوئی بھلائی نازل نہیں ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ

نے ہم کو شریک نہ کیا ہو لیکن اس درود شریف میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا۔ تو یہ آیت ”وَالَّذِي يَصِلِي عَلَيْكُمْ وَمَلَأَتْكُمْ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا“ نازل ہوئی۔ تو صحابہ کو صلوٰۃ اللہ و صلوٰۃ الملائکہ کا کچھ حصہ مل گیا لیکن مومنین کو ان پر صلوٰۃ بھیجنے کا حکم نہیں دیا۔

اگر آل محمد سے متقین مراد ہوتے تو ابوبکر صدیق یہ نہ کہتے کہ ہمیں حصہ نہیں ملا۔ کیونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اتنی کافلتب دیا ہے تو درود شریف میں آل محمد سے متقین یا متبعین مراد ہونا باطل ہو گیا۔ اور آل محمد سے اہل بیت مراد ہوئے جن کے کامل افراد آپ کی ذریت طاہرہ ہے امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز میں آل محمد پر صلوٰۃ بھیجنا واجب قرار دیتے ہیں اگر کسی شخص نے آل محمد پر درود نہیں پڑھا اگرچہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پڑھا ہو پھر بھی آپ اس کی نماز کو واجب الاعادہ قرار دیتے ہیں۔ اس بارہ میں امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے اشعار درج ذیل ہیں۔

يا اهل بيت رسول الله جبکم۔ فرض من الله في القرآن انزلہ

کفاکم من عظیم القدر انکم۔ من لم یصل علیکم الاصلوٰۃ لد

ترجمہ۔ ”اے رسول اللہ کے اہل بیت تمہاری محبت اللہ تعالیٰ کا فریضہ ہے جس کو اس نے قرآن پاک میں نازل فرمایا۔ تمہارے قدر کی یہ عظمت تمہیں کافی ہے کہ جو فرض نماز میں تم پر درود نہ پڑھے اس کی نماز جائز نہیں۔“

اب غور فرمائیے کہ آل رسول کے محسن ہونے کا عقیدہ اور امت مسلمہ کے بدلہ دینے سے عاجز ہونے کا عقیدہ اور ان کئے دعا کرنا ہماری عبادت میں داخل ہے۔ آیت قرآنیہ

وَعَلَى الْأَعْرَافِ وَجَلْ يَعْرِفُونَ كَلَامُ

ترجمہ۔ ”اور اعراف پر کچھ لوگ ہونگے جو ہر ایک شخص کو علامت سے پہچان رہے ہوں گے۔“

نعلی نے اس آیت کی تفسیر حضرت ابن عباس سے نقل کی ہے کہ انہوں نے

فرمایا کہ اعراف پہل صراط سے اونچا مقام ہے۔ اس مقام پر حضرت عباس حضرت حمزہ حضرت علی اور حضرت جعفر ذوالجناہین موجود ہوں گے۔ پہل صراط سے گزرنے والے لوگوں کو دیکھ رہے ہوں گے اور ان دو علامتوں سے پہچان رہے ہوں گے۔ کہ ان سے محبت رکھنے والے لوگوں کے چہرے سفید اور نورانی ہوں گے اور ان سے دشمنی کرنے والے لوگوں کے چہرے سیاہ اور ظلمانی ہوں گے۔ تو یہ چاروں حضرات ان دو علامتوں سے اپنے معین اور مبغضین کو پہچان رہے ہوں گے۔ قرآن مجید میں رجال کے لفظ سے یہ چار افراد اہل بیت مراد ہیں۔ (صواعق صفحہ ۱۴۹)

ترجمہ حدیث نمبر ۱۔ ”وہابی نے اور اس کے بیٹے نے حدیث بیان کی ہے لیکن سند نہیں بتائی کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ جو شخص مجھ سے اور میرے اہل بیت سے بغض رکھے اس کو بدست عیال اور بدست مال دے۔“

مبغضین کیلئے یہ بدعا کافی ہے کہ جب ان کا مال زیادہ ہوگا تو قیامت میں ان کا حساب لمبا ہوگا اور عیال زیادہ ہوگا تو شیاطین بڑھیں گے اور صاحب عیال کے عذاب کا باعث بنیں گے۔

اس بدعا کی حکمت یہ ہے کہ دنیاوی کی محبت آپ کے اور آپ کے اہل بیت سے بغض رکھنے پر آمادہ کرتی ہے۔ اس لئے آپ نے ان کے حق میں بدعا فرمائی کہ یا اللہ جس مال اور عیال کو یہ لوگ اپنا محبوب بنا رہے ہیں اور نبی سے اور نبی کے اہل بیت سے دشمنی کر رہے ہیں اسی مال اور عیال کو بدھا کر ان کے عذاب کا باعث بنا دے۔ اس کے برعکس جو اس قسم کی دعا معین کیلئے فرمائی ہے جس طرح حضرت انس کے حق میں بخیر مال و بخیر اولاد کی دعا فرمائی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ انس کو بدست مال اور بدست اولاد کی نعمت عطا فرما۔ اور مبغضین کیلئے جو دعا فرمائی اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ان کو بدست مال اور بدست اولاد کی سزا دے۔ (صواعق صفحہ ۱۴۹)

ترجمہ حدیث نمبر ۲۔ ”ابوالشیخ اور وہابی نے حدیث بیان کی کہ جو شخص میری عترت یا

انصار یا عرب کا حق نہیں پہنچاتا وہ یا تو منافق ہوگا یا زانیہ کا بیٹا ہوگا یا حیض میں اس کا حمل ٹھہرا ہوگا۔ (صواعق ۱۷۳)

ترجمہ حدیث نمبر ۱۔ ”ذہلی نے حدیث بیان کی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو وہ قرآن سے بھی ضرور محبت رکھتا ہے اور جو قرآن سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے بھی ضرور محبت رکھتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ میرے صحابہ اور میرے اہل بیت سے ضرور محبت رکھتا ہے۔ (صواعق صفحہ ۱۷۳)

ترجمہ حدیث نمبر ۲۔ ”ذہلی نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد بیان کیا کہ جو شخص میرا قرب چاہے اور ایسا احسان مجھ پر کرنا چاہے جس کے بدلے میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں وہ میرے اہل بیت سے تعلقات جوڑے اور ان کو خوش کرے۔ اور بہت سندوں کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ سے مروی کہ انہوں نے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا چلو حضرت حسن بن علی کی زیارت کیلئے چلیں۔ حضرت زبیر نے نے ذرا دیر کی تو حضرت عمر نے فرمایا تو نہیں جانتا کہ بنی ہاشم کی عیادت فرض ہے اور ان کی زیارت نفل ہے (صواعق صفحہ ۱۷۶)

ترجمہ حدیث نمبر ۳۔ ”غلیب نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد بیان کیا کہ مود دوسرے مود کی عظیم کیلئے کھڑا ہو مگر بنی ہاشم کسی دوسرے شخص کیلئے کھڑے نہ ہوں (صواعق صفحہ ۱۷۶)

ترجمہ حدیث نمبر ۴۔ ”طبرانی نے آپ کا ارشاد بیان کیا کہ جو شخص عبدالمطلب کی اولاد پر احسان کرے اور وہ اولاد اسے بدلہ نہ دے تو میں اس کو بدلہ دوں گا جب وہ شخص کل قیامت کے دن مجھے ملے گا“ (صواعق صفحہ ۱۷۶)

تاریخ و مشق میں ہے کہ لوگوں نے رامہ کے سال ۷۷ھ میں بار بار نماز استسقاء پڑھی لیکن بارش نہ ہوئی تو حضرت عمر نے فرمایا کل میں ایسے شخص کے توسل سے بارش کی دعا کروں گا جس کے توسل سے اللہ تعالیٰ بارش دیگا۔

جب صبح ہوئی تو حضرت عمر حضرت عباس کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت عباس نے پوچھا کون۔ فرمایا عمر۔ حضرت عباس نے پوچھا کیا کام ہے۔ حضرت

عمر نے کہا چلو آپ کے توسل سے ہم اللہ سے بارش طلب کریں گے۔ حضرت عباس نے کہا بیٹھ جائیے۔ پھر بنی ہاشم کو پیغام بھیجا کہ وضو کر کر اور پاکیزہ کپڑے پہنکر میرے پاس آجاؤ۔ جب وہ آئے تو حضرت عباس نے ان کو خوشبو لگائی۔ پھر حضرت عباس وہاں سے نکلے۔ حضرت علی کو آگے کیا اور حضرت حسن کو دائیں جانب اور حضرت حسین کو بائیں جانب اور باقی ماندہ بنی ہاشم کو اپنے پیچھے اور حضرت عمر سے کہا کہ ہمارے ساتھ کسی دوسرے شخص کو نہ ملاؤ۔ پھر عید گاہ میں آکر کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حمد و ثناء کے بعد یہ دعا کی اے اللہ۔ تو نے ہمیں پیدا کیا اور ہم سے کوئی مشورہ نہیں کیا۔ ہمارے پیدا کرنے سے پہلے تو ہمارے اعمال کو جانتا تھا۔ ہمارے بارے میں تیرے علم نے تجھے ہمارے رزق دینے سے نہیں روکا۔ اے اللہ جس طرح تو نے اولاہم پر فضل فرمایا اسی طرح آخراً بھی ہم پر فضل فرما۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ وہیں بارش شروع ہوگئی۔ اور ہم لوگ بہت پانی کو عبور کرتے ہوئے اپنے گھروں کو پہنچے۔ تو حضرت عباس نے کہا میں بارش دلانے والا اور بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ میں بارش دلانے والے کا بیٹا ہوں۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ ان کے والد حضرت عبدالمطلب نے پانچ مرتبہ بارش دلائی تھی۔ (صواعق صفحہ ۱۷۸)

ابن عبد البر نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان جب سوار ہوتے اور حضرت عباس سے گزرتے تو سواری سے فوراً اتر جاتے اور ان کا اترنا حضرت عباس کی تعظیم کیلئے ہوتا تھا۔

ترجمہ حدیث ۳۴۰: ابو جحلیٰ نے سلمہ بن رکوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کیلئے امان ہیں۔ (صواعق صفحہ ۱۷۸)

ترجمہ حدیث نمبر ۳۴۱: ”حاکم نے حضرت انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے میرے اہل بیت کے بارے میں

مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو شخص بھی ان میں سے توحید اور رسالت سے ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دے گا“ (صواعق ص ۷۷)

ترجمہ حدیث نمبر ۳۴۔ ”ابن عدی اور ویسی نے حضرت علی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے پہلے صراط پر زیادہ قدم حملنے والا وہ ہوگا جو میرے اہل بیت سے اور میرے صحابہ سے زیادہ محبت رکھنے والا ہوگا۔“ (صواعق ص ۷۷)

اہل بیت بالمعنی الاخص کے فضائل یعنی ذریت طیبہ

آیت قرآنیہ - وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُم بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْهُمْ مِنْ شَيْءٍ۔

ترجمہ۔ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ ہم ان کی اولاد کو بھی ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور ہم ان کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔“

اللہ تعالیٰ نے کامل الایمان لوگوں سے وعدہ فرمایا کہ ان کی اولاد اگر مومن ہے تو ان کے آباء کا درجہ بہشت میں دے دیا جائے گا اگرچہ اولاد کے عمل اپنے آباء سے کم ہوں گے۔ آباء کے عملوں میں سے کوئی عمل لے کر پھر اولاد کو دے کر آباء کے برابر نہیں کیا جائے گا کہ اس صورت میں آباء کا درجہ کم ہو جائے۔

بلکہ کامل الایمان آباء کو اپنے درجہ میں رہنے دیا جائیگا اور کم درجہ کی اولاد کو حفضہ ان کے آباء والا اونچا درجہ دے دیا جائے گا تاکہ بہشت میں یکجا رہیں اور جدائی کا غم نہ ہو اس آیت سے صراحت یہ بات ثابت ہو گئی کہ بہشت میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درجہ میں ان کی ذریت حضرت زہراء۔ حضرت علی۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین۔ اور ان کی اولاد علی علیہم السلام ہوں گے۔ اور آپ کی ازواج مطہرات بھی آپ کے ساتھ ہوں گی۔ اور یہ بات دلائل سے ثابت ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا درجہ سب انبیاء و رسل سے اونچا ہو گا۔ آپ کے درجہ کے بعد دوسرے

انبیاء کے درجات حسب مراتب ہونگے۔ پھر ان کے نیچے صدیقین - شہداء - صالحین کے درجات ہونگے۔ پھر عام مومنین کے درجات۔

اب غور فرمائیے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وبارک وسلم کی ذاتِ طیبہ بقیہ سب انبیاء و رسل سے بہشت میں اونچی ہوگی۔ اور صدیقین کا درجہ سب انبیاء کے درجات سے نیچے ہوگا۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

یہ نہیں کہ آپ کی ذریت طیبہ خادم کی حیثیت سے آپ کے درجہ میں ہوگی۔ بلکہ ان کی حیثیت شہزادوں کی حیثیت ہوگی۔

حدیث نمبر ۱۳

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان لاطمہ اعصمت لرجبہا لحریم اللہ ذ ربتہا علی النلو۔ اخرجه تمام فی فوائدہ والنبرو والطبرانی بالفظ لحریم اللہ وذ ربتہا علی النلو۔ (صواعق صفحہ ۴۳۳)

ترجمہ ”حضرت ابن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ قاطعہ پاک دامن ربی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے۔ دوسرے روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اسکی ذریت کو آگ پر حرام کر دیا ہے“

ترجمہ حدیث نمبر ۱۴ ”صحیح سند کے ساتھ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے موی ہے فرمایا اے اولادِ عبدالمطلب بے شک میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے تین چیزیں مانگی ہیں۔ تمہارے مجاہد کو ثابت قدم رکھے اور تمہارے گمراہ کو ہدایت دے۔ اور تمہارے نادان کو علم عطا کرے۔ اور یہ بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کیا ہے تمہیں کریم۔ نبیب۔ رحیم۔ بتائے۔ پس اگر کوئی شخص حجرِ اسود اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ٹھہر کر نمازِ روزہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ وہ آلِ عمرہ سے بغض رکھتا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ اور یہ حدیث بھی وارد ہوئی ہے کہ جس شخص نے میرے اہل بیت کو برا کہا وہ اللہ تعالیٰ سے اور اسلام سے مرتد ہو گیا۔ اور جس نے مجھے میری عزت کی وجہ سے رنج پہنچایا اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ اور جس نے مجھے میری

عزت کی وجہ سے رنج پہنچایا اس نے اللہ تعالیٰ کو رنج پہنچایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر بہشت کو حرام کر دیا ہے جس نے میرے اہل بیت پر ظلم کیا یا ان سے جنگ لڑی یا ان کے خلاف کسی کی مدد کی یا ان کو گالیاں دیں۔ (صواعق صفحہ ۲۴۰)

ذریعہ طیبہ کے متعلق چند حکایات

۱۔ تقی قاسی نے حکایت بیان کی کہ ایک امام سلوات مدینہ منورہ کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا اسکی وجہ یہ تھی کہ سلوات میں ایک شخص طبرستانی تھا اس نے وقت پائی تو اس امام نے اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی کیونکہ وہ کبوتروں سے کھیلا کرتا تھا۔ خواب میں اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اور حضرت فاطمہ کو دیکھا کہ حضرت فاطمہ مسجد حرام میں موجود ہیں اور لوگ ان کو سلام عرض کر رہے ہیں حضرت فاطمہ نے اس امام کو دیکھا تو دوسری طرف رخ پھیر لیا۔ پھر یہ امام اس طرف گیا تو آپ نے پھر بھی رخ پھیر لیا۔ تین مرتبہ ایسا کرنے کے بعد اس امام نے حضرت فاطمہ کے قریب جا کر روگردانی کا سبب پوچھا تو فرمایا میرے بیٹے نے وقت پائی اور تو نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ کیا ہمارا جاہ و مرتبہ میر کو اپنے اندر نہیں لے سکتا۔ (صواعق صفحہ ۲۴۲)

۲۔ تقی مقریزی نے یعقوب مغربی سے روایت کی کہ وہ ۷۷۷ھ میں شیخ عابد محمد قاسی کے ساتھ روضہ کرمہ میں تھے تو انہیں شیخ عابد نے کہا کہ میں مدینہ طیبہ کے سلوات بنی حسین سے شیعہ ہو جانے کی وجہ سے بغض رکھتا تھا۔ ایک دن میں قبر شریف کے سامنے سویا تھا۔ خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی آلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے میرا نام لے کر مجھے پکارا اور فرمایا کیا وجہ میں تجھے دیکھتا ہوں کہ تو میری اولاد سے بغض رکھتا ہے میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ مجھے اس بات سے دور رکھے۔ میں آپ کے اولاد سے کراہت نہیں کرتا۔ میں ان کے عمل سے کراہت کرتا ہوں کہ وہ اہل السنہ سے تعصب رکھتے ہیں۔ تو آپ نے ایک فقہی مسئلہ مجھے فرمایا۔ کہ کیا نافرمان بیٹا نسب میں نہیں ملایا جائے گا۔ میں نے کہا کیوں نہیں ملایا جائے گا یا رسول اللہ۔ آپ نے فرمایا یہ بھی نافرمان بیٹا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد سے میری یہ عادت ہو گئی ہے کہ بنی

حسین میں سے جس کسی سے ملتا ہوں اسکی انتہائی تعظیم کرتا ہوں۔ (صواعق) ۳۔
 تقی مقررزی نے رئیس شمس عمری سے روایت کی اس نے کہا کہ جمال محمود
 عجی مختب اور اس کے نائب اور نوکر چاکر سید عبدالرحمن طباطبی کے گھر کو گئے۔ میں
 بھی ان کے ساتھ تھا۔ جمال محمود نے اجازت طلب کی تو سید عبدالرحمن باہر آئے اور
 مختب کو دیکھ کر گہرائے مختب نے کہا مجھے معافی دیجئے۔ سید عبدالرحمن نے کہا
 کس بات کی معافی۔ مختب محمود نے کہا کہ گزشتہ رات آپ سلطان ظاہر برقوق کے
 دربار میں مجھ سے ذرا اوپر بیٹھے تھے۔ آپ کا یہ اوپر بیٹھنا مجھے ناگوار ہوا اور میں نے
 دل میں کہا کہ یہ شخص کس وجہ سے مجھ سے اونچا بیٹھا ہے۔ جب میں رات کو سویا تو
 خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے فرمایا اے محمود تو
 میری اولاد سے نیچے بیٹھنے کو برا جانتا ہے۔ تو سید عبدالرحمن رونے لگے اور کہنے لگے
 کہ میں اس قاتل کہاں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مجھے یاد فرمائیں۔
 ان کے ساتھ سارے حاضرین رونے لگے۔ پھر سب نے سید عبدالرحمن سے دعا کرائی
 اور واپس آئے۔ (صواعق صفحہ ۲۳۳)

۴۔ محدث تقی بن فدا ہاشمی کی نے حکایت بیان کی کہا کہ میرے پاس سید عقیل بن
 حمیل آیا اور رات کا کھانا طلب کیا۔ میں نے معذرت کی اور کھانا نہ دیا۔ اسی رات یا
 دوسری رات میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ نے
 مجھ سے روگردانی فرمائی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کیسے مجھ سے روگردانی فرما
 رہے ہیں حالانکہ میں تو آپ کی حدیث کا خدام ہوں۔ آپ نے فرمایا میں کیسے تجھ سے
 روگردانی نہ کروں حالانکہ میرا بیٹا تجھ سے کھانا مانگتا ہے تو اسے کھانا نہیں دیتا تقی
 فرماتے ہیں کہ صبح کو میں اس سید کے پاس گیا اور معافی مانگی اور حسب طاقت اس
 کے ساتھ احسان کیا۔ (صواعق صفحہ ۲۳۳)

۵۔ جمال عبدالغفار انصاری معروف ابن نوح نے ام نجم الدین بن مطروح سے
 روایت کی جو صالحات میں سے تھی فرماتی ہیں کہ مکہ مکرمہ میں منگنی اور قحط ہوا کہ
 لوگوں نے اس میں چرنے کھائے ہم گھر کے اٹھارہ آدمی تھے آدھے پیالے کی مقدار

کھاتے اور اس پر گزارہ کرتے ہمارے پاس چودہ بوریاں آٹا آیا میرے شوہر نے دس بوریاں اہل مکہ پر تقسیم کر دیں اور چار بوریاں اپنے لئے رکھ لیں جب وہ سویا تو روتا ہوا جاگ۔ میں نے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگا میں نے ابھی خواب میں حضرت فاطمہ الزہرا علی ایہا علیہا السلام کو دیکھا کہ فرما رہی ہیں کہ اے سراج تو گندم کھاتا ہے اور میری اولاد بھوکی ہے تو فوراً اٹھا اور وہ چار بوریاں سادات پر تقسیم کر دیں اور ہمارے پاس کوئی چیز باقی نہ رہی ہم بھوک کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے (صواعق صفحہ ۱۳۳)

۶۔ مقریزی نے معز بن عز قاضی حنابلہ سے روایت کیا جو ملک موند کے ہمیشوں میں سے تھا اس نے کہا کہ میں نے خواب میں اپنے آپ کو مسجد نبوی میں دیکھا گویا قبر شریف کھل گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے کنارہ پر بیٹھے ہیں اور کفن شریف پہنے ہوئے ہیں ہاتھ مبارک سے میری طرف اشارہ فرمایا میں اٹھ کر قریب پہنچا تو مجھے فرمایا کہ موند سے کہہ دے کہ وہ عجلان کو چھوڑ دے عجلان بن سعید امیر مدینہ سید تھے اور ان دنوں ۸۲۲ھ سے محبوس تھے۔ معز نے کہا میں نے یہ خواب ملک موند سے بیان کیا اور قسم کھائی کہ میں نے آج تک عجلان کو نہیں دیکھا جب وہ مجلس ختم ہوئی تو موند تیروں کی نشانی گاہ کی طرف خود گیا اور مینار پر عجلان کو آواز دی اور اسے آزاد کر کر اس سے بہت احسان کئے تھے مقریزی نے کہا کہ میرے اس قسم کی صحیح حکایات بہت ہیں جو اولاد حسن سے اولاد حسین سے تعلق رکھتی ہیں اے مخاطب تو اپنے آپ کو سادات پر طعنہ زنی سے باز رکھ وہ جس حال میں بھی ہوں سے کہہ دے کہ وہ عجلان کو چھوڑ دے عجلان بن سعید امیر مدینہ سید تھے اور ان دنوں ۸۲۲ھ سے محبوس تھے۔ معز نے کہا میں نے یہ خواب ملک موند سے بیان کیا اور قسم کھائی کہ میں نے آج تک عجلان کو نہیں دیکھا جب وہ مجلس ختم ہوئی تو موند تیروں کی نشانی گاہ کی طرف خود گیا اور مینار پر عجلان کو آواز دی اور اسے آزاد کر کر اس سے بہت احسان کئے تھے مقریزی نے کہا کہ میرے اس قسم کی صحیح حکایات بہت ہیں جو اولاد حسن سے اولاد حسین سے تعلق رکھتی ہیں اے مخاطب تو اپنے آپ کو

سلوات پر طعنہ زنی سے باز رکھ وہ جس حال میں بھی ہوں اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے سید مرداح کی آنکھوں پر ہاتھ مبارک پھیرا۔ صبح کو اٹھا تو آنکھیں صحیح سالم تھیں بلکہ یہ آنکھیں پہلی آنکھوں سے زیادہ خوبصورت تھیں۔ یہ بات مدینہ منورہ میں مشہور ہو گئی۔ پھر وہ قاہرہ آئے اور بادشاہ کو پتہ چلا تو وہ سزا دینے والوں پر بہت ناراض ہوا۔ تو سزا دینے والوں نے بہت گواہ پیش کئے۔ انہوں نے گواہی دی کہ ہم نے سید مرداح کو ٹاپٹاپا دیکھا تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں باہر نکل کر بہہ گئی تھیں اور سید مرداح نے بادشاہ کو اپنا خواب بھی سنایا تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ (صواعق صفحہ ۲۴۳)

۸۔ ہمیں یمن کے ایک ولی اللہ نے واقعہ بیان کیا کہ میں نے مع خیال حج کیلئے بحری سفر کیا۔ جب ہم جدہ پہنچے تو چوگلی والوں نے محصول کیلئے ہماری تلاش لی۔ حتیٰ کہ عورتوں کے کپڑوں کے اندر بھی دیکھا تو مجھے بہت غصہ آیا۔ میں نے مکہ کے حکمران سید محمد بن برکت رحمہم اللہ تعالیٰ کے حق میں بددعا کی۔ تو رات کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ مجھ سے اعراض اور روگردانی فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کے اعراض کی کیا وجہ ہے تو آپ نے فرمایا تو نے وہ ظالم نہیں دیکھے جو میرے بیٹے سے زیادہ ظالم ہیں۔ یعنی ان کے حق میں تو بددعا نہیں کی اور میرے بیٹے کے حق میں بددعا کی ہے۔ تو میں خوف کی حالت میں جاگا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کی اور عہد کیا کہ آج سے کسی سید سے کوئی تعرض نہیں کروں گا خواہ وہ جو کچھ کرے۔ (صواعق صفحہ ۲۴۵)

۹۔ ایک ولی اللہ نے واقعہ بیان کیا ہے کہ مصر کے ایک قاجر نے ایک سیدہ کو بدکاری کیلئے جبرا پکڑ لیا۔ وہ قاجر بادشاہ کا خاص اور مقرب تھا۔ وہ سیدہ بھاری بہت حیران ہوئی۔ کیونکہ نماز عشاء پڑھی جا چکی تھی۔ چھوٹنے کا کوئی چارہ نظر نہ آیا تو ایک ولی کے وسیلہ سے دعا کی تو اسی وقت بادشاہ کے قاصد اس قاجر کو پکڑنے کیلئے آئے۔ اور پکڑ کر لے گئے۔ اور سیدہ اس کے بچہ سے آزاد ہو کر چلی گئی۔ تو وہ قاجر بادشاہ سے مل کر واپس نہ آیا۔ یعنی بادشاہ نے اسے قتل کرا دیا۔ یہ اس سیدہ کی کرامت

تھی۔ (صواعق ۲۳۵)

۱۰۔ مقررہی نے کہا کہ مجھے ایک طالب علم نے واقعہ بیان کیا ہے کہ شرفاس میں ایک شخص کا جرم قتل عدالت میں ثابت ہو گیا۔ جج نے قاتل کو قتل کر دینے کا حکم دیا۔ بادشاہ کی طرف سے جج کے پاس قاصد آیا کہ بادشاہ نے فرمایا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں اس قاتل کو قتل نہ کرو۔ جج نے کہا ہم اس کو ضرور قتل کریں گے کیونکہ جرم ثابت ہے۔ دوسرے دن جج نے حکم دیا کہ اس کو قتل کر دو۔ پھر بادشاہ کا قاصد آیا اور کہا کہ بادشاہ نے فرمایا ہے میں نے دوسری بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اس مجرم کو قتل نہ کرو۔ لیکن پھر بھی جج نے وہی بات کہی کہ ہم اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ پھر تیسرے دن جج نے حکم دیا کہ اس قاتل کو قتل کر دو۔ پھر بھی بادشاہ کا قاصد آیا اور اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت نے کہا ہے کہ میں نے تیسری بار نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ فرما رہے ہیں اس مجرم کو قتل نہ کرو۔ جج نے غصہ میں آکر کہا کہ ہم کسی کے خواب کی بنا پر شریعت کو نہیں چھوڑ سکتے اسکو لے جاؤ اور فوراً قتل کرو۔ اسی حال میں ایک انسان ظاہر ہوا اور اس نے مقتول کے وارث سے گفتگو کی تو مقتول کے وارث نے جرم قتل معاف کر دیا۔ حالانکہ قتل ازیں بہت کوشش کی جا چکی تھی لیکن مقتول کے وارث نے معاف نہیں کیا تھا۔ اب جب مقتول کے وارث نے جرم معاف کر دیا تو جج نے بھی حکم دیا کہ اب اس مجرم کو آزاد کر دو۔ بادشاہ کے پاس یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے قاصد بھیجا کہ اس مجرم کو آزاد کرنے کے بعد میرے پاس حاضر کرو۔ جب وہ شخص بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ تیرا جو واقعہ ہو مجھے سچ بیان کر دے۔ اس نے کہا کہ قتل کا میرا جرم جو عدالت میں ثابت کیا گیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ میں اور میرا مقتول ہم دونوں شراب پی رہے تھے۔ اس میرے ساتھی نے ایک سیدہ سے زنا کرنا چاہا۔ میں نے اس سیدہ کے احترام کی بنا پر اسے منع کیا لیکن وہ اپنے ارادہ سے باز نہ آیا۔ مجھے قتل کے بغیر اور کوئی صورت سیدہ کے بچانے کی نظر نہ آئی تو میں نے اپنے ساتھی کو

قتل کر دیا اور سیدہ کو بچا لیا۔ بادشاہ نے کہا ”یقیناً“ تیری بات سچی ہے کہ میں نے تین مرتبہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرما رہے کہ اس قاتل کو قتل نہ کرو۔ (مواہق صفحہ ۲۳۵)

۱۔ بعض حفاظ حدیث نے روایت بیان کی ہے کہ ایک عورت نے متوکل کے دربار میں دعویٰ کیا کہ میں سیدہ ہوں۔ متوکل نے حضرت امام علی عسکری کو بلایا اور ان سے پوچھا کہ یہ عورت سیدہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ کیا آپ اس کو جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حسین کی اولاد کو درندوں پر حرام کر دیا ہے اس عورت کو شیر کے بنجرے میں ڈال دو تو پتہ چل جائے گا کہ یہ سچی ہے یا جھوٹی۔ جب اس عورت نے یہ بات سنی تو ڈر گئی اور اپنے جھوٹے ہونے کا اعتراف کر لیا۔ پھر جب امام علی عسکری اپنے گھر واپس چلے آئے تو درباریوں نے متوکل سے کہا کہ آپ امام علی عسکری پر اس قسم کا تجربہ کیوں نہیں کرتے۔ جب وہ خود کہہ چکے ہیں کہ حسین کی اولاد کو اللہ تعالیٰ نے درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ خلیفہ عباسی متوکل چند دنوں کے بعد اپنے محل کے بالا خانہ میں بیٹھ گیا۔ اور حکم دیا کہ اس محل کے محن میں چار پانچ خوفناک شیر چھوڑ دو۔ پھر امام علی عسکری کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب وہ آئیں محن میں قدم رکھیں تو باہر کا دروازہ بند کر دو اور ان سے کہہ دو کہ بادشاہ بالا خانہ میں بیٹھا ہے۔ شیر لا کر محل کے محن میں چھوڑے گئے تو وہ آزادی کی خوشی میں دھاڑنے لگے اور ان کی ہولناک آوازوں سے سارا بغداد گونج اٹھا۔ پھر بادشاہ کے قاصد امام علی عسکری کو بلا لائے۔ جب آپ نے محن میں قدم مبارک رکھا تو پیچھے سے دروازہ بند کر دیا گیا اور کہہ دیا گیا کہ بادشاہ محل کے بالا خانے میں تشریف فرما ہے۔

جب شیروں نے آپ کو دیکھا تو بالکل خاموش ہو گئے۔ اور ادب کی وجہ سے ان پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اور نہایت خاموشی اور خوشی سے آپ کی طرف آنے لگے اور آپ بھی محل کی طرف بڑھنے لگے۔ وہ سب سر جھکائے ہوئے آپ کے پاس آکر آپ کا طواف کرنے لگے۔ آپ اپنے ہاتھ پر آستین ڈال کر ان کے بدن پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ متوکل بالا خانہ سے یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر آپ سیڑھی پر چڑھے اور متوکل کے

پاس جا کر بہت دیر باتیں کرتے رہے۔ اور شیر آپ کے انتظار میں نہایت خاموشی اور ادب سے کھڑے رہے۔ جب آپ واپس ہوئے تو شیروں نے پھر آپ کا طواف کیا۔ پھر آپ واپس اپنے گھر چلے آئے تو متوکل نے آپ کی خدمت میں بڑے انعامات بھیجے۔

پھر درباریوں نے متوکل سے کہا کہ آپ بھی ہمیں اس طرح کر دکھائیں جس طرح آپ کے چچا زاد نے کیا ہے۔ متوکل بولا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ پھر متوکل نے درباریوں کو حکم دیا کہ اس واقعہ کو لوگوں میں ظاہر نہ کریں۔ (صواعق صفیہ ۲۰۵)

۴۔ ابو نعیم اور سلفی نے روایت بیان کی ہے کہ جب ہشام بن عبدالملک نے اپنے باپ کی زندگی میں حج کیا۔ ازدحام اور انہوہ کی وجہ سے حجر اسود تک نہ پہنچ سکا۔ تو زمزم کے قریب اس کے لئے ممبر نصب کیا گیا۔ ممبر پر بیٹھ کر طائفین کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور اس کے گردا گرد شامی سردار تھے اچانک حضرت امام زین العابدین طواف کیلئے تشریف لائے۔ جب آپ حجر اسود کے قریب پہنچے تو سب لوگ حجر اسود سے ہٹ گئے حتیٰ کہ آپ نے حجر اسود کو چوم لیا۔ شامی سرداروں نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہے جس کیلئے سب لوگ حجر اسود سے ہٹ گئے ہیں۔ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں شامی لوگوں کے دلوں میں امام زین العابدین کی عظمت کا تصور نہ آجائے کہا میں نہیں جانتا یہ کون ہے۔ فرزدق شاعر محب اہل بیت قریب سے ہشام کی بات سن رہا تھا اس نے کہا اس شخص کو میں جانتا ہوں۔ اور بالبدانتہ قصیدہ پڑھا۔ جس کے بعض اشعار درج ذیل ہیں۔

۱۔ ہذا الذی تعرف البطحاء و ملاتہ۔ والبت یعرفہ والعل والعرم

۲۔ ہذا ابن خیر عبد اللہ کلہم۔ ہذا التقی التقی الطاہر العلم

۳۔ افارانتہ قریش قال قاتلہا۔ الی مکرم ہذا بنتہی الکرم

۴۔ بنی الی ذرۃ العزالتی نصرت۔ عن نیلہا عرب الاسلام والمعجم

۵۔ ہذا ابن فاطمہ ان کنت جلیلہ۔ بجلہ نبیہ اللہ قد ختموا

۶۔ فلیس قولک من ہذا بضائر۔ العرب تعرف من الفکرت والمعجم

۷۔ من معشر جہم دین وفضہم۔ کفر وقرہم منجی ومعصم۔

۸۔ لا یستطیع جواد بعد خلقتہم۔۔ ولا یلنا نہم قوم وان کروا

ترجمہ اشعار فرزدق

۱۔ یہ وہ شخص ہے جس کی رفتار کو سرزمین مکہ پہنچاتی ہے۔ خود بیت اللہ بھی اس کو پہنچاتا ہے اور سرزمین حرم اور بیرون حرم بھی اس کو پہنچاتی ہے۔

۲۔ جو اللہ تعالیٰ کے سب بندوں سے بہتر ہے یہ اسی کا بیٹا تو ہے۔ یہ سب گناہوں سے بچنے والا۔ اور سب آلائشوں سے صافی۔ اور ہر نجاست سے پاک اور قدرت الہی کا نشان ہی تو ہے۔

۳۔ جب قبیلہ قریش اس کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ نیک سیرت کی ترقی اس کے ستودہ صفات پر جارہی ہے۔

۴۔ یہ عزت کی چوٹی تک بڑھا چلا جاتا ہے۔ جس چوٹی تک پہنچنے سے سب عرب اور عجم قاصر ہیں۔

۵۔ اگر تو اسکو نہیں جانتا تو میں تجھے بتا دیتا ہوں کہ یہ حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے جس کے جہاد پر سب نبیوں کی نبوتیں ختم ہو گئیں۔

۶۔ تیرا یہ کہنا کہ یہ کون ہے اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جس کو تو نہیں جانتا اس کو عرب اور عجم سب جانتے ہیں۔

۷۔ یہ اس گمراہے کا فرد ہے جن کی محبت دین ہے اور ان کا بغض کفر ہے۔ اور ان کا قرب جائے نجات اور جائے تحفظ ہے۔

۸۔ کوئی تیز رفتار گھوڑا ان کی نہایت تک پہنچنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ اور کوئی قوم خواہ کریم ہو ان کی ہمسری نہیں کر سکتی۔

جب ہشام نے یہ اشعار سنے تو ناراض ہوا اور فرزدق کو عصفان کی جیل میں محبوس کر دیا۔ حضرت امام زین العابدین کو پتہ چلا تو بارہ ہزار درہم فرزدق کو بھیجے اور معذرت کی کہ اگر ہماری پاس اور درہم ہوتے تو اس سے زیادہ تمہاری حوصلہ افزائی

کرتے۔ فرزدق نے یہ کہہ کر لینے سے انکار کر دیا کہ میں نے یہ اشعار اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کہے تھے۔ انعام لینے کیلئے نہیں کہے تھے۔ حضرت امام زین العابدین نے یہ فرما کر دوبارہ اسکو بھیجے کہ ہم اس گھرانے کے فرد ہیں جو دی ہوئی چیز پھر واپس نہیں لیتے۔ تو فرزدق نے قبول کر لئے۔ پھر فرزدق نے جیل ہی میں ہشام کی جھوٹ لکھی اور اس کو بھیجی۔ ہشام نے بدل خواستہ اسے آزاد کر دیا (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم)

اعتراض

قرآن مجید سے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مدارِ نجات تقویٰ ہے نسب کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کوئی عزت نہیں۔ جب آیہ اندر عشر تک الاقرین نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے قریش کو بلایا۔ جب وہ جمع ہوئے تو سب سے فرمایا تم اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا۔

يا فاطمه بنت محمد يا صفية بنت عبدالمطلب يا بنی المطلب لا املك لكم من الله شيئا غير ان لكم رحما سهلها۔

ترجمہ۔ ”اے فاطمہ بنت محمد اے صفیہ بنت عبدالمطلب اے مطلب کے بیٹو میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں۔ میرا تم سے رشتہ ہے جس کو میں جوڑوں گا۔“

طبرانی نے حدیث بیان کی کہ آپ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت یہ نہ سمجھیں کہ وہ مجھ سے سب لوگوں کی نسبت زیادہ قرب رکھتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ میرے دوست تم میں سے وہ لوگ ہیں جو متقی ہیں خواہ وہ جس خاندان سے ہوں اور جہاں رہتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے۔ ان اکرم مکم عند اللہ اتقاکم اللہ تعالیٰ کے حضور میں تم میں سے زیادہ عزت پانے والے وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سے زیادہ متقی ہوں گے۔

تو معلوم ہوا کہ مدارِ نجات اور مدارِ قرب الہی تقویٰ ہے۔ نسب نہیں۔ پھر تمہارا اکرام اہل بیت کس بنا پر ہے۔ اگر اہل بیت کے تقویٰ کی بنا پر ہے تو یہ ان کی

خصوصیت نہیں۔ اگر نسب کی شرافت کی بنا پر ہے تو نسب کی شرافت اللہ تعالیٰ کے ہاں معتبر نہیں۔

جواب

جب آیت انذار نازل ہوئی تو آپ نے اپنے سب اقارب سے فرمایا کہ اگر تم اللہ کی وحدانیت اور میری رسالت پر ایمان نہ لائے تو تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آئے گا اور میں اس عذاب کو دفع نہیں کر سکوں گا۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ کفر کی صورت میں آپ کے اہل بیت سے ہونا کچھ مفید نہیں۔ اور کفار کیلئے شفاعت بھی نہیں ہوگی۔ گزشتہ آیتہ الخالق ذریت میں صراحہ ایمان کی شرط موجود ہے یعنی مومن اولاد کو آباء کی بہشت میں داخل کر دیا جائے گا جہاں آپ فرما رہے ہیں کہ میں تمہارے کسی نفع کا مالک نہیں ہوں تو یہ عدم ملک نفع کفر کی صورت میں ہے۔ ایمان کی صورت میں آپ کی ذریت بہشت میں آپ کے ساتھ ہوگی۔ درجہ تمہد ہو گا اور گنہگار مومنین کیلئے آپ کی شفاعت یقینی ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا شفاعتی لائل الکبائر من امتی۔ کہ میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کیلئے ہوگی کافروں کی شفاعت کی اجازت کسی نبی کو نہیں ملے گی۔ شفاعت بھی بشرط ایمان ہوگی علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نسب اور سبب بھی قیامت کے دن نافع ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر سبب اور نسب قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا بغیر میرے نسب و سبب کے۔“ سبب علاقہ زوجیت کو کہتے ہیں۔

جہاں آپ نے حضرت فاطمہ اور حضرت صفیہ سے فرمایا کہ تم سے اللہ تعالیٰ کا عذاب دفع نہیں کر سکتا وہاں عدم دفع مخصوص بحالت کفر ہے۔ اور آپ کا یہ فرمانا کہ قیامت کے دن مجھ سے زیادہ قریب میرے رشتہ دار نہیں ہوں گے مجھ سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے۔ اس بنا پر ہے کہ یہاں اپنے اہل بیت کو تقویٰ کی طرف راغب فرمایا ہے تاکہ اکتساب کمالات کسب سے آپ کے اہل بیت غافل نہ ہو جائیں۔ اور ان میں اس نسب شریف کی وجہ سے غرور پیدا نہ ہو جائے۔ چنانچہ آپ

کے ارادہ کے موافق اہل بیت تقویٰ کی نہایت قصویٰ تک پہنچے اور امام الایقان کلائے تو پوری امت کے متعین سے فائق ہو گئے۔ کیونکہ اقیانام امت میں فقط تقویٰ ہے اور اہل بیت میں تقویٰ بھی ہے اور شرافت نسب بھی اس لئے ان کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قرب آحاد امت سے زیادہ حاصل ہوگا۔

ایک ضروری توضیح باقی رہ گئی ہے وہ یہ ہے کہ گنہگاروں کا انبیاء یا صالحین کی شفاعت سے بشت میں جانا یا آپ کی ذریت طاہرہ کا آپ کے ساتھ بشت میں رہنا آیتہ ان کو یکم عند اللہ اتفاقم کے خلاف نہیں۔ بلکہ یہ بھی اکرام تقویٰ ہے۔

گنہگاروں کا کسی نبی یا صالح کی شفاعت سے بشت میں جانا اس نبی یا صالح کے تقویٰ کا اکرام ہے اور آپ کی ذریت طاہرہ کا گنہگار ہونے کی صورت میں بھی آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ رہنا آپ کے تقویٰ کا اکرام ہے۔ تو اکرام عند اللہ تقویٰ میں منحصر ہو گیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

عود بسوئے خصائص ذریت طاہرہ

سرکار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بلکہ ہر نبی میں دو صفیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک نبوت اور دوسری ولایت نبوت کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے پھر کر مخلوق کی طرف متوجہ ہونا ہے اور ولایت کی حقیقت مخلوق سے پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ہے یہ دونوں صفیں ہر نبی میں موجود ہوتی ہیں۔ مشکلیں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ نبی کی ولایت نبی کی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ اسی بنا پر آپ کی ولایت آپ کی نبوت سے افضل ہوئی۔ اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ مومن جب تک اپنے آپ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صفات پیدا نہ کرے اس وقت تک کامل مومن نہیں بن سکتا۔ جس قدر آپ کے صفات مومن میں زیادہ ہونگے اس قدر مومن کا درجہ کمال اعلیٰ ہوگا۔ چنانچہ آپ کی نبوت کا ظہور مومن میں بائیں معنی ہوتا ہے کہ مومن مصلح خلق اور آمر بالمعروف اور نای عن المنکر ہوتا ہے اور آپ کی ولایت کا ظہور بھی مومن میں بائیں صورت ہوتا ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ سے قرب اور اتصال عبادت رکھتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں

بھی آپ کی نبوت اور ولایت کا ظہور ہے۔ اور آپ کی ذریت طاہرہ میں بھی دونوں صفتوں کا ظہور ہے لیکن صحابہ کرام پر نبوت کی مظہریت غالب ہے اور آپ کی ذریت طاہرہ پر آپ کی ولایت کی مظہریت غالب ہے۔

ذکر شاہ ولی اللہ الدہلوی فی کتابہ التظہرات الالہیہ۔ فی ولایت ارواح ائمتہ اہل البیت فی حظیرہ القدس باتم وجہ واجمل وضع۔ وعلمت ان منکرہم والمشاہدین لہم فی خطر عظیم لکن وجوہہم منصرفہ الی الباطن والخلاتہ لاتستعجب الامن کان وجہہ منصرف لہ الی الظاہر۔ فہذا السبب طلبوا الخلافتہ ومانعوا علی وجہہا وکنک کل من لہ وسوخ قدم فی خطیرۃ القدس لان الانکلو علیہ واضلوا الوحر منہ یورث الخزی فی البعد من اللہ تعالیٰ۔ (حاشیہ صواعق صفحہ ۱۷۵)

ترجمہ۔ ”حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے اپنی کتاب التظہرات الالہیہ میں ذکر فرمایا کہ میں نے ائمہ اہل بیت کی روحوں کو خطیرہ القدس یعنی طاء الاعلیٰ میں پوری طرح خوبصورت دیکھا ہے اور میں نے جان لیا ہے کہ ان کا منکر اور ان سے بغض رکھنے والا بہت بڑے خطرے میں ہے۔ لیکن ان کے چرے باطن کی طرف متوجہ ہیں۔ اور خلافت ان کو ہی سازگار آتی ہے جن کے چرے ظاہر کی طرف متوجہ ہوں۔ اسی وجہ سے انہوں نے خلافت طلب کی اور پورے طور کامیاب نہ ہوئے اسی طرح جس کا قدم خطیرہ القدس میں راسخ ہو اس کا انکار اور اس سے دشمنی پوری رسوائی اور لعنت کا باعث بنتی ہے۔“

شاہ اللہ صاحب کی عبارت مذکورہ سے واضح ہو گیا کہ آپ کی ذریت طاہرہ پر مظہریت ولایت غالب ہے اس لئے خلافت ان کو سازگار نہیں آئی۔

آپ کی ولایت آپ کی نبوت سے افضل ہے تو جن لوگوں پر آپ کی افضل صفت کا پورا ظہور ہے یقیناً وہ سب صحابہ سے افضل ہیں جن پر نبوت کا ظہور غالب ہے۔ قبل ازیں بھی دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ آل عبا۔ حضرت فاطمہ۔ حضرت علی۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین کل افراد امت مسلمہ سے افضل ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ محمد الف ثانی مکتوب شریف میں لکھتے ہیں۔

ای برادر حضرت امیر چونکہ حامل ہوا ولایت محمد اند علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والعتیقہ تربیت مقام ابدال و اقطاب و اولاد کہ اولیا عزت اند و جانب کمالات ولایت دیشان غالب است مغوض ہمداد و ملت حضرت است۔ سر قطب الاقطاب کہ قطب مدار است زیر قدم اوست۔ قطب مدار و عملیات و رعایت او مبہم خوفاً سرانجام می نہاید و قوسعدہ ملتوت برمی آید۔ حضرت قاطمہ و امین نیز دین مقام باحضرت امیر رضی اللہ عنہم شریک اند۔ (دفتر اول مکتوب نمبر ۲۵۱) منقول قوسلک امام وفتی۔

ترجمہ۔ ”اے برادر چونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولایت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والعتیقہ کی صفت کے حامل ہیں۔ اس لئے اقطاب ابدال او تاد کے مقام کی تربیت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امداد و اعانت کے سپرد ہے۔ اور یہ اولیا مذکوریں اولیاء عزت کہلاتے ہیں۔ اور ان پر ولایت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ قطب الاقطاب جسے قطب مدار بھی کہتے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا قدم مبارک اس کے سر پر ہوتا ہے۔ قطب مدار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حمایت و رعایت ہی کے ذریعہ اپنی ڈیوٹی انجام دے سکتا ہے اور اپنے عمدہ قطب مدار کو سنبھال سکتا ہے۔ حضرت قاطمہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کام میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔“

حضرت مجدد صاحب کے ارشاد سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ اس تربیت قطب مدار میں یہ چاروں حضرت علی۔ حضرت قاطمہ۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک ہیں اور اس تصرف میں یہ چاروں بمنزلہ فرد واحد ہیں۔

اور یہ بات اپنے مقام پر واضح طور پر موجود ہے کہ اسی قطب مدار کے ذریعہ دنیا بحر کے اولیا کو فیض پہنچتا ہے۔ تو نظام ولایت ہر وقت ان چاروں کا محتاج ہے۔ یہ چار سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فیض حاصل کرتے ہیں اور قطب مدار کے ذریعہ دنیا بحر میں تقسیم فرماتے ہیں۔ بچتن پاک کی یہ بادشاہی ہمیشہ قائم ہے۔ یہ چاروں حضرات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے ولایت حاصل کر رہے ہیں۔

اور تمام دنیا کو نور ولایت سے منور کر رہے ہیں۔ اور صحابہ کرام آپ کی نبوت کا مظہر ہیں۔ یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ نبی کی ولایت اسکی نبوت سے افضل ہوتی ہے۔ تو آپ کی ذریت طاہرہ کا اس حیثیت سے بھی صحابہ کرام سے افضل ہونا ثابت ہو گیا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیک وعلیٰ آلک یا رسول اللہ حضرت زہراء علیہا علیہا علیہا

الصلوة والسلام اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا زواج یعنی یہ۔

ترجمہ ”جب حضرت زہراء جوان ہوئیں تو سادات مہاجرین و انصار نے خطبہ کیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس بارہ میں وحی الہی کا پھر ہوں۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے بھی خطبہ کیا تو ان کو بھی آپ نے فرمایا کہ فاطمہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ پھر ابوبکر اور عمر اور سعد بن معاذ مسجد نبوی میں بیٹھے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رشتے کے بارہ میں گفتگو کر رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ بڑے لوگوں نے حضرت فاطمہ کا خطبہ کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ فرما کر رد فرما دیا ہے کہ فاطمہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے لیکن علی نے نہ خطبہ کیا ہے اور نہ اس بارہ میں کوئی مذاکرہ کیا ہے۔ میرے خیال میں علی کا یہ عمل ترک خطبہ تنگ دستی کی وجہ سے ہے اور یہ بھی میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم فاطمہ کو علی کیلئے روکے ہوئے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر سعد کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے تم میرے ساتھ علی کے پاس چلتے ہو۔ ہم چل کر علی سے کہیں کہ فاطمہ کا خطبہ کرے۔ اگر تنگ دستی مانع ہوگی تو ہم اس کی امداد کریں گے۔ حضرت سعد نے کہا دھک اللہ یا ہاکو۔ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تجھے نیک کاموں کی توفیق دے۔ تو یہ لوگ مسجد نبوی سے نکلے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی عبادت گاہ میں تلاش کیا تو ان کو وہاں نہ پایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ کے ذریعہ پانی نکال کر ایک انصاری کے باغ کو اجرت پر پلاتے تھے۔ تو یہ لوگ ادھر متوجہ ہوئے جب حضرت علی نے ان کو دیکھا تو فرمایا کہ تمہارے پیچھے کیا ہے ان لوگوں نے کہا خیر ہے۔ حضرت ابوبکر نے گفتگو شروع کی اور کہا اے ابو الحسن کوئی نیکی کا کام

ایسا نہیں جس میں آپ سب سے آگے بڑھے ہوئے نہ ہوں۔ آپ کو جو قربت نبی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علی آلہ وسلم سے حاصل ہے وہ کسی کو حاصل نہیں اشراف ترین نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دختر فاطمہ کا خطبہ کیا ہے لیکن آپ نے یہ فرما کر رد فرما دیا ہے۔ کہ فاطمہ کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے کیا وجہ ہے کہ آپ خطبہ نہیں کرتے مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاطمہ کا معاملہ آپ ہی کیلئے روکے ہوئے ہیں۔ تو حضرت علی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمانے لگے اے ابوبکر آپ نے میری خستہ تمناؤں کو جگا دیا ہے۔ اللہ کی قسم میرے دل میں سیدہ فاطمہ کی بڑی رغبت ہے۔ لیکن میری حکمدستی خطبہ سے مانع ہے تو حضرت ابوبکر نے فرمایا اے ابوالحسن آپ اس طرح نہ فرمائیں۔ دنیا اور اسکی موجودات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ پھر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اپنا اونٹ کھولا اور اسے اپنے گھرا لے اور باندھ دیا اور گھر سے جوتا لیکر پن لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ ام سلمہ کے گھر میں موجود تھے آپ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت ام سلمہ نے پوچھا کون ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور دروازہ کھول دے یہ ایسا شخص ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں اور یہ ان سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت ام سلمہ نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ یہ کون ہے آپ نے فرمایا یہ میرا بھائی ہے اور ساری مخلوق سے مجھے پیارا ہے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں جلدی سے دروازے کی طرف گئی اور میرے پاؤں پر دے کی چادر کی وجہ سے لڑکھڑاتے گئے۔ میں نے دروازہ کھولا تو وہ علی بن ابی طالب تھے۔ اللہ کی قسم جب تک میں واپس آکر پردے میں داخل نہ ہوئی اس وقت تک حضرت علی نے گھر کے اندر قدم نہیں رکھا پھر جب وہ داخل ہوئے تو حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ پھر آپ نے علی سے فرمایا بیٹہ جا تو وہ آپ کے سامنے سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت علی

سے کچھ کتنا چاہتے ہیں لیکن شرم کے مارے کہہ نہیں سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی گویا تو کسی حاجت کا قصد رکھتا ہے تو اپنے دل کی بات خود کہہ دے۔ مجھ سے متعلق تیری جو حاجت ہوگی وہ پوری کی جائے گی۔

تو حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے مجھے اپنے چچا ابوطالب سے اور فاطمہ بنت اسد سے اس حالت میں لیا کہ میں لایق بچہ تھا۔ آپ ہی نے مجھے ہدایت دی اور تہذیب و تادیب کے ساتھ تربیت فرمائی۔ تو آپ شفقت کے اعتبار سے ابوطالب اور فاطمہ بنت اسد سے بہتر ثابت ہوئے کہ آپ نے مجھے ہدایت دی اور شرک کے برے عقائد سے بچایا۔ آپ یا رسول اللہ دنیا اور آخرت میں میرا ذخیرہ اور وسیلہ ہیں ان سب احسانوں کے باوجود میں زوجہ کا خواستگار ہوں۔ اور آپ کی بیٹی فاطمہ کے خطبہ کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ یا رسول اللہ کیا آپ اسے میرے عقد میں دیں گے۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر نظر ڈالی تو آپ کا چہرہ خوشی اور فرحت کی وجہ سے چمک رہا تھا۔

اور مسکرا کر حضرت علی سے فرمایا اے علی تیرے پاس فاطمہ کے مہر کی کوئی چیز ہے۔ حضرت علی نے کہا اللہ کی قسم یا رسول اللہ میرا حال آپ سے پوشیدہ نہیں۔ میں فقط تین چیزوں کا مالک ہوں۔ زرہ۔ تلوار۔ پانی نکالنے والا اونٹ آپ نے فرمایا تلوار ضروری ہے تو اس کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرے گا۔ اور اونٹ کے ذریعہ اپنے اہل و عیال کی روزی کمائے گا اور سفر میں اس پر سامان لاوے گا۔ لیکن زرہ کے عوض میں نے فاطمہ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے اور اسی مقدار پر میں رضامند ہوں۔ اور فرمایا اے ابوالحسن تجھے بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان میں فاطمہ کا نکاح تیرے ساتھ کر دیا ہے پھر میں نے زمین میں کیا ہے تیرے آنے سے پہلے آسمان سے ایک فرشتہ اترا ہے میں نے کوئی فرشتہ اس کی مثل نہیں دیکھا کہ اس کے مختلف چہرے اور چند پر تھے اس فرشتے نے آکر کہا کہ یا رسول اللہ آپ کو بکھرے موتیوں کے جمع ہونے اور نسل کی طہارت کی بشارت ہو۔ میں نے فرشتے سے کہا وہ کیا ہے اس نے

کما اے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم میں سبائیل فرشتہ ہوں۔ عرش کا ایک پایہ اٹھانے پر لگا ہوں۔ آپ کو بشارت دینے کیلئے اللہ تعالیٰ سے اذن حاصل کیا ہے۔ یہ جبریل میرے پیچھے آرہا ہے۔ اور آپ کے رب کی طرف سے آپ کو کرامت کی خبر دے گا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اس فرشتے نے ابھی بات مکمل نہیں کی تھی کہ جبریل علیہ السلام اترے اور کما السلام علیک یا رسول اللہ در رحمۃ ویرکات۔ پھر میرے ہاتھ میں ایک سفید ریشم رکھا جس میں نور سے دو سطریں لکھی ہوئی تھیں میں نے کما اے حبیب جبریل یہ خطوط کیا ہیں۔ جبریل علیہ السلام نے کما بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر نظر فرمائی تو آپ کو ساری مخلوق سے برگزیدہ کیا اور ساری مخلوق کا رسول بنایا۔ پھر دوبارہ اس پر نظر فرمائی تو آپ کے لئے بھائی و ذریہ دوست محبوب چنا اور اس سے آپ کی بیٹی فاطمہ کو بیاہا۔ میں نے کما حبیب جبریل وہ کون شخص ہے جبریل علیہ السلام نے کما وہ آپ کا دینی بھائی اور نبی پچھا زاد علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہشتیوں کو وحی فرمائی کہ مزین ہو جاؤ اور حوروں کو وحی فرمائی کہ وہ بھی زیب نہمت کریں اور درخت طوبی کو وحی فرمائی کہ زیوروں اور جوڑوں کے ثمر اٹھائے اور فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ چوتھے آسمان میں بیت المعمور کے سامنے جمع ہو جائیں۔ تو ملا الاعلیٰ فرشتے اترے اور اللہ تعالیٰ نے رضوان خازن جنت کو امر فرمایا کہ وہ بیت المعمور پر کرامت کا ممبر نصب کرے۔ یہ وہ ممبر ہے جس پر حضرت آدم علیہ السلام نے خطبہ دیا تھا جب اللہ تعالیٰ نے ان کو اسماء سکھائے تھے اور ملائکہ المحجب میں ایک فرشتہ کو حکم دیا جس کا نام راحیل ہے کہ اس ممبر پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور ثناء پڑھے۔ جب اس نے پڑھے تو آسمانوں کے فرشتے فرحت اور سرور میں جمعوے۔ اور جبریل نے کما کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تو عقد نکاح کر دے کیونکہ میں نے اپنے دوست علی کو اپنی پابندی فاطمہ بیاہ دی ہے جو میرے رسول اور سب مخلوق سے برگزیدہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دختر ہیں تو جبریل علیہ السلام نے کما کہ میں نے عقد نکاح کر دیا اور اور فرشتوں کو گواہ بنایا اور ان کی گواہی اس حریر میں درج کی مجھے رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس حریر کو آپ کی

خدمت میں لاؤں اور اس پر سفید مٹک کی مر لگا دوں۔ رضوان خازن جنت کے حوالے کروں۔ جب اللہ تعالیٰ نے علی اور فاطمہ کی شادی بیاہ پر اپنے فرشتوں کو گواہ بنایا تو درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ وہ زیور اور جوڑے نیچے گرائے۔ چنانچہ اس نے نیچے گرائے اور حوروں اور فرشتوں نے چنے۔ اور حوزیں یہ زیور اور جوڑے قیامت تک ایک دوسرے کو ہدیہ کے طور پر دیں گی۔ اور مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میں آپ کو علی اور فاطمہ کی شادی بیاہ میں بھی کر دینے کا حکم سناؤں۔ اور فاطمہ کو دو پاک اور افضل بیٹوں کے والد کی بشارت سناؤں جو دنیا میں بھی خیر ہو گئے اور آخرت میں بھی۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوالحسن وہ فرشتہ یہاں سے گیا ہے تو ادھر سے تو نے دروازہ کھٹکھٹایا ہے اے ابوالحسن تو میرے آگے مسجد کو چل۔ میں ابھی آتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سب لوگوں کے سامنے حقے عقد نکاح دیتا ہوں۔ اور تیرے فضائل کا ذکر لوگوں کے سامنے کرتا ہوں جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈی ہو گی۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ میں وہاں سے جلدی نکلا اور میں نہایت خوشی کی وجہ سے لاپہل تھا تو مجھے راستہ میں ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے۔ انہوں نے پوچھا کہ تیرے پیچھے کیا ہے اے ابوالحسن میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ مجھ سے بیاہ دی ہے۔ اور یہ بھی مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں فاطمہ مجھ سے بیاہ دی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پیچھے مسجد آرہے ہیں۔ اور اس بات کو لوگوں کی موجودگی میں بیان فرمائیں گے تو یہ دونوں حضرات خوش ہوئے اور مسجد میں داخل ہوئے۔ یہ ابھی مسجد کے درمیان نہیں پہنچے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کا چہرہ انور خوشی سے چمک رہا تھا۔ تو فرمایا اے بلال۔ مہاجرین اور انصار کو بلا۔ بلال بلانے کے لئے گئے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر کے قریب بیٹھ گئے حتیٰ کہ لوگ جمع ہو گئے پھر آپ ممبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کا حمد و ثناء کیا۔ پھر فرمایا اے مسلمانوں جبریل علیہ السلام میرے پاس آیا اور بتایا کہ اللہ

تعالیٰ نے بیت المعمور کے پاس فرشتوں کو گواہ بنا کر میری بیٹی فاطمہ اپنے بندہ علی بن ابی طالب سے بیاہ دی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں بھی زمین میں بھی اسے علی سے بیاہ دوں اور تم لوگوں کو گواہ بناؤں۔ پھر آپ بیٹھ گئے اور حضرت علی سے فرمایا اے علی اٹھ اور اپنے لئے خطبہ پڑھ۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے خطبہ پڑھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر حمد ہے اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ہے۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی عبادت کی لائق نہیں وہ اکیلا ہے۔ اس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ شبیہ اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے بندہ اور اسکے رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس پر اور اس کی آل پر اور اس کے اصحاب پر اور اس کی ازواج پر ہمیشہ صلوٰۃ فرمائے جو اس کو راضی کر دے اما بعد بے شک نکاح سنت ہے اللہ تعالیٰ نے اسکی اجازت دی ہے بلکہ حکم دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ مجھ سے بیاہ دی ہے اور اس کا میری زرہ کو بنایا ہے میں بھی اس بات پر رضا مند ہوں اور آپ بھی رضا مند ہیں۔ تم سب یہ بات آپ سے پوچھ لو اور گواہ بن جاؤ سب مسلمانوں نے مبارک باد کہا اور دعائیں دیں۔ پھر آپ اپنی بیویوں کے پاس چلے گئے اور ان کو حکم دیا کہ فاطمہ کیلئے دف بجائیں آپ کی سب بیویوں نے حضرت فاطمہ کے پاس جا کر دف بجائے

حضرت علی نے فرمایا کہ میں نے وہ زرہ لے لی اور بازار کو بیچنے کے لئے چلا۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چار سو درہم میں فروخت کی۔ جب میں نے قیمت وصول کر لی اور حضرت عثمان نے زرہ پر قبضہ کر لیا تو حضرت عثمان فرماتے لگے کہ اب یہ قیمت آپ کی ہے اور زرہ میری ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں یہ زرہ آپ کو ہدیہ کے طور پر دیتا ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا میں ان درہموں کو اور زرہ کو لے کر رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات بھی سنائی۔

آپ نے حضرت عثمان کے حق میں دعا فرمائی۔ اور آپ نے ان درہموں سے مٹی بھر درہم لئے پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ درہم دے کر فرمایا کہ فاطمہ کے بیاہ کا سودا خرید لاؤ۔ حضرت سلمان اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی ان کے ساتھ بار ہمداری کیلئے روانہ فرمایا۔

حضرت ابوبکر فرماتے ہیں کہ جو درہم آپ نے مجھے دئے وہ تریسٹھ ۳ تھے۔ تو میں نے کھدر کا ایک کچھونا جو اون سے بھرا تھا خریدا اور ایک چڑے کا دسترخوان اور ایک چڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔ اور ایک پانی کی مٹک اور چند کوزے اور اون کا باریک پردہ۔ کچھ چیزیں میں نے اٹھائیں اور کچھ سلمان نے اور کچھ بلال نے۔

ہم نے یہ ساری چیزیں لاکر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے سامنے رکھ دیں۔ جب آپ نے دیکھا تو روئے اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر یہ دعا فرمائی اے اللہ اس قوم کو برکت دے جن کا شعار تجھ سے ڈرنا ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں کہ زرہ کے باقی درہم آپ نے حضرت ام سلمہ کو بطور امانت دئے۔ اس کے بعد ایک مہینہ تک میں نے اس بارہ میں آپ سے کوئی بات نہیں کی۔ حیا حائل رہا۔ لیکن جب میں تھا آپ سے ملتا تو آپ فرماتے اے ابوالحسن میں نے سارے عالمین کی سردار تجھ سے بیای ہے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ ایک مہینہ کے بعد میرے بھائی عقیل بن ابی طالب میرے پاس آئے اور کہا میرے بھائی میں کسی بات پر اس قدر خوش نہیں ہوا جس قدر آپ کے اور فاطمہ کے نکاح پر خوش ہوا ہوں۔ اب اگر رخصتی ہو جائے اجتماع سے ہاوی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی میں نے کہا اللہ کی قسم میں بھی یہ بات چاہتا ہوں لیکن رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے حیا مانع ہے۔ میرے بھائی نے کہا میں تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ فوراً میرے ساتھ چلیں۔ ہم آپ سے ملنے کے ارادہ سے چل پڑے تو راستہ میں آپ کی لونڈی ام ایمن ہمیں ملی۔ ہم نے ام ایمن کو اپنا مقصد بتایا اس نے کہا تم ذرا ٹھہرو اس بارہ میں ہمیں بات کرنے دو۔ کیونکہ عورتوں کی بات بہ نسبت مردوں

کے زیادہ موثر ہوتی ہے۔ پھر ام ایمن حضرت ام سلمہ کے پاس گئی اور ماجرا بیان کیا اس نے آپ کی سب بیویوں سے کہا۔ تو آپ کی سب بیویاں حضرت عائشہ کے گھر جمع ہو گئیں۔ اور آپ کے گرد آکر کہنے لگیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ ہم سب ایک مقصد کیلئے جمع ہوئی ہیں اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا موجود ہوتیں تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جب ہم نے حضرت خدیجہ کا نام لیا تو آپ رونے لگے اور فرمایا خدیجہ کی مثل کہاں ہے جب لوگوں نے مجھے جھٹایا تو خدیجہ نے میری تصدیق کی اور اپنے مال سے میرے دین میں اور میری دنیا میں میری مدد کی۔ تو حضرت ام سلمہ نے کہا یا رسول اللہ واقعی حضرت خدیجہ ایسی ہی تھیں لیکن اس دنیا سے چلی گئی اب اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے درجات میں ہم سے جمع فرمائے گا۔ یہ آپ کا دینی بھائی اور نسب میں چچا زاد بھائی علی بن ابی طالب اپنی زوجہ فاطمہ کی رخصتی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا اے ام سلمہ تو ام ایمن کو بلا لے اور اسے بھیج کر علی کو بلا لے۔ ام ایمن حضرت علی کو بلائے گئی تو وہ پھرتے۔ ان سے کہا تجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم بلا تے ہیں۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں ام ایمن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاس چلا آیا آپ حضرت عائشہ کے گھر میں موجود تھے۔ آپ کی بیویاں اٹھ کر کمرے میں داخل ہو گئیں اور میں آپ کے آگے سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا تو اپنی بیوی کی رخصتی چاہتا ہے۔ میں نے کہا ہاں آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ آپ نے فرمایا برو چشم انشاء اللہ آج رات رخصتی ہو جائے گی حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں خوشی کی حالت میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حکم دیا کہ فاطمہ کو آراستہ کرو۔ اور خوشبو لگاؤ اور اس کے لئے پھوٹا بھجواؤ آپ نے دس درہم مامونہ درہموں سے حضرت علی کو دئے۔ اور فرمایا کہ کھجوریں کھن اور کھویا خرید لاؤ۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں یہ چیزیں لایا اور آپ کو دیدیں آپ نے چمڑے کا دسترخوان لگایا اور اپنے قمیص کی آستین اوپر چڑھائیں اور وہ چیزیں دسترخوان پر ڈال کر اپنے زور دار ہاتھوں سے ان کو مل کر طحلوں سے لیا جس

کو عرب حبس کتے ہیں پھر فرمایا اے علی جن کو چاہے بلا لا حضرت علیؑ گئے تو مسجد میں آپ کے صحابہ موجود تھے حضرت علیؑ نے ان سے کہا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاتے ہیں تو وہ سب کے سب چلے آئے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ لوگ بہت آگئے ہیں تو آپ نے اس حبس کو رومال سے ڈھک دیا اور فرمایا کہ دس دس کی جماعت یکے بعد دیگرے اندر آئیں تو دس دس آدمی اندر جاتے رہے۔ اور حکم سیر ہو کر نکلتے رہے۔ اور حبس میں کوئی کی نظر نہیں آتی تھی حتیٰ کہ اسی حبس کو سات سو آدمیوں نے کھا لیا اور آپ کی برکت سے حبس اسی مقدار پر باقی رہا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فاطمہ اور علیؑ کو بلایا تو اپنے دائیں ہاتھ سے علیؑ کو لیا اور بائیں ہاتھ سے فاطمہ کو لیا اور اپنے سینے مبارک سے دونوں کو لگا کر دونوں کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر حضرت فاطمہ کو حضرت علیؑ کے سپرد کیا۔ پھر فرمایا اے ابوالحسن تجھے بہترین بیوی سے بیابا ہے پھر آپ چل کر ان دونوں کے گھر تک تشریف لے گئے۔ جب واپس ہوئے تو دروازے کی چوکت کو پکڑ کر دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری پر آگندگی کو جمع فرمائے۔ پھر فرمایا کہ تم دونوں کو امانت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو تم پر اپنا خلیفہ بناتا ہوں۔ پھر حضرت علیؑ اپنی زوجہ سے نرم باتیں کرنے لگے۔ حتیٰ کہ رات کے اندھیرے چھا گئے تو حضرت فاطمہ رونے لگی۔ حضرت علیؑ نے کہا اے سیدۃ النساء تو کس سبب سے رو رہی ہے کیا تجھے میری زوجیت میں ہونا ناگوار ہے سیدہ نے فرمایا میں راضی کیوں نہ ہوں جب کہ آپ ہی میری رضا ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر لیکن اس نے گھر میں داخل ہونے نے مجھے قبر کا داخلہ یاد دلا دیا ہے۔ اے میرے چچا زاد تجھے میرے باپ کی قسم ہم مل کر مصلیٰ پر کھڑے ہو جائیں اور آج رات عبادت میں صرف کریں۔ حضرت سیدہ کی خواہش سے یہ دونوں حضرات شب بھر ایک مصلیٰ پر اپنے رب کی عبادت کرتے رہے اسی طرح پہلی تین راتیں عبادت میں مصروف رہے اور تین دن روزہ دار رہے پھر چوتھی رات سوئے تو آپ کے پاس جبریل امین آئے اور کہا

آپ کا رب آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ بھی فرماتا ہے کہ علی اور فاطمہ نے ان دونوں راتوں میں اپنا بستر اور آرام چھوڑا اور یہ دن قیام اور صیام میں گزارے۔ آپ ان دونوں کے پاس جائیں اور ان سے حل دریافت فرمائیں اور ان سے یہ بھی فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرمایا ہے اور تم قیامت کے دن بحرین کی عظمت کو گے۔

تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے گھر تشریف لائے سب سے پہلے گھر میں آپ کو اسلام بنت حمیس نظر آئی آپ نے اس سے فرمایا تو یہاں کیوں ٹھہری ہے حالانکہ گھر میں موجود ہے اسلام نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ نبی جب شوہر سے بیاہی جاتی ہے تو کسی ایک عورت کی اسے حاجت ہوتی ہے جو اس کا کام کرے اور اس کی ضرورتیں پوری کرے۔ تو آپ کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں اور فرمایا اے اسلام اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کی ضرورتوں میں سے تیری ہر ضرورت پوری کرے حضرت علی فرماتے ہیں کہ یہ موسم سرا کی صبح کا وقت تھا سردی بہت سخت تھی۔ میں اور فاطمہ لحاف کے نیچے تھے جب ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں میرے حق کی قسم تم اسی حال میں سوئے رہو اور ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جب تک میں نہ آؤں ہم دونوں ایک دوسرے سے مل کر لیٹے رہے اور آپ اندر تشریف لائے تو ہمارے سروں کے قریب بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں ہمارے درمیان داخل کئے۔ میں نے آپ کی دائیں ٹانگ پکڑ کر سینہ سے لگائی اور فاطمہ نے آپ کی بائیں ٹانگ سینہ سے لگا لی۔ ہم دونوں آپ کی ٹانگوں کو سینہ سے لگا کر گمانے لگے۔ حتیٰ کہ ہم نے دونوں ٹانگوں کو گرما دیا اور سردی دور کر دی پھر ہمارے لئے دعا فرمائی۔ حضرت علی کو باہر جانے کا حکم دیا تو وہ باہر چلے گئے پھر حضرت فاطمہ سے پوچھا تیرا شوہر کیا ہے حضرت فاطمہ نے کہا ابا جان وہ بہترین شوہر ہے۔ پھر حضرت علی کو بلایا اور فرمایا اپنی زوجہ سے ہمیشہ نرم رہنا۔ فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے اس کو درد پہنچانا مجھ کو درد پہنچاتا ہے اور

اس کو خوش کرنا مجھ کو خوش کرنا ہے۔ میں تم دونوں کو بطور امانت اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ہوں اور اللہ تعالیٰ کو تم پر اپنا خلیفہ بتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ تم سے چٹاکی کو دور رکھے اور تم کو پوری طرح پاک کر دے۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم اس کے بعد میں نے قاتلہ کو کبھی ناراض نہیں کیا اور نہ کسی کام پر مجبور کیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوئی اور نہ اس نے مجھے کبھی ناراض کیا اور نہ کبھی نافرمانی کی۔ وہ بیٹھ میری مونوں اور ٹانگسار رہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولواضاہما عند تم ذکر الزواج بعد اللہ تعالیٰ (الروض القائق)

اب آل عبا میں ہر ایک کے انفرادی فضائل و خصوصیات مذکور ہوں گے اور ان کے عارین کا تذکرہ بھی آئے گا

حضرت قاتلہ زہراء بتول

حضرت زہراء کی پیدائش ظہور نبوت کے سال میں ہوئی۔ یہ ابن عبد البر کا قول ہے اور ابن جوزی نے کہا کہ آپ کی پیدائش ظہور نبوت سے پانچ سال قبل ہوئی یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی بیٹیوں میں سے چھٹی ہیں۔ اور سب سے زیادہ آپ کو محبوب اور پیاری ہیں۔ اور ان کی کنیت ام محمد تھی۔ طبرانی نے سند صحیح علی شرط الصحیحین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول بیان کیا کہ میں نے قاتلہ کے باپ کے بعد قاتلہ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ حضرت ابن مسعود نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے نقل کیا کہ قاتلہ کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اور اس کی ذریت کو آگ سے محفوظ کر لیا ہے۔ ابن عساکر لغت میں قطع بمعنی منع آتا ہے گویا ان کا نام ملقہ ہوا۔ یعنی ملقہ من حلقہ اللغو۔ اور بتول لغت معنی منقطع ہے تو بتول ان کا نام اس لئے ہے کہ آپ بہنوں کی وفات کے بعد سب ہم زنان عورتوں سے فضیلت اور دین اور حسب میں منقطع ہیں یعنی منقو۔ بعض نے کہا کہ وہ دنیا سے کٹ کر رب تعالیٰ کی ہو گئیں اس لئے ان کو بتول کہا جاتا ہے۔ ابن ابی عامر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے حضرت قاتلہ علی ایسا

و طیباً الصلوۃ السلام سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میرے غضب کی وجہ سے غضبناک ہوتا ہے اور تمہاری رضا کی وجہ سے راضی ہوتا ہے۔

اعتراض

جب حضرت زہراء کا غضب اس قدر خطرناک ہے تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابو جہل کی بیٹی کا خطبہ کیوں کیا جس سے حضرت زہراء بھی ناراض ہوئیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بھی ناراض ہوئے۔ جس کا واقعہ حسب ذیل ہے۔

مجھ میں مذکور ہے کہ حضرت فاطمہ نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی قوم خیال کرتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کی طرف فساد میں کسی پر ناراض نہیں ہوتے۔ اب علی کو دیکھئے کہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کر رہا ہے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور شلو تین کے بعد فرمایا میں نے ابو العاص کو اپنی بیٹی کا رشتہ دیا تو اس نے جو بات کہی سچ کہی اور جو وعدہ کیا پورا کیا۔ چنگ فاطمہ میرا نکلا ہے۔ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ کوئی اس کو دکھ دے۔ اللہ کی قسم رسول اللہ کی بیٹی اور عدا اللہ کی بیٹی ایک شخص کے پاس جمع نہیں ہو سکتیں۔ تو حضرت علی نے خطبہ ترک کر دیا۔ خطبہ کا یہ واقعہ صحیح کہ کے بعد ہوا۔ حضرت علی کے اس خطبہ سے حضرت رسول اور حضرت جبریل اور دونوں کو اذیت پہنچی۔ ایذا رسول پر امت و عیدیں قرآن پاک میں مہجور ہیں۔ تو پھر چیتا "حضرت علی ان و عیدوں کے مصداق قرار پائے پھر وہ برتری اور امتیاز جو حضرت علی کو حاصل ہے باقی نہ رہے۔

الجواب

حضرت علی کا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے لفظ "علم فلکموا ملطاب لکم من النساء مشی وفلات و راع کی بنا پر تھا۔ جو عمل قرآن مجید کا صریح منطوق ہو اس کو ایذا رسول نہیں کہا جاسکتا۔ یہ بات حضرت علی پر واضح نہیں ہوئی تھی کہ فاطمہ جبریل کا شوہر عموم اہل بیت سے مستثنیٰ ہے اور اسے دوسرے نکاح کا اذن نہیں ہے پھر جب نبی

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا علی کا ملہ کی موجودگی میں نکاح کا ملاوٹ نہیں ہے تو انہوں نے خطبہ ترک کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس توجیح کی بعد بھی اگر حضرت علی اپنے ارادہ پر قائم رہتے تو پھر اس کو ایذا رسول کہا جاسکتا تھا۔ لیکن وہ اپنے ارادہ سے فرما "ہاں آگئے تو آپ نے بھی ان کو کسی وعید کا مستحق قرار نہیں دیا

ایذا رسول اس قول یا فعل کو کہتے ہیں کہ جو رسول کو دکھ دینے کے ارادہ سے صادر ہو۔ اگر کسی کے قول یا فعل سے آپ رنجیدہ ہوں اور وہ قول یا فعل دکھ دینے کی نیت سے صادر نہ ہو تو اس کو ایذا نہیں کہیں گے۔ جس پر وعید ہے حضرت نعلب سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جب نکاح ہوا تو دعوت ولیمہ میں بہت صحابہ شریک ہوئے سب لوگ کھانا کھانے کے بعد چلے گئے فقط وہ چار آپ کے کمر میں بیٹھ گئے اور کچھ دیر تک باتیں کرتے رہے مکان کی تنگی کے باعث ان کے بیٹھ جانے سے آپ کو رنجیدگی ہوئی لیکن شرم و حیا کی وجہ سے ان بیٹھنے والے صحابہ سے یہ نہ فرمایا تم چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو یہ حکم دیا کہ تم نبی کے کمر بغیر اجازت داخل نہیں ہو سکتے۔ لیکن اگر جنہیں کھانے کیلئے بلایا جائے تو مکمل اذیت کھانا کھانے کا انتظار نہ کرتے رہو پورے وقت پر جاؤ اور کھانا کھا کر فرما "باہر نکلو۔ وہاں بیٹھ کر باتیں نہ کرو کہ ایسا کرنے سے میرے حیب کو دکھ پہنچتا ہے لیکن جنہیں یہ بات نہیں کہتے کہ اب تم چلے جاؤ۔ تو اس آیت میں واضح طور پر ان ذلکم کان یوفی النبی فی سعی منکم واللہ لا یسعی من الحق۔ موعود ہے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کے اس عمل کو ایذا رسول کا نام دیا لیکن اس پر کوئی وعید اس لئے مرتب نہیں ہوئی کہ صحابہ کرام کا یہ عمل آپ کو دکھ دینے کے ارادہ سے نہیں تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت علی کے اس خطبہ سے اگرچہ حضرت رسول اور حضرت بتول رنجیدہ ہوئے لیکن ان کا یہ خطبہ آپ کو دکھ دینے کی نیت سے نہیں تھا۔ لہذا اس خطبہ کو ہم ایذا رسول کا مصداق قرار نہیں دیں گے جس پر کوئی وعید مرتب ہو۔ یوں تو آپ کی امت کے ہر فرد کے ہر گناہ سے آپ کی ایذا ہوئی ہے۔ لیکن

مختاری اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ قاتلہ علیؑ علیہا وعلیہا السلام تشریف لائی اس کی رفتار رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفتار تھی تو آپ نے فرمایا مرحبا اے میری بیٹی پھر اسکو اپنی دائیں جانب بٹھالیا اور چمپا کر اس سے کوئی بات کہی تو وہ روئے گئی۔ پھر چمپا کر دوسری بات کہی تو وہ ہنسنے لگی میں نے کہا آج کی طرح غمی اور غوشی ایک دوسرے سے قریب میں نے کبھی نہیں دیکھے تو میں نے حضرت قاتلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آپ کی بات دریافت کی تو فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز کو قاش نہیں کروں گی جب آپ کی وقت ہو گئی تو میں نے حضرت قاتلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پھر دریافت کیا تو آپ کی بات بتا دی کہ آپ نے مجھے فرمایا کہ جبریل ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن کا دور کرتے اور اسل دو مرتبہ دور کیا ہے میرے خیال میں یہ تکرار میرے اجل کے قریب ہونے کی وجہ سے ہے اور میرے اجل بیت میں سے سب سے پہلے میرے پاس تو آئے گی اور میں تیرے لئے بہترین پیش رو ہوں تو میں روئے گئی تھی۔ پھر فرمایا کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو ہی سارے عالمین کی عورتوں کی سردار ہوگی۔ تو میں ہنسنے لگی اور امام احمد کی روایت میں ہے کہ تو سب جنتی عورتوں سے افضل ہوگی۔“

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت زہراء علی الاطلاق سب عورتوں سے افضل ہیں بعض احادیث میں جو حضرت مریم کا استثناء آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے آپ کے پاس جو وحی آئی اس میں حضرت مریم کا بابتنا تھا تو آپ نے حضرت زہراء کو سب عورتوں سے افضل بابتنا مریم فرمایا۔ پھر جب حضرت زہراء کے مراتب میں ترقی ہوئی تو حضرت مریم سے بھی افضل بتا دی گئی۔ تو آپ نے حضرت زہراء کا سب نامہ العالمین سے علی الاطلاق افضل ہونا بیان فرمایا ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

اپنی والدہ اور بیٹیوں بہنوں سے حضرت زہراء کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان چاروں کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی یعنی حیات ظاہرہ میں

وقت ہوئی تو ان کی وقت آپ کے نامہ اعمال میں لکھی گئی اور آپ کی وقت حضرت زہراء کی موجودگی میں ہوئی اس عظیم مصیبت کا ثواب حضرت زہراء کو ملا۔ اس لحاظ سے وہ اپنی والدہ سے تینوں بہنوں سے ثواب میں بیحد گئی اور علی الاطلاق سب سے افضل قرار پائی۔ ہذا ہوا المقصود (کذا فی زر قلی) آپ نے فرمایا حسب لہلی لی لعلہ لہجہ الترتلی وحسنہ ”میرے اہل بیت سے قاطمہ سب سے زیادہ میری محبوب ہے“ کہیں سزا کر جاتے تو سب سے آخر میں حضرت قاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مل کر جاتے اور جب سزا سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت قاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ملتے اور مواہب شریف میں ہے۔ وکلن یقبل فی لہبا ومحسبہا۔ آپ قاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے منہ پر بوسہ دیتے اور اس کو اپنی زبان چسواتے۔ بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قاطمہ بضعت منی فمن اعطیہما المصیبتی ”قاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو غصہناک کیا اس نے مجھے غصہناک کیا“

”ابن عبد البر نے حدیث بیان کی کہ حضرت زہراء نے اسماء بنت عمیس سے کہا کہ میں اس عمل کو برا جانتی ہوں جو مردہ عورتوں سے کیا جاتا ہے وہ یہ کہ عورت کی میت پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے۔ اس کپڑے کے بوجہ عورت کے جسم کا پتہ چل رہا ہوتا ہے کہ موتی ہے یا پتی ہے تو اسماء بنت عمیس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی میں تجھے وہ چیز نہ دکھائوں جو میں نے سرزمین جہنم میں دیکھی تھی۔ تو اسماء نے کعبور کی گیلی چھڑاں منگائیں تو انہیں چاہرائی سے باندھ کر ٹیڑھا کر دیا اور اوپر کپڑا ڈال دیا۔

حضرت زہراء نے فرمایا یہ کیا ہی اچھی چیز ہے مرد اور عورت کا اس سے امتیاز ہو جاتا ہے جب میں مومنوں کو تو اور میرا شوہر علی مجھے نکلتائیں اور میرے لئے بھی چھڑیوں کی یہ پوشش بتائیں۔ اور تم دونوں کے بغیر اور کوئی میرے نکلتانے میں شریک نہ ہو“

”امام احمد نے مناقب میں ضعیف سند کے ساتھ اور اسی طرح ابن سعد نے ام رافع سلمیٰ سے روایت کیا ہے کہ حضرت زہراء جب بیمار ہوئی تو اچھی طرح غسل فرمایا اور

نے کپڑے پہنے پھر مجھے فرمایا کہ میرا بستر کمرے کے درمیان میں بچھا دے۔ میں نے درمیان میں بچھا دیا آپ اس پر لیٹ گئیں اور اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھا اور قبلہ رو ہو کر فرمایا کہ میں ابھی اس عالم غفلت سے کوچ کرتی ہوں۔ جب میری وقت ہو جائے تو کوئی مجھے نہ کھولے اور نہ کوئی غسل دے۔ پھر وہیں وقت فرما گئیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو ام رافعہ نے ان کو آپ کی وصیت بتائی۔ تو حضرت علی نے ان کو اٹھا کر دفن کر دیا نہ انہیں کھولا اور نہ نہلایا۔

آپ کے لئے وہ پردہ بتایا گیا جو حضرت اسماء کی روایت میں مذکور ہوا۔ پھر ان کے بعد پردہ نمونہ بنت جحش کیلئے بھی بتایا گیا۔
 سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ ماہ وار دنیا میں ہر فرمائے اور ۳ رمضان اللہ کو وصال فرمایا

اللہم وانا الیہ راجعون

ابوبکر نے غیلا نیابت میں حضرت ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کے اندر سے پکارنے والا پکار کر کہے گا۔ اے میدانِ حشر والو اپنے سروں کو جھکا لو اور اپنی نگاہوں کو نیچے کر لو تاکہ قاطبہ بنت محمد پل صراط سے گزر جائے۔ تو وہ ستر ہزار حورِ عین کے گھیرے میں بجلی کی رفتار میں گزریں گی۔ (صواعق صفحہ ۱۹۰)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ بہشت میں دھوپ کی طرح روشنی ہر سو نمودار ہوگی تو سب بہشتی لوگ رضواں خازنِ جنت سے کہیں گے اے رضواں بہشت میں یہ دھوپ کہاں سے آگئی ہے حالانکہ رب تعالیٰ کا وعدہ ہے لا یرون فیہا شمساً ولا زہراً کہ بہشتی لوگ بہشت میں نہ دھوپ دیکھیں گے نہ سورتی تو رضواں جواب دے گا کہ یہ جو دھوپ نظر آ رہی ہے دھوپ نہیں ہے بلکہ حضرت زہراء اور حضرت علی کے دامنوں کی روشنی ہے وہ دونوں آپس میں باتیں کرتے ہوئے بیٹھے ہیں (تفسیر روح البانی)

حضرت زہراء کے تین بیٹے حسن۔ حسین۔ محسن ہوئے۔ محسن چھوٹی عمر میں وفات پا

مکے اور مدینہ میں اہل کفر و کفر نے انہیں علیہم السلام نے فرمایا ان
 نساء نے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان
 لہی لعلہ حواء لہی لم تلعن ولم تلعن۔ ”یعنی میری بیٹی قاتلہ انسانوں اور
 ہے اسے نہ کبھی خون حیض ہوا اور نہ خون غصہ جب بچہ پیدا ہوتا تو ایک کفنہ تک
 صاف ہو جاتیں اس لئے ان کی کوئی نماز فوت نہیں ہوئی۔ (مختصر)

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نافِ ہمیدہ پیدا ہوئے جس کی بنا پر واضح ہو گیا کہ آپ عظمِ مادر میں بچوں کی معقول غذا سے پاک اور غنی تھے۔ اسی وجہ سے حضرت زہراء ہر قسم کے نسوانی خون سے پاک تھیں حضرت زہراء کے خون حیض نے پاک ہونے کی وجہ سے ان کی اولاد جو ان کے عظمِ اقدس سے پیدا ہوئے وہ بھی خون کی معقول غذا سے پاک تھی۔ اس کے علاوہ آپ کی سب اولاد خون کی معقول غذا سے پاک ثابت ہوئی۔

اہل الکساء یعنی بچوں پاک کے فرو حالت حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ
(رحمہ)

اسلم ويو ابن عمر سنین وقيل تسع وقيل ثمان وقيل دون ذلك قد يما بل قال ابن عباس والنس وزيد بن لؤم وسلمان الفارسي وجابر بن عبد الله اول من اسلم ونقل بعضهم الاجماع عليه من الجميع ين هذا الاجماع والاجماع على ان المهاجرين اول من اسلم ونقل ابو علي عنه وقال بحث رسول الله صلى الله تعالى عليه على له وسلم يوم الاثنين وسلمت يوم الثلاثاء (مواقيت صحاح)

ترجمہ۔ ”حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دس برس کی عمر میں مسلمان ہوئے بعض نے کہا نو سال کی عمر میں اور بعض نے کہا آٹھ سال کی عمر میں اور بعض نے اس سے بھی کم عمر بتائی۔ آپ کا اسلام لانا پُرانا ہے بلکہ حضرت ابن عباس اور حضرت انس اور حضرت زید بن ارقم اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ایک جماعت نے کہا کہ آپ سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ بعض علماء نے آپ کے اول المسلمین ہونے پر اجماع نقل کیا ہے اس اجماع اور حضرت ابو بکر کے اول المسلمین

ہے لیکن میں عثمان شہید کے خون کا بدلہ چاہتا ہوں۔
علامہ ابن حجر اس بارہ میں تنبیہ تحریر فرماتے ہیں۔

جلم مملوکان الحقیق بالخلالہ بعد الامتہ الفلالہ ہو الامام المرتضیٰ والولی
المجتبیٰ علی بن ابی طالب بالخلق لہل العمل المقصد علیہ کطلعتہ والزیور ولی مجلس
وخریعتہ بن ثابت ولی الیہم بن التیہان ومحمد بن سلیمہ وعطوف بن سررضی اللہ
عنہم ولی فرح المقاصد عن بعض المتکلمین ان الاجماع المقصد علی ذلک ووجہ
المقصد فی زمن العزوری علی التہلہ والعیان وبذا الجماع علی قہ لولا معین لکلت
لعلی۔ لیکن خرج عثمان بقصد من الہین علم لہا ثابت لعلی لجماع۔ ومن ثم قال
للم الجرمین ولا اکرات بقول من قال لا لجماع علی لہلہ فان الامتہ لم تجملہ
والبا حاجت الفتۃ لا یور لخری (مواہق صفحہ ۸۹)

گزشتہ تحقیق سے یہ بات معلوم ہوئی کہ تینوں غلیفوں کے بعد غلیفہ بالخلق لعلی العمل
والعقد امام مرتضیٰ دلی مجتبیٰ علی بن ابی طالب ہیں جیسے طلحہ وزبیر والیہ موسیٰ والین عباس
وزبیرہ بن ثابت والیہ ابوالکاسم بن تیہان وعمر بن سلمہ وعمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہم
اور شرح المقاصد میں بعض متکلمین کا قول موجود ہے کہ خلافت علی پر اجماع معتقد ہوا
انعتاد اجماع کی صورت یہ ہے کہ شوری کے زمانہ میں یہ بات طے ہوئی کہ خلافت علی
یا عثمان کیلئے ہے۔ یہ اس بات پر اجماع ہے کہ اگر عثمان نہ ہوتے تو خلافت علی کیلئے
ہوتی۔ پھر جب عثمان شہادت پا کر درمیان سے نکل گئے تو اجماعاً خلافت علی کیلئے رہ
گئی۔ اسی وجہ سے امام الحرمین نے کہا کہ اس شخص کی بات لائق التفات نہیں جو کہے
کہ علی کی خلافت پر اجماع نہیں کیونکہ آپ کی خلافت کا کوئی منکر نہیں تھا۔ قنہ تو
دوسرے ہی امور سے بھڑک اٹھا تھا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فضائل

وہی کثیرۃ عظمتہ شہیرۃ حتی قال احمد ماجلہ لاحد من الفضائل ماجلہ لعلی۔
وقال اسمعیل القاسمی والنسائی والیہ علی بنسازوری لم یرد فی حق احد من الطہارۃ
بلا سائد الحسن اکثر ماجلہ فی علی۔ وقال بعض المتأخرین من ذریتہ لہل البیت

ہونے کے اجمال میں قطعی گزر چکی ہے اور ابو لیلیٰ نے نقل کیا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ پہلی وحی سوموار کو نازل ہوئی اور میں منگل کو مسلمان ہوا۔

اب وہ عبارت قطعی نقل کی جاتی ہے جس کا علامہ ابن جریر نے حوالہ دیا ہے۔

ومن ثم فثبت خلاف من الصحابة والتابعين وغيرهم الى ان النبي (صلى الله عليه وسلم) اول الناس اسلاما بل ادعى بعضهم الاجماع على مذهب بن مينا وغيره من الاحاديث المتكاثرة له بأنه اول الرجال اسلاما وعليه اول الناس في النساء وعلى اول الصبيان وزيد اول الارامل وخالف في ذلك ابن كثير فقال الظاهر ان اهل بيته صلى الله عليه وسلم امنوا قبل كل احد زوجته عليته ومولاه زيد وزوجته ام ايمن وعلى ورواه ويونيه ماصح عن سعد بن لبى وقاسم بن (ابو بكر) اسلم قبله اكثر من خمسة قال ولكن كان خيرا لاسلاما۔ (صواعق مصلحة ص ۱۷۷)

”اسی وجہ سے صحابہ اور تابعین وغیرہم سے بہت سی تلقین اس طرف گئی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب لوگوں سے پہلے اسلام لانے والے ہیں۔ اور بعض نے اس بات پر اجمال کا دعویٰ کیا۔ اس میں اور اس کے خلاف احادیث میں یہ قطعی وحی گئی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب آزاد مردوں سے پہلے اسلام لائے اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورتوں میں سب سے پہلے اور علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سب بچوں سے پہلے اور زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب غلاموں سے پہلے۔ لیکن اس بات میں ابن کثیر نے مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ ظاہر یہ بات ہے کہ آپ کے اہل بیت آپ کی بیوی خدیجہ اور زید اور اس کی بیوی ام ایمن اور علی اور زرقہ سب سے پہلے ایمان لائے۔ سعد بن ابی وقاص کی روایت محمد بن ابی اس کی تائید کرتی ہے کہ انہوں نے کہا کہ ابوبکر سے قبل پانچ حضوں سے زیادہ مسلمان ہو چکے تھے لیکن وہ ہم سب مسلمانوں سے بہتر ہیں۔“ صواعق کی دونوں جہتوں سے واضح ہو گیا ہے حضرت علی حضرت ابوبکر سے زیادہ قدیم الاسلام ہیں۔

آپ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے حتیٰ کہ مطویہ رضی اللہ عنہ نے بار بار اس بات کا اعتراف کیا کہ علی مجھ سے افضل ہے اور وہی مستحق امامت

النہی وسبب ذلك والله اعلم ان الله تعالى اطلع نبيه على ما يكون بعده مما اجبى
به على وموقع من الاختلاف لما لا اله الا الله فالتقى ذلك نصيح الامه ما
سهله تلك الفضائل لتحصل العجاة لمن تمسك به من بلغت ثم لمواقع الاختلاف
والخروج عليه نصر من سمع من الصحابة تلك الفضائل وبعها نصحا للامه ايضا -
ثم لما اعتد الخطب واشتعلت طائفته من بني امية بتقصيه وسبه على المنابر
وواظهم الطولج لعنهم الله بل قالو بكفروا فاشتعلت جهالة الحفلا من اهل السنة
بشخصاته حتى كبرت نصحا للامه ونصرة للحق - (صواعق مفعه ۳۰)

”آپ کے فضائل بہت ہیں اور عظیم الشان ہیں اور مشہور ہیں حتیٰ کہ امام احمد
نے فرمایا جس قدر علی کے فضائل ثابت ہیں اور کسی کے اتنا ثابت نہیں۔ اسلیل
قاضی اور نسائی اور ابو علی نیاپوری نے کہا کہ صحابہ میں سے کسی ایک کے فضائل
ایچھے اسانید سے اس قدر زیادہ نہیں آئے جس قدر علی کے فضائل آئے ہیں ذریعہ
اہل بیت نبوی سے بعض حاضریں نے کہا ہے کہ واللہ اعلم کثرت فضائل علی کا سبب
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان اختلافات
پر اطلاع دی جو خلافت راشدہ کے آخر میں واقع ہوئے تو امت کی خیر خواہی کا قاضی
تھا کہ علی کے فضائل مشہور کریں تاکہ یہ فضائل جن کو پہنچیں وہ علی سے وابستہ ہو
کر نجات حاصل کریں۔ پھر جب ان کے خلاف بدعات اور اختلافات رونما ہوا تو صحابہ
کرام نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنے ہوئے وہ فضائل امت
کی خیر خواہی کیلئے نشر کئے اور بکھرے۔ پھر جب مصیبت شدید ہوئی اور ایک جماعت
یعنی بنو امیہ مبہوں پر علی کی شان گھٹانے لگے اور سب جتنے لگے اور خوارج لعنہم
اللہ نے بھی بنو امیہ کی موافقت کی بلکہ وہ علی کے کفر کے قائل ہوئے تو اہل السنہ کے
بڑے حفاظ حدیث ان کے فضائل نشر کرنے لگے حتیٰ کہ وہ بہت ہوئے۔ یہ ان کا عمل
امت کی خیر خواہی اور حق کی نصرت کیلئے تھا۔

عالمی میں اسلام قبول کرنا اور ہوش سنبھالنے سے قبل سید الانبیاء والمرسلین صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش اور تربیت میں داخل ہو جانا اور بچپن سے

طہارت کے مجموعہ کتاب کی شکاری کرنا ایک ایسی خصوصیت ہے کہ حضرت علی اس میں مکتوی نظر آتے ہیں۔ اگر اس عظیم طہارت میں ان کے شریک ہیں تو حضرت زہراء اور حسین کہ یحییٰ ہیں۔ کہ یہ بھی پیدائشی طہارت کے ساتھ انوش نبوت میں پورے پائے والے ہیں اور چاہت کے حقائق اور اعمال سے پیشہ پاک رہے ہیں۔ اس طہارت عظمیٰ کی بنا پر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنی چادر میں ان چاروں کو داخل فرمایا اور آیت تفسیر پڑھی پھر ان چاروں کیلئے طہارت کلمہ کی دعا فرمائی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ آیت تفسیر ہم پانچوں کے حق میں نافذ ہوئی۔ اس وجہ سے اہل السنۃ والجماعہ کے نزدیک ان پانچوں کا لقب پچھن پاک قرار پایا۔ ان پانچوں کے لئے آیت تفسیر کے نزول کی حدیث تفسیر ابن کثیر کے حوالہ سے لکھی جا چکی ہے۔

حدیث نمبر ۱ بخاری و مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے غزوہ تبوک میں علی بن ابی طالب کو اپنے اہل و عیال میں خلیفہ بنایا تو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑے جا رہے ہیں تو آپ نے فرمایا اے علی تو اس بات پر راضی نہیں کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو گھر میں اپنا خلیفہ چھوڑ جاتے اسی طرح تم میرے بھائی ہو اور تمہیں اپنے گھر میں خلیفہ چھوڑے جا رہا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے اور تم نبی نہیں ہو۔ کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حدیث نمبر ۲ بخاری اور مسلم نے سل بن سعد سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے خیبر کا محاصرہ طویل ہو جانے کے بعد ایک دن فرمایا کہ کل میں ایسے شخص کے ہاتھ میں جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ پر فتح دے گا۔ رات بھر صحابہ باتیں کرتے رہے اور اپنی اپنی رای بیان کرتے رہے کہ فلاں کو جھنڈا عطا ہوگا۔ ہر ایک صحابی کو یہ امید تھی کہ جھنڈا مجھے ملے گا۔

صبح کو آپ نے فرمایا علی بن ابی طالب کہاں ہے۔ عرض کیا گیا کہ اس کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ نے فرمایا اس کے پاس کسی کو بھیجیے۔ تو آپ کو لایا گیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی تو فوراً صحت یاب ہو گئے گویا ان کو درد تھا ہی نہیں۔ تو آپ نے ان کو جھنڈا سپرد فرمایا۔

التمیہ

(ف) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبت اور محبت اگرچہ سب صحابہ میں مشترکہ تھی پھر بھی حضرت علی کو اس صفت کے ساتھ مخصوص فرمایا جس کا واضح منہج یہ ہے کہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بخت اور محبت میں سب صحابہ سے اکل ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۰۰ تنزی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی محبوب تھیں اور ان کے لئے شوہر سب مردوں سے زیادہ آپ کے محبوب تھے۔

حدیث نمبر ۱۰۰۱ مسلم نے سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ جب اہمیت عمر انبیا و اولیاء کم ثانی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی حضرت عائشہ حضرت حسن حضرت حسین کو بلایا اور کہا اے اللہ کے میرے گھر والے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۰۲ ابن ابی شیبہ نے زہدین ربیع سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس یہ بات پہنچی کہ بعض لوگ ان کے حق میں نادر باتیں کہتے ہیں تو آپ نے مہرہ کھڑے ہو کر فرمایا میں حمیس اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم میں سے جس نے میرے ہاتھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی ہو وہ کھڑا ہو کر بتا دے۔ تو صحابہ کی بہت بڑی جماعت کھڑی ہو گئی اور سب نے ہلا تعلق کہا کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میں جس کا دوست ہوں علی اس کا دوست ہے۔ اے اللہ جو علی سے دوستی

رکھے تو بھی اس سے دوستی رکھ اور جو علی سے دشمنی کرے تو بھی اس سے دشمنی کر۔
 حدیث نمبر ۱۰۰۔ تفسی اور حاکم نے یہود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چار
 حصوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ میں بھی ان چار حصوں
 سے محبت رکھتا ہوں۔ صحابہ نے کہا کہ ان کے نام ہمیں بتائیے۔ آپ نے فرمایا ان
 میں سے ایک علی ہیں تین مروجہ یہ بات فرمائی پھر فرمایا کہ باقی تین ابوذر اور مقداد اور
 سلمان ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۱۔ امام احمد تفسی اور نسائی اور ابن ماجہ نے جثی بن جنادہ سے روایت
 کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی میرا جزو ہے اور میں علی کا
 جزو ہوں۔ اور مجھ پر لازم حق کی اوائلی قطعہ میں کر سکتا ہوں یا علی کر سکتا ہے
 حدیث نمبر ۱۰۲۔ تفسی نے ابن عمر سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 آلہ وسلم نے صحابہ کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا تو حضرت علی آنسو بہاتے ہوئے
 آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بتایا ہے اور
 مجھے کسی کا بھائی نہیں بتایا تو آپ نے فرمایا تو دنیا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔
 حدیث نمبر ۱۰۳۔ مسلم نے حضرت علی سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا اس ذات کی
 قسم جس نے دانے کو چیرا اور جان پیدا فرمائی ہے شک نبی امی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 آلہ وسلم نے مجھے یہ پختہ بات بتائی کہ مجھ سے محبت فقط مومن کرے گا اور مجھ سے
 عداوت فقط منافق کرے گا۔

حدیث نمبر ۱۰۴۔ یزید نے اور طبرانی اوسط میں جابر بن عبد اللہ اور طبرانی نے اور حاکم
 نے اور عقیلی نے ضعیف میں اور ابن عدی نے ابن عمر سے اور تفسی اور حاکم نے
 حضرت علی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
 میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص
 علم چاہے وہ دروازہ کے پاس آئے۔ اور تفسی کی دوسری روایت میں ہے کہ میں
 حکمت کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے علماء نے اس حدیث کے بارہ میں اختلاف

کیا ہے بعض نے اس کی صحیح کی ہے اور بعض نے اسے موضوع کہا ہے علامہ سیوطی نے فرمایا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ حدیث حسن ہے نہ موضوع ہے اور نہ صحیح۔

حدیث نمبر ۱۰۰۰ حاکم نے حضرت علی سے روایت کیا اور صحیح کی کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے یمن کا قاضی بنایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے یمن بھیج رہے ہیں میں نے جوں جوں ہوں مجھے قضاء کا پتہ نہیں تو آپ نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور دعا فرمائی اے اللہ اس کے دل کی رہنمائی فرما اور اس کی زبان کو حق پر قائم رکھ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو چیرا آپ کی اس دعا کے بعد کسی فیصلہ میں مجھے تردد نہیں ہوا۔

آپ نے اقتحاکم علی اس وقت فرمایا جب آپ صحابہ کی جماعت میں بیٹھے تھے تو دو شخص جھگڑا لے کر آئے۔ ان میں سے ایک نے کہا یا رسول اللہ میرا گدھا تھا اور اس شخص کی گائے تھی۔ اس کی گائے نے میرے گدھا کو مار ڈالا ہے۔ تو حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ جانوروں پر کوئی ظلم نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے علی تو ان دونوں شخصوں کے مابین فیصلہ کر دے۔ حضرت علی نے ان دونوں سے پوچھا کہ گدھا اور گائے دونوں چھوٹے ہوئے تھے یا دونوں بزرے ہوئے تھے۔ یا ایک چھوٹا ہوا اور دوسرا بڑھا ہوا تھا۔ تو دونوں نے با اتفاق کہا کہ گدھا بڑھا ہوا تھا اور گائے چھوٹی ہوئی تھی اور گائے کا مالک بھی گائے کے ساتھ تھا۔ آپ نے فرمایا گائے والے پر ظلم ہے۔ یعنی گائے والا گدھے کی قیمت ادا کرے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے فیصلہ کی تصویب فرمائی اور اسی فیصلہ کو جاری فرمایا اور فرمایا اقتحاکم علی یعنی تم سب میں سے بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے۔

حدیث نمبر ۱۰۰۱ ابن سعد نے حضرت علی سے روایت کیا کہ حضرت علی سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ دوسرے صحابہ سے زیادہ احادیث بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ میں جس وقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے کوئی بات پرچھتا تو آپ بیان فرماتے اور اگر خاموش رہتا تو پھر بھی آپ مجھے بتاتے رہتے۔

حدیث نمبر ۳۴۔ طبرانی اور حاکم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غصہ آتا تو علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے بغیر اور کوئی آپ سے بات کرنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا۔

حدیث نمبر ۳۵۔ حاکم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔ اس حدیث کا اسناد حسن ہے۔

حدیث نمبر ۳۶۔ ابن عبد البر نے روایت کیا کہ صحابہ کرام حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل جانتے تھے اور ان کو آگے کرتے تھے اور ان سے مشورہ کرتے تھے اور ان کی راہ پر عمل کرتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے چہو کو بہت زیادہ دیکھا کرتے تھے تو حضرت عائشہ نے ان سے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا کہ فرما رہے تھے کہ علی کے چہو کی طرف دیکھنا عبادت ہے۔

(ف) حضرت علی کو کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کہنے کی وجہ یہی ہے کہ ان کے چہو کو دیکھنا عبادت ہے اس فضیلت میں امت مسلمہ کا کوئی فرد آپ کا شریک نہیں۔

حدیث نمبر ۳۷۔ ابو علی اور یزید نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے علی کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا۔

حدیث نمبر ۳۸۔ طبرانی نے سند حسن کے ساتھ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص علی سے محبت کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جو شخص علی سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے اور جو شخص مجھ سے بغض رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۱۔ امام احمد اور حاکم نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص علی کو گالی دیتا ہے وہ مجھ کو گالی دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۲۲۔ طبرانی سے اوسط میں حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ علی قرآن مجید کے ساتھ ہے اور قرآن مجید علی کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ دونوں اکٹھے حوض کوثر میں میرے پاس آئیں گے۔

حدیث نمبر ۲۳۔ امام احمد اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے فرمایا کہ سب لوگوں سے بد بخت ترین دو شخص ہیں ایک قوم ثمود کا حمیر جس نے اونٹنی کی کوٹھیں کاٹی تھیں اور دوسرا شخص وہ ہے اے علی جو تیرے درمیان سر پر ماریگا حتیٰ کہ داڑھی کو خون سے تر کر دیگا۔ دوسرے چند صحابہ سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

حدیث نمبر ۲۴۔ ترمذی اور حاکم نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ تم علی سے کیا چاہتے ہو۔ یقیناً علی میرا جزو ہے اور میں علی کا جزو ہوں اور وہ میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے۔

حدیث نمبر ۲۵۔ طبرانی نے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ فاطمہ کو علی سے بیاہوں۔

حدیث نمبر ۲۶۔ طبرانی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی۔

حدیث نمبر ۴۴۔ دہلی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور طبرانی وابن ماریہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سابق تین ہیں یعنی سب سے پہلے نبی کے ساتھ ایمان لانے والے تین شخص ہیں موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے والا یوشع بن نون ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے والا صاحب حس ہے اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لانے والا علی بن ابی طالب ہے۔

حدیث نمبر ۴۵۔ حاکم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی سب نیکیوں کا امام ہے اور بدکاروں کو قتل کرنے والا ہے۔ جو اسکی مدد کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا اور جو اس کو تنہا چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے تنہا چھوڑے گا۔

حدیث نمبر ۴۶۔ دارقطنی نے افراد میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا کہ بے شک نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علی باب حد ہے (یعنی بنی اسرائیل کے اس دروازہ کی مانند ہے جس میں سے گزرنے کا بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا تھا کہ حدتہ کہتے ہوئے گزرے) جو اس میں سے گزریگا وہ مومن ہوگا اور جو اس سے باہر رہیگا وہ کافر ہوگا۔

حدیث نمبر ۴۷۔ ابن عساکر نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار شخص ہیں کہ کوئی منافق ان چاروں سے محبت نہیں کر سکتا فقط مومن ان سے محبت کرے گا۔ وہ چار یہ ہیں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حدیث نمبر ۴۸۔ حافظ حجر نے اصالبہ میں مسند احمد بن حنبل سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی روایت کو نقل کیا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس شخص کو امیر بنائیں تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم ابوبکر کو امیر بناؤ گے تو اس کو دنیا سے نفرت کرنے والا اور آخرت

میں رغبت کرنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمر کو امیر بناؤ گے تو اس کو قوی اور امین پاؤ گے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کسی طاعت کرنے والے کی طاعت کی پروا نہیں کریگا۔ اگر تم علی کو امیر بناؤ گے۔ میرا خیال ہے کہ تم اس کو امیر نہیں بناؤ گے۔ تو اس کو رہنما اور راہ یافتہ پاؤ گے کہ تم کو صراطِ مستقیم پر چلائے گا۔ (ف) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ میرا خیال ہے کہ تم علی کو میرے بعد امیر اور خلیفہ نہیں بناؤ گے اس بنا پر نہیں تھا کہ صحابہ کرام حضرت علی سے محبت نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ فرمانا دو دہوں کی بنا پر تھا۔

۱۔ آپ کی نگاہ اللہ تعالیٰ کی تقدیرِ مبرم پر تھی۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ ازل میں خلافت راشدہ کی ترتیب جو حتمی ہے وہ اس طرح ہے۔ ابوبکر۔ عمر۔ عثمان۔ علی۔ یہ ترتیب اللہ تعالیٰ نے خلفاء راشدین کی ترتیبِ موت کے موافق رکھی ہے۔ خلفاء راشدین میں سے پہلے وفات پانے والے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس لئے ان کو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے خلیفہ نصب فرمایا۔ پھر حضرت عمر کی وفات تھی پھر حضرت عثمان کی پھر حضرت علی کی۔ اگر ابتدا میں حضرت علی کو خلافت دیدی جاتی تو باقی خلفاء راشدین خلافت سے محروم ہو جاتے کیونکہ ان کی موت پہلے واقع ہو جاتی اگی اور خلافت کی نوبت ہی نہ آتی۔ اسی بنا پر آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم میرے بعد علی کو امیر نہیں بناؤ گے۔ کیونکہ آپ کے بعد حضرت علی کے خلیفہ بن جانے سے باقی خلفاء راشدین کا حرام یعنی تھا حالانکہ ازل سے خلافت راشدہ ان چاروں کیلئے لکھی جا چکی تھی۔

۲۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کو خاتم الخلفاء بنایا تھا جس طرح حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خاتم الانبیاء بنایا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بھی درحقیقت حضرت علی کی خلافت تھی یا اس کی متمم۔ اس لئے وہ حضرت علی کی خاتمت کے منافی نہیں۔

حدیث نمبر ۲۰۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا اے ابن عباس جب تو نمازِ عشاء پڑھ لے تو گورستان

میں میرے پاس آجائے۔ وہ رات روشن تھی۔ جب میں ان کے پاس گیا تو مجھے فرمایا کہ تو الحمد کے الف کی تفسیر جانتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ تو آپ نے پورا گھنٹہ الف کی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر فرمایا کہ الحمد کے لام کی تفسیر کیا ہے۔ میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ تو آپ نے پورا گھنٹہ تفسیر بیان فرمائی۔ پھر پورا گھنٹہ حاء کی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر پورا گھنٹہ میم کی تفسیر بیان فرمائی۔ پھر پورا گھنٹہ دال کی تفسیر بیان فرمائی حتیٰ کہ صبح صادق صادق ہو گئی۔ تو مجھے فرمایا اب گھر جا کر نماز کی تیاری کرو میں وہاں سے آیا مجھے آپ کی بیان کردہ تفسیر پوری یاد اور محفوظ تھی۔ پھر میں نے اپنے علم قرآن اور حضرت علی کے علم قرآن کا موازنہ کیا تو میرا علم چھوٹا سا حوض اور حضرت علی کا علم بڑا سمندر نظر آیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے ہے اور حضرت علی کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے ہے۔ اور میرا علم حضرت علی کے علم سے ہے۔ میرے علم اور تمام صحابہ کرام کے علم کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے علم سے وہ نسبت ہے جو ایک قطرہ کو سات سمندروں سے نسبت ہے۔ کہا گیا ہے کہ حضرت ابن عباس حضرت علی کی وفات پر اس قدر روئے کہ بیٹائی چلی گئی۔ ابوالفضل نے کہا کہ میں نے سنا کہ حضرت علی خطبہ میں فرما رہے تھے۔ تم جو چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ اللہ کی قسم تم جو چیز مجھ سے پوچھو گے یقیناً میں تم کو بتا دوں گا۔ اور قرآن مجید کی جو بات پوچھنا چاہو پوچھ لو۔ اللہ کی قسم قرآن مجید کی ہر آیت کے بارہ میں جانتا ہوں کہ رات کو نازل ہوئی یا دن کو۔ نرم زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ اگر میں چاہوں تو فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ لاد دوں۔ اور حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ علم کے نو عشر حضرت علی کو دئے گئے ہیں اور دسواں عشر دوسرے لوگوں کو۔ اس دسویں عشر میں بھی حضرت علی دوسرے لوگوں کے شریک ہیں۔ امیر معاویہ کو جو چھ مہینے پیش آئے وہ لکھ کر حضرت علی سے مل کر آئے۔ جب امیر معاویہ کے پاس حضرت علی کی شہادت کی خبر پہنچی تو کہا کہ علی بن ابی طالب کی موت سے فقہ اور علم چلے گئے۔

امیر معاویہ نے ایک دن ضرار مدائی سے کہا جو حضرت علی کے مصاحب تھے کہ علی کے صفات بتاؤ تو ضرار نے کہا مجھے معاف رکھیے تو امیر معاویہ نے فرمایا کہ ان کے صفات تجھے ضرور بیان کرنا پڑیں گے۔ ضرار نے کہا اگر ضرور ہے تو بیان کرنا ہوں۔ حضرت علی نہایت خوشو اور سخت زور آور تھے۔ جو فیصلہ کرتے انصاف سے کرتے۔ علم ان کے اطراف سے بہتا اور حکمت ان کے ہر گوشہ سے بولتی۔ دنیا اور اس کی نعمت سے دور بھاگتے۔ رات اور اس کی تنہائی سے بہت مانوس تھے لمبی فکر اور نہ تھمنے والے آنسوؤں کے مالک تھے۔ معمولی لباس اور نہایت سادہ غذا ان کو بہت مرغوب تھے۔ رہنے سہنے میں اپنے آپ کو عادی تصور فرماتے۔ جب ہم ان سے پوچھتے تو وہ جواب دیتے ہم قرب کے بوجود ان کی صیت سے بول نہیں سکتے تھے۔ وہ دین کی انتہائی تنظیم کرتے اور غریبوں ناداروں کو اپنا مقرب بناتے۔ کوئی بڑا آدمی ان سے غلط فیصلہ نہیں کرا سکتا تھا اور کوئی کمزور ان کے عدل سے مایوس نہیں تھا۔ میں اللہ کی قسم کہ کما کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے بعض اوقات ان کو دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھا جاتی تو اپنی داڑھی کو پکڑ کر مارگزیدہ کی طرح ترپتے اور رو رو کر فرماتے اے دنیا تو کسی دوسرے کو دھوکا دے۔ کیا تو مجھ سے چھینر چھاڑ چاہتی ہے یا تو میری شوق مند ہے۔ دور ہو دور ہو۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں کہ اب رجوع بھی نہیں ہو سکتا۔ تیری عمر بہت کم ہے لیکن ترا خطرہ بہت زیادہ۔ ہائے سلمان کم ہے۔ اور سفر بہت لمبا اور وحشت ناک ضرار کی یہ گفتگو سن کر امیر معاویہ رونے لگے اور فرماتے لگے اللہ تعالیٰ ابوالحسن پر رحم فرمائے واقعی اسی طرح ہی تھے۔

جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنی خلافت کے دنوں میں ایک دن خطبہ فرما رہے تھے تو ان سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کے لئے خلافت کی وصیت فرمائی تھی تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے لئے خلافت کی وصیت فرماتے تو میں یقیناً تلوار لیکر اپنا حق حاصل کرنے کیلئے جہاد کرتا۔ (یہ حدیث نمبر ۲۹ علامہ یوسف نبہانی کی الشرف المنجد سے لی گئی ہے) (مشاہرات)

اب ان لڑائیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے عہد خلافت میں پیش آئیں۔ ان واقعات کی پوری تفصیلات کتب تاریخ میں موجود ہیں۔ لیکن یہاں بقدر ضرورت ان لڑائیوں کا مختصر ذرقلنی علی الموابیب سے اس لئے نقل کیا جاتا ہے کہ دو اعتراضوں کا پوری توضیح کے ساتھ جواب لکھا جاسکے۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ صحابہ کے مابین یہ لڑائیاں اللہ تعالیٰ کے ارشاد اشداء اعلیٰ الکفار رحمہم نسیم کے خلاف ہیں۔ دوسرا اعتراض یہ ہے کہ ان لڑائیوں میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا دامن صاف نہیں رہتا کیونکہ ان کے فریق برابر کا درجہ رکھنے والے لوگ تھے۔ ان دونوں اعتراضوں کے جواب کیلئے ضروری ہے کہ پہلے ان لڑائیوں کا تذکرہ لکھا جائے۔ واللہ المستعان۔ (وامتد الحمد للہ)

اس واقعہ کے بیان کرنے سے قبل ان حدیثوں کا اعادہ ضروری ہے جو اس واقعہ سے متعلق ہیں اس اعادہ میں فقط ترجمہ پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

۱۔ حاکم اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک ام المومنین خلیفہ اسلام پر خروج کر گئی۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہنسنے لگی۔ تو آپ نے فرمایا دیکھ اے حمیراء شاید وہ تو نہ ہو پھر آپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر تو اس ام المومنین کے معاملہ کا مالک بنے تو اس سے نرمی کرتا۔

۲۔ بزار و ابویہیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون لمبے بالوں والے اونٹ پر سوار ہو کر خروج کرے گی اور اس کو حواب کے کتے بھونکیں گے۔ اور اس کے گرد بہت سے لوگ قتل ہوں گے۔ اور مرنے مرنے بچے گی۔

۳۔ حاکم اور بیہقی نے ابو لاسود سے روایت کیا ابو لاسود فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ تعالیٰ وجہہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اگر تو اس ام المومنین کے معاملہ کا مالک بنے تو اس سے نرمی کرتا۔

۲۔ بزار و ابو نعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اپنی پیڑیوں سے فرمایا کہ تم میں سے کون لمبے بالوں والے اونٹ پر سوار ہو کر خروج کرے گی اور اس کو حواب کے کتے بھونکیں گے۔ اور اس کے گرد بہت سے لوگ قتل ہوں گے۔ اور مرقی مرقی بچے گی۔

۳۔ حاکم اور بیہقی نے ابو لاسود سے روایت کیا ابو لاسود فرماتے ہیں میزہر واپس چلے آئے اور میدان جنگ چھوڑ دیا۔

واقعہ صرف اتنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے بعد دوسرے تمام اہل المل والاعداء نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو خلیفہ بنایا اور بیعت کر لی۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بھی حضرت علی کی بیعت کر لی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حج کیلئے مکہ مکرمہ میں تھیں۔ حضرت عائشہ نے وہاں مکہ مکرمہ میں شہادت عثمان کی خبر سنی تو لوگوں کو طلب قصاص پر ابھارا۔ ادھر سے حضرت طلحہ اور زبیر بھی حضرت علی سے عمرو کی اجازت لیکر مکہ مکرمہ پہنچ گئے وہاں جا کر حضرت عائشہ سے متفق ہو گئے۔ کہ ہم قاتلین عثمان سے بدلہ لیکر رہیں گے۔

حضرت عائشہ اونٹ پر سوار ہو کر بصرہ کی جانب روانہ ہوئیں اور ان کے حامی لوگ بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب یہ خبر مدینہ طیبہ میں حضرت علی کو پہنچی تو حضرت علی نو۴۰ سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے بیٹے حسن کو اور حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ یہ دونوں حضرات کوفہ پہنچے اور ممبر پر چڑھے۔ حضرت حسن ممبر کے آخری زینہ پر بیٹھے اور حضرت عمار بن یاسر اس سے نچلے زینہ پر تو حضرت عمار بن یاسر نے لوگوں سے کہا کہ حضرت عائشہ بصرہ کو گئی ہیں اللہ کی قسم وہ دنیا میں اور آخرت میں تمہارے نبی کی پیروی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں آنا رہا ہے کہ تم خلیفہ برحق کی اطاعت کرتے ہو یا حضرت عائشہ کی۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ حضرت علی نے فرمایا کہ جو شخص حقوق اللہ کی رعایت کرنے والا ہے وہ چل کر دیکھے۔ اگر میں مظلوم ہوں تو میری اعانت کرے اور اگر میں ظالم ہوں تو مجھ

سے بدل لے۔ اللہ کی قسم طہ اور زہیر سب سے پہلے مجھ سے بیعت کرنے والے ہیں پھر وہ اٹھ پھرے ہیں۔ حالانکہ نہ میں نے بیت المال میں بے جا تصر کیا ہے اور نہ شریعت کا کوئی حکم بدلا ہے۔ تو وہاں سے بارہ ہزار افراد حضرت علی کی حمایت کیلئے نکلے۔ اور سے حضرت عائشہ جب حواب بستی تک پہنچیں تو حواب کے کتے بھونکتے لگے۔ آپ نے فرمایا اس بستی کا نام کیا ہے لوگوں نے بتایا کہ اس کا نام حواب ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا مجھے فارہ والیں لے چلو۔ اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بھی سنائی۔ مروان گرد نواح کے چالیس پچاس آدمی سکھا کر لایا انہوں نے آکر قیہ بیان کیا کہ یہ بستی حواب نہیں ہے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مطمئن ہو گئیں حتیٰ کہ بصرہ پہنچیں۔ اور سے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ مع افواج پہنچے۔ ۱۰ جمادی الاول ۶۳ھ بروز ثنیس فریقین کی لڑائی ہوئی۔ دن چڑھے شروع ہو کر عصر کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے غلبہ سے ختم ہوئی۔ حضرت طہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائی کے دوراں پوچھا اور حضرت علی کی فوج سے مخاطب ہوئے کہ تم میں عمار بن یاسر بھی ہے سب نے کہا ہاں تو حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نکوار نیام میں داخل کر لی۔ یہ بات حضرت علی کو پہنچی تو حضرت زہیر کو بلایا۔ تو وہ تشریف لائے اور اور حضرت علی آگے بڑھے۔ دونوں کے گھوڑوں کی گردنیں ایک دوسرے سے مل گئیں۔ تو حضرت علی نے فرمایا تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد نہیں۔ فلاں روز فلاں مقام پر فرمایا تھا کہ اے زہیر تو علی سے لڑے گا اور تو ظالم ہوگا۔ حضرت زہیر نے کہا واقعی آپ نے یہ فرمایا تھا لیکن میں اس بات کو بھول گیا تھا۔ یہ فرما کر حضرت زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ کی فوج سے جدا ہو گئے اور گمر کو واپس ہوئے۔ لیکن راستہ میں وادی السباع میں سو رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے ان کو بے خبری میں قتل کر دیا اور ان کا سر کاٹ کر حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس لایا۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے فرمایا تو جہنمی ہے۔ جب حضرت علی غالب آئے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ کسی شخص کا تعاقب نہ کرو اور کسی کا مال نہ لو تو حضرت عائشہ کا اونٹ گرا تو وہ ہودج بھی

گرا جس میں حضرت عائشہ تھیں۔ حضرت عائشہ کو محمد بن ابی بکر اور عمار بن یاسر نے اٹھا لیا۔ جب حضرت علی نے حضرت عائشہ کو بہت سے دن بھروسہ میں قیام کرایا۔ پھر حضرت عائشہ کو ان کے بھائی محمد بن ابی بکر کے ساتھ نہایت احترام سے روانہ فرمایا اور خود تقریباً دو میل تک رخصت کرنے کیلئے آئے۔ زیادہ صحیح یہ بات ہے کہ حضرت عائشہ کی فوج سے آٹھ ہزار قتل ہوئے۔ اور حضرت علی فوج سے تقریباً "ایک ہزار۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ چند روز بھروسہ میں رہے۔ وہاں کے لوگوں سے بیعت لی اور حضرت ابن عباس کو وہاں عامل بنایا اور وہاں سے چل دئے۔ (ذرقانی علی الواجب) (واقعہ صفین)

یہ لڑائی یکم صفحہ ۳۷۷ کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین ہوئی۔ اور ایک سو دس دنوں تک رہی۔

ترجمہ حدیث۔ "بخاری اور مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے عمار بن یاسر سے فرمایا کہ تجھے باغی گروہ قتل کرے گا۔ بخاری نے حضرت ابو سعید سے روایت ہے کہ ہم مسجد نبوی کی تعمیر میں ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور حضرت عماد دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا اور عمار کے جسم سے مٹی دور کی فرمایا عمار پر افسوس ہے کہ اسکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا عمار ان کو جنت کی طرف بلائے گا اور وہ لوگ عمار کو آگ کی طرف بلائیں گے مسلم میں ابو قتادہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خندق کو دوتے وقت عمار سے فرمایا اے سیدہ کے بیٹے تجھ پر افسوس ہے کہ تجھے باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ حدیث متواتر ہے" جنگ صفین کا واقعہ یہ ہے کہ جب اہل اہل والحدہ نے شہادت حضرت عثمان کے بعد حضرت علی سے بیعت کر لی۔ امیر معاویہ حضرت عثمان کی طرف سے شام کے عامل تھے۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جریر بن بحلی کے ذریعہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی خلافت کی بیعت قبول کرنے کی طرف بلایا تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انکار کر دیا۔

امام بخاری کے استاد یحییٰ بن سلیمان جعفی نے سند جدید کے ساتھ روایت کیا کہ

ابو مسلم خولانی نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کیا آپ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے خلافت چھیننا چاہتے ہیں یا آپ ان کے برابر ہیں تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا نہیں۔ یقیناً میں جانتا ہوں کہ بے شک وہ مجھ سے افضل ہیں اور وہ خلافت کے زیادہ حق دار ہیں لیکن کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت عثمان مظلوم ہو کر قتل ہوئے میں ان کا چچا زاد اور ولی ہوں۔ ان کا قصاص چاہتا ہوں تم علی کے پاس جا کر اس کو کہو کہ وہ قاتلین عثمان کو ہمارے سپرد کرے۔ تو لوگ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے پاس آئے اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطالبہ پیش کیا۔ حضرت علی نے فرمایا کہ امیر معاویہ پہلے میری بیعت میں داخل ہو جائے۔ پھر یہ دعویٰ دائر کرے۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ستر ہزار عراقی لشکر لے کر نکلے جن میں نوے ہجری صحابہ تھے اور سات سو مائے بیعت رضوان والوں میں سے تھے۔ اور چار سو مائے مناجرین اور انصار تھے۔ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پچاس ہجری شامی فوج لیکر نکلے۔ ان میں نہ کوئی بدری تھا اور نہ اہل بیعت رضوان۔ انصار کے دو شخص نعمان بن بشیر اور مسلمہ بن حذافہ ان میں موجود تھے۔ صفیں کے میدان میں ایک دوسرے سے ملے۔ جانبین سے خط و کتابت ہوئی۔ اور صلح نہ ہو سکی۔ تو لڑائی شروع ہو گئی۔ ایک سو دس دنوں تک جاری رہی۔ جتھے اللہ عمار بن یاسر بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کے سپاہی تھے۔ نہایت جوش و خروش سے شامی فوج کی سرکوبی فرماتے رہے۔ یہ بات معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بارہا فرما چکے ہیں کہ عمار بن یاسر کو باغی گروہ قتل کرنا۔ بلکہ ہر صحابی اس بات کو جانتا تھا۔

لڑائی کے دوران جتھے اللہ عمار بن یاسر نے اپنے غلام سے پانی مانگا۔ غلام نے دودھ کہیں سے لا کر دیا جتھے اللہ نے وہ دودھ پیا۔ پھر کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا آج میں اپنے محبوبوں سے محمدؐ اور اس کے ساتھیوں سے جالوں کا کیونکہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس دنیا میں سے تیری

آخری غذا دودھ کا کھونٹ ہو گا۔ اللہ کی قسم اگرچہ یہ لوگ ہمیں شکست دے کر صفات جبر تک پہنچا دیں پھر بھی مجھے یقین ہے کہ ہم لوگ حق پر ہیں۔ اس کے بعد حجۃ اللہ عمارین یا سرے لڑائی شروع کر دی اور پہلے ہی حملہ میں شہید ہو گئے۔

اللہ وانا لله، راجعون

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک حجۃ اللہ عمارین یا سر کی شہادت کی خبر پہنچی کہ تمہارے گروہ نے حضرت عمار کو شہید کر دیا ہے۔ لہذا تم لوگ نبی کی شہادت سے باغی گروہ ہو۔ تو کہنے لگے جو لوگ عمار کو یہاں لائے ہیں وہی ان کے قتل کا سبب ہیں اور وہی درحقیقت ان کے قاتل ہیں جو ان کو گھر سے نکال لائے۔ اس کے جواب میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نکال لانے والے کو اگر قاتل کہا جاتا ہے تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تو خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے کہ آپ اپنے بچا کو گھر سے نکال کر لائے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے اس جواب نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لا جواب کر دیا۔ پھر کہنے لگے کہ حدیث میں الباغیہ کا لفظ ہے وہ بغاوت بمعنی طلب سے ماخوذ ہے۔ یعنی ہم لوگ طالب قصاص ہیں۔ لیکن اصحاب بدر اور اصحاب بدر رضوان نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دونوں تاویلوں کو ہدایہ البطلان قرار دیا۔ اور حق پر قائم رہے۔ جانبین کے متخولین کی تعداد میں مورخین کا اختلاف ہے۔ علامہ ذر قانی ہاشمی نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ شامی فوج سے سترہ ہزار قتل ہوئے اور عراقی فوج سے بیس ہزار جب شامی فوج نے اپنی شکست فاش قریب دیکھی تو عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ سے قرآن مجید کے نسخے بلند کر دیے اور قرآن مجید کے فیصلہ پر رضامند ہو جانے کے دعوت دی۔ قرآن مجید کی تعظیم کرتے ہوئے لڑائی روک دی گئی۔ صلح کی بات چیت ہوئی۔ یہ طے پایا کہ دونوں فریق اپنا اپنا حکم مقرر کر لیں۔ وہ دونوں حکم بیٹھ کر فیصلہ کر لیں۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بتایا اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا حکم بتایا اور صلح نامہ میں یہ بات لکھی گئی کہ آئندہ سال انہی دونوں میں مقام اذرح

میں جمع ہو کر دونوں حکم فیصلہ کریں گے۔ تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کوفہ کو واپس آئے اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کو۔ حضرت علی کے حامیوں میں سے کچھ لوگ اس صلح اور حکیم پر رضامند نہیں تھے انہوں نے بغاوت شروع کر دی اور لا حکم الا للہ کا نعروں لگایا۔ اور حوراء میں اپنی فوجیں جمع کیں اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی بیعت سے منحرف ہو گئے۔ یہ وہ خوراج ہیں جن کی خبر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی تھی۔ (واقعہ التہوان)

حدیث دربارہ خوراج۔ ”بخاری اور مسلم نے ابوسعید خدیی سے روایت کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تھے جب آپ کوئی چیز تقسیم فرما رہے تھے۔ اتنے میں ذوالنورینؓ ہمیں بھی آیا جس کا نام حرقوم بن ذبیر تھا کھنے لگا یا رسول اللہ انصاف کیجئے آپ نے فرمایا تو تا کلام اور خاسر ہے اگر میں نے انصاف نہ کیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن کاٹ دوں آپ نے فرمایا اے عمر اس کو چھوڑ۔ اس کے اوپر لوگ بھی ساتھی ہیں کہ ہر ایک تم میں سے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر جانے گا اور اپنے روزہ کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر جانے گا۔ قرآن مجید پڑھیں گے لیکن ان کے طلق سے آگے نہیں پڑے گا۔ اسلام سے اس طرح جلدی باہر نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے جلدی سے باہر نکل جاتا ہے۔ ان کا نشان وہ کالا غصّ ہوگا جس کا ایک بازو عورت کے پستان کی طرح تھر تھراتا ہوگا اور افضل فرقہ سے بغاوت کریں گے ابوسعید فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنی اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ نے ان کے ساتھ جملہ کیا میں بھی حضرت علی کے ساتھ تھا۔ حضرت علی نے ان کے قتل ہو جانے کے بعد حکم دیا کہ اس کالے غصّ کو متولین میں تلاش کرو۔ تو وہ متولین میں پایا گیا۔ اور حضرت علی کے پاس لایا گیا۔ میں نے اس میں وہ مفتات دیکھے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔“

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی بیعت سے منحرف ہو کر بغاوت کرنے والوں کی تعداد

آٹھ ہزار تھی۔ یہ لوگ قرآن کے بڑے قاری تھے حوراء میں جمع ہو کر حضرت علی کو کہنے لگے کہ جو قیصر خلافت اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنچایا تھا اور حکیم کی وجہ سے تم نے اتار دیا۔ تم نے اللہ کے دین میں حکم بنائے حالانکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کا حکم واجب العمل نہیں تو حضرت علی نے لوگوں کو جمع فرمایا اور ایک بڑا مصحف منگا کر رکھا اور فرمانے لگے اے مصحف لوگوں سے بات کر لوگوں نے کہا یہ سیاہی ہے اور اوراق ہیں یہ کس طرح ہم سے بات کرے۔ یہ انسان نہیں کہ گفتگو کرے۔ آپ نے فرمایا یہ مصحف تمہیں ساری بات بتا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **ان خفتم شقاق بینہما فلیتوا احکاما من اہلہ وحکما من اہلہا النصح**۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت کا معاملہ میاں پیوی کے معاملہ سے زیادہ اہم ہے۔ جب میاں پیوی کے معاملہ میں ہمیں حکم بنانے کا حکم دیا ہے تو پوری امت کے معاملہ میں حکم بنانا اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے پھر ان لوگوں نے کہا تم نے معاویہ سے صلح کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سہیل بن عمرو سے صلح کی تھی۔ آپ کی سنت ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

پھر حضرت علی نے ان لوگوں کے مناظرہ کیلئے حضرت ابن عباس کو بھیجا۔ حضرت ابن عباس نے دلائل قاطعہ کے ساتھ ان خوارج کو جواب کر دیا۔ ان میں سے چار ہزار افراد نے رجوع کر لیا اور باقی اپنی ضد پر ڈٹے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم جہاں چاہو رہو۔ نہ خنزیری کو اور نہ رہنی کو۔ اور نہ کسی پر ظلم کرو۔ ورنہ تم سے ہم جہاد کریں گے۔ یہ فرما کر حضرت علی نے ان کو آزاد کر دیا اور ان سے کوئی تعرض نہیں فرمایا حضرت عبداللہ بن شداد نے فرمایا کہ اللہ کی قسم جب ان خوارج نے رہنی اور قتل و غارت شروع کر دیے تو پھر حضرت علی نے ان سب کو قتل کر دیا۔ جب ان کے قتل سے فارغ ہوئے تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس شخص کو تلاش کرو۔ بہت جستجو کے بعد ملا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودہ علامات اس میں پورے موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کوئی شخص اس کالے شخص کو جانتا ہے۔ کسی نے کہا اس کا نام حرقوص ہے۔ اس کی والدہ میاں

موجود ہے۔ آپ نے اسکی والدہ کو بلوایا۔ اس سے پوچھا کہ تیرا یہ بیٹا کس خاندان کا فرد ہے۔ اس عورت نے کہا میں ربذہ مقام پر بکریاں چرا رہی تھی کہ ایک سیاحی اور غلٹ نے مجھے گھیر لیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ سیاحی دور ہوئی تو میں حاملہ تھی اور اس حمل سے یہ حقوق پیدا ہوا۔ یعنی یہ کسی انسان کا بیٹا نہیں۔ بلکہ شیطان کا بیٹا ہے۔

قدقتہی ذکر العلوچ۔ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خوراج ہر زمانہ میں موجود رہیں گے اور آخر میں مسیح و جہل کی حمایت کریں گے۔ (علمین کا اجتماع)

تقریباً سال کے بعد عمرو بن العاص شام سے چار سو سواروں کے ساتھ مصین تاریخ کو اذرح میں پہنچے اور سے ابو موسیٰ اشعری کوفہ سے چار سو سوار لے کر اذرح میں تشریف لائے۔ دونوں حکم تھائی میں بیٹھ کر صلح کی تدبیریں سوچنے لگے۔ بہت دیر مباحثہ کے بعد عمرو بن العاص کے مشورہ پر اتفاق ہوا کہ ہم دونوں حکم اپنے اپنے سردار کو معزول کر دیں۔ اس کے بعد امت مسلمہ اپنا نیا خلیفہ شوری سے منتخب کر لے گی۔ یہ عمر بن العاص کی چالاکی اور فریب کاری تھی لیکن حضرت ابو موسیٰ اپنی سادگی کی وجہ سے نہیں سمجھ سکے تھے۔ کیونکہ حکم کو عزل کا اذن نہیں تھا۔ حکم اپنی اپنی تدبیر صلح پیش کر سکتے تھے۔

عمرو بن العاص نصیح اور تکلف سے حضرت ابو موسیٰ کا ادب و احترام کرتے رہے اور چلنے میں بھی حضرت ابو موسیٰ کو آگے کیا اور خود پیچھے چلے۔ جب مجمع میں پہنچے تو حضرت ابو موسیٰ سے کہا کہ آپ بزرگ ہیں آپ اس فیصلہ کا اعلان پہلے کریں پھر آپ کے بعد میں اعلان کروں گا۔

حضرت ابو موسیٰ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر حمد و ثناء کے بعد اعلان کیا کہ ہم دونوں اس بات پر متفق ہو گئے ہیں کہ علی اور معاویہ کو معزول کر دیا جائے۔ پھر مسلمان شوری کے ساتھ اپنا خلیفہ منتخب کر لیں۔ لہذا میں علی اور معاویہ دونوں کو معزول کرتا ہوں۔ پھر عمرو بن العاص کھڑے ہوئے اور کہا کہ تم نے ابو موسیٰ کی بات سن لی ہے وہ اپنے امیر علی بن ابی طالب کو معزول کر چکے ہیں۔ لیکن میں اپنے امیر معاویہ بن ابی سفیان کو امارت پر قائم رکھتا ہوں بلکہ حضرت عثمان کی بجائے ان کے امیر المومنین

ہونے کا اعلان کرتا ہوں۔ کیونکہ حضرت عثمان مظلوم شہید ہیں اور معاویہ ان کا چچا زاد اور ولی ہے۔ اس لئے حضرت عثمان کے عہد خلافت کا بھی وہی وارث ہے۔ اس اعلان سے فریقین کے لوگوں میں اضطراب نمودار ہوا۔ سب مسلمانوں نے عمرو بن العاص کی چالاکی فریب کاری سے نفرت کی اور امارت و خلافت کو موروثی قرار دینے کو غیر اسلامی تحیل قرار دیا۔ اور عمرو بن العاص کے اس اعلان کو ناقابل عمل تصور کیا۔ عمرو بن العاص واپس شام پہنچے تو معاویہ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔ اور ابو موسیٰ شرم کے مارے کوفہ کی بجائے مکہ مکرمہ چلے گئے۔ یہ نزاع دوپہر کا وہیں رہ گیا۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ ان تینوں وقعات ہیں۔ جمل صفین۔ نہوان میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ حق پر تھے اور ان کے فریق باطل پر۔ اس اجماع کے بارہ میں زر قانی کی عبارت مع ترجمہ درج ذیل ہے۔

وقال الامام عبد القادر الجرجانی فی کتاب الامتہ اجمع فقہاء الحجاز والعراق من فریق اہل الحدیث والراۃ منہم مالک والشافعی وابو حنیفہ والا وزاعی والجمہور الاعظم من المسلمین والمتکلمین علی ان علیا مصیب فی قتالہ لاہل صفین کما ہو مصیب فی اہل الجمل وان الذین قاتلوه بغاۃ ظالمون لہ۔ لکن لا ینکفرون بفسادہم قال الامام ابو منصور الماتریدی اجمعوا علی ان علیا کان مصیباً فی قتال اہل الجمل طلعتہ والزہر وعاشتہ بالبصرۃ واہل صفین معاویتہ وعسکرہ وفی روض البہلی ان علیاً لعمرو قال لہ رایت اللیلۃ کان الشمس والقمر یقتلان ومع کل نجوم۔ قال عمر مع لہما کنت قال مع القمر قال کنت مع الایۃ المنحوتۃ اذهب لا تعمل لی لہذا وعزلہ فقتل بصفین مع معاویتہ واسمہ جہش بن سعد۔ (زرقانی جلد ثالث صفحہ ۳۴۱)

ترجمہ۔ ”امام عبد القادر جرجانی نے کتاب الامتہ میں کہا کہ فقہاء حجاز و عراق کی دونوں جماعتوں نے یعنی اہل الحدیث اور اہل الاجتہاد نے جن میں سے مالک اور شافعی اور ابو حنیفہ ہیں۔ اور مسلمین اور متکلمین کی اکثریت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ صفین کی لڑائی میں حق پر تھے جس طرح وہ جمل کی

لڑائی میں حق پر تھے۔ اور جو لوگ ان سے لڑنے والے تھے وہ باغی اور ظالم تھے لیکن وہ باغی کافر نہیں ہوئے۔ امام ابو منصور ماتریدی نے کہا کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ بصرہ میں جمل والوں طح و زہر و عاتشہ کی لڑائی میں حضرت علی حق پر تھے اور صفین والوں معاویہ اور اس کے لشکر کی لڑائی میں بھی حق پر تھے۔ دوضی السہلی میں ہے کہ حضرت عمر کے ایک عامل نے ان سے کہا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے کہ گویا سورج اور چاند آپس میں لڑ رہے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ ستاروں کی جماعت ہے حضرت عمر نے فرمایا تو کس کے ساتھ تھا سورج کے ساتھ یا چاند کے ساتھ اس نے کہا چاند کے ساتھ۔ آپ نے فرمایا تو مٹے ہوئے نشان کے ساتھ تھا۔ آج سے تو میرا عامل نہیں یہ فرما کر اسے معزول کر دیا۔ پھر وہ صفین کی لڑائی میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حمایت میں قتل ہوا۔ اس کا نام حابس بن سعد تھا۔

اعتراف : اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کی صفت بیان فرمائی ہے کہ وہ کافروں پر بہت سخت ہیں اور آپس میں بہت مہربان اور شفیق فرمایا

”وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ وَهَمَّاءُ بَيْنَهُمْ“

لیکن صحابہ کرام کے باہم محاربات سے سمجھا جا رہا ہے کہ بعض صحابہ ایک دوسرے کے دشمن تھے اور ایک دوسرے کے قتل پر حریص تھے تو یقیناً ”سب صحابہ رحماء بینہم نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روش سے بیزار ہو گئے۔ جب ان کا عمل پسندیدہ نہ رہا تو صحابہ کرام قاتل اقتداء نہ رہے۔ حالانکہ صحابہ کرام کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اصحابی کا لنجوم بھیم القند بتم اعتد بتم میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس ایک کے پیچھے چلو گے ہدایت پاؤ گے۔

جواب : ایمان کی دو قسمیں ہیں ایمان اعتقادی اور ایمان عملی۔ ایمان اعتقادی یہ ہے کہ جمیع ملجاء بہ التبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانا جائے اور ایمان عملی یہ ہے کہ اسلام کے اوامر و نواہی پر عمل کیا جائے۔

اسی طرح کفر کی دو قسمیں ہیں۔ کفر اعتقادی اور کفر عملی۔ کفر اعتقادی یہ ہے کہ جمع ماجاء بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کسی بات کی تکذیب کی جائے اور کفر عملی یہ ہے کہ اسلام کے اوامر اور نواہی میں سے کسی امر یا نہی کے خلاف عمل کیا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض گناہوں کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ نے کفر فرمایا۔ مثلاً "ترک صلوٰۃ کو کفر فرمایا اور قتل مسلم کو کفر فرمایا۔ زانی، سارق، شارب خمر اور موذی جار سے ایمان کی نفی فرمائی۔ تو یہاں کفر سے مراد کفر عملی ہے اور نفی ایمان سے مراد نفی ایمان عملی ہے۔ دونوں قسم کے ایمانوں پر ایمان کا لفظ بولا جاتا ہے اور دونوں قسم کفروں پر کفر کا لفظ بولا جاتا ہے۔

کفر اعتقادی ایمان اعتقادی کا متضاد ہے اور کفر عملی ایمان عملی کا متضاد ہے۔ لہذا کفر اور ایمان کا اجتماع جائز ہے کہ کسی شخص میں ایمان اعتقادی موجود ہو اور اسی شخص میں کفر عملی بھی ہو۔ کذا فی فتح الملہم للصلامۃ العسقلی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جس طرح کفر اعتقادی کو محل تشدید سمجھتے تھے اسی طرح کفر عملی کو بھی واجب التشدید قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ملعین زکوٰۃ سے اسی طرح جہاد کیا جس طرح مرتدیں سے جہاد کیا۔

آپ نے عمل سے واضح فرما دیا کہ کافر عملی اگرچہ مومن اعتقادی ہو پھر بھی واجب التشدید ہے، کیونکہ ملعین زکوٰۃ مومن اعتقادی تھے۔ جب وہ مومن اعتقادی تھے تو یقیناً "صحابی تھے۔ گناہ سے صحابیت نہیں جاتی۔ اگر صحابیت جاتی ہے تو ایمان اعتقادی کے جانے سے یعنی ارتداد سے جاتی ہے۔ تو ثابت ہو گیا کہ بعض صحابہ واجب التشدید ہیں جن سے کفر عملی سرزد ہوا۔ رجاء بنیم کا مقصد اہل وہ صحابہ رہ گئے جو مومن اعتقادی بھی ہیں اور مومن عملی بھی۔ یعنی وہ صحابہ جو ایمان اعتقادی اور ایمان عملی کے جامع ہیں وہی آپس میں ایک دوسرے پر مہربان اور شفیق ہیں۔ آیت کا مفہوم پورے طور پر واضح ہو گیا۔

صحابہ کے مابین جو محاربات ہوئے وہ اہل الجانبین کے کفر عملی کی وجہ سے تھے۔ وہاں اشداء علی الکفار کا مظاہرہ تھا اور جو صحابہ دونوں کفروں سے پاک تھے اور دونوں

ایمانوں کے جامع تھے وہ رحماء بیہم کا مظہر تھے۔ صحابیت کو عصمت لازم نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرام سے گناہ سرزد ہوئے۔ جیسے فرار عن الزحف اور احد کے دن تیز اندازوں کا اپنے مقام کو چھوڑ دینا اور جمعہ کے خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اناج خریدنے کے لئے چلا جانا۔ جماد کی تیاری میں غفلت کرنا وغیرہ۔

لیکن صحابہ کرام سے جب کوئی غلطی صادر ہوتی وہ فوراً "نادم" ہوتے اور روتے تو ان کی وہ غلطی معاف ہو جاتی۔ چنانچہ جنگ جمل میں خروج کرنے والے والے تین شخص پیش رو تھے۔ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عائشہؓ ان تینوں کی مستقبل قریب میں ندامت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ لَمَّا تَوَسَّوْا عَلَى اللَّهِ لِلَّهِ يَوْمَ يَعْلَمُونَ السَّوْءَ بِجَهْلَانِهِ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ۔ فقط اللہ تعالیٰ پر ان لوگوں کی توبہ قبول کرنا لازم ہے جو نادانی کی وجہ سے برا عمل کرتے ہیں پھر مستقبل قریب میں توبہ کر لیتے ہیں۔ ان تینوں حضرات کی ندامت کا ثبوت حسب ذیل ہے۔

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ عشرہ مبشرین بالجہنم سے ہیں۔ ان کے جنتی ہونے کا قضا بھی یہی ہے کہ اگر ان سے کوئی گناہ سرزد ہو تو ان کی مستقبل قریب میں ندامت اور توبہ موجود ہو

حضرت زبیرؓ کی ندامت اور میدان جنگ کو چھوڑ کر واپس چلا آنا و تھک الجھل کے بیان میں مذکور ہوا ہے۔ علامہ ابن حجر مکی کی تفسیر البیان میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہؓ سے جنگ جمل کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا کہ لوگ اس جنگ کو میرے اونٹ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کو جنگ جمل کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ تو فرمایا کاش کہ میں بھی دوسری امات مومنین کی طرح گھر میں بیٹھی رہتی۔ گھر میں بیٹھے رہنا مجھے اس بات سے زیادہ محبوب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے میرے دس پندرہ بیٹے ہوتے اور بیٹے بھی سب عبدالرحمن بن الحرث بن ہشام یا عبداللہ بن زبیر ایسے ہوتے۔ حاکم کی حدیث ذیل سے حضرت طلحہؓ کی ندامت اور توبہ واضح طور سمجھی جاتی ہے۔

حدیث : اخرج الحاكم عن ثور بن مجازة قال سمعت يوم الجمل في اخر رمق فقال لي منمن انت۔ قلت من اصحاب امير المؤمنين علي فقال بسط يدك اليهمك۔ فسطت يدي و يا يعني و فاضت نفسي۔ فائت عليا فلخبرته لعل الله اكبر۔ صلى رسول الله صلى الله تعالى عليه و علي اله وسلم اي الله ان يدخل طلعہ الجنتہ الا و يعنى في عتقہ (خصائص كبرى جلد دوم صفحہ ۱۹۱)

ترجمہ : ”حاکم نے ثور بن مجازہ سے روایت کیا انہوں نے فرمایا کہ جمل کے دن میں طلحہ سے گزرا کہ وہ آخری رمق میں تھے۔ تو مجھے کہا تو کن لوگوں میں سے ہے۔ میں نے کہا میں امیر المؤمنین علی کے اصحاب سے ہوں۔ طلحہ نے کہا ہاتھ لمبا کرو۔ میں تم سے بیعت کر لوں۔ میں نے ہاتھ لمبا کیا تو مجھ سے بیعت کی پھر ان کی روح پرواز کر گئی۔ پھر میں علی کے پاس آیا اور ان کو واقعہ سنایا تو علی نے کہا اللہ اکبر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے طلحہ کو میری بیعت کے بغیر جنت میں داخل نہیں ہونے دیا۔“

حضرت عائشہ حضرت طلحہ حضرت زہیر سے جرم خروج صادر ہوا لیکن ان کے اونچے مقام نے ان کو مجبور کر دیا کہ مستقبل قریب میں توبہ اور ندامت سے اپنا گناہ اللہ تعالیٰ سے معاف کرا لیں۔ چنانچہ توبہ سے اپنا گناہ معاف کرا لیا، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ التوبہ الندم۔ بچتے نام توبہ ہے۔

اب یہاں سے دوسرے اعتراض کا جواب شروع کیا جاتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ حضرت علی کی یہ لڑائیاں ہم مرتبہ صحابہ سے تھیں۔ لہذا جانبدار کی طرف غلطی کو منسوب کیا جاسکتا ہے۔ تو حضرت علی کا دامن بھی پاک نہیں رہتا۔

جواب : حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زہیر کی ندامت نے ثابت کر دیا کہ حضرت علی جنگ جمل میں پاک تھے اور ان کے مخالفین خروج کرنے والے تھے۔ اب جنگ صفین کی صورت حال کو کچھ تفصیل اور تشریح کی ضرورت ہے۔ اس جنگ میں حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے محارب امیر معاویہ تھے۔ یہ اپنے جرم خروج پر نادم

نہیں ہوئے۔ بلکہ ان کا خروج بہت لمبا ہو گیا اس کی فطریہ وجہ ہے کہ ان کو صحابیت کا سب سے کمترین درجہ ملا تھا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مناقب مختصہ کے مقابلہ میں ان کے فضائل کا احدم نظر آتے ہیں۔ اپنے جرم پر مستقبل قریب میں نادم ہونا اونچے درجے کے لوگوں کا کام ہے۔ ان کو اس قسم کا درجہ حاصل نہیں تھا۔ اب معایہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاندانیت، اسلام، فضائل و مناقب بیان ہوں گے۔ جس سے واضح ہو جائے گا کہ معایہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مرتبہ کے لائق یہ بات تھی وہ اپنی غلطی پر غلام نہ ہوں اور ان کا جرم ممتد ہو جائے۔

”خاندانیت“

حدیث: عن عمران بن حصین قال مات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و ہلوک وسلم و ہو پکرو ثلاثہ اعیاء ثقیف و بنی حنیفہ و بنی امیہ رواہ الترمذی (مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۵۱)

ترجمہ ”حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے اس حالت میں وفات فرمائی کہ وہ تین قبیلوں سے کراہت کرتے تھے۔ ثقیف سے اور بنی حنیفہ سے اور بنی امیہ سے۔“

حدیث: فی الحدیث المروی بسند حسن ائمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال شر لقبل العرب بنو امیہ و بنو حنیفہ و ثقیف

ترجمہ ”سند حسن کے ساتھ مروی حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین قبائل عرب یہ ہیں۔ بنو امیہ، بنو حنیفہ، ثقیف۔“ (تطہیر الجنان واللسان ص ۳۰)

حدیث: و فی الحدیث الصحیح قال العاکم علی شرط الشیخین عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کان لہنض الاحیاء او النہس الی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم بنو امیہ۔ (تطہیر الجنان واللسان ص ۳۰)

ترجمہ ”صحیح حدیث میں ہے۔ حاکم نے کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے کہ حضرت

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بدترین قبائل عرب یہ ہیں۔ بنو امیہ، بنو حنیفہ، حقیقت۔ (تظہیر الجنان واللسان ص ۳۰)

حدیث: وفي الحديث الصحيح قال الحاكم علي شرط الشيخين عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه: كان لعنن الأحماء أو النملس إلى رسول الله صلى الله تعالى عليه و علي وآله وسلم بنو أمية۔ (تظہیر الجنان واللسان ص ۳۰)

ترجمہ ”صحیح حدیث میں ہے۔ حاکم نے کہا کہ بخاری و مسلم کی شرط پر ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کی وجہ سے بنو ہاشم سے بائیکاٹ کیا اور بنو ہاشم شعب ابی طالب میں محصور ہو گئے تو بنو مطلب، بنو ہاشم کے ساتھ تھے اور بنو امیہ اور بنو نوفل مشرکین مکہ کے ساتھ تھے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر مکی تظہیر الجنان کے صفحہ ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

”و من ثم لما تمالأت قریش علیہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم فی السبب والایذ لہ الذی لا یدخ منہ افردت بنو المطلب مع بنی ہاشم لدخلوا معہم شعبہم لما حصرتهم قریش لہ و تحالفو ان لا یعدلوہم ولا یناکھوہم فاختار بنو المطلب بنی ہاشم و رضو بما یحصل لہم من السبب والایذ لہ منہم و اختار بنو عبد شمس و نوفل قریشا لکما تو لمعہم علی سبب لولئک و ایذ انہم ولہذا لما قسم النبی صلی اللہ علیہ وسلم الفیء لم یعط بنین شیمانہ و خص بہ الاولین

ترجمہ ”اسی وجہ سے جب قریش نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب اور ایذا پر انتہائی طور پر مائل ہوئے۔ تو اکیلے بنو مطلب نے بنو ہاشم کا ساتھ دیا۔ وہ بنو ہاشم کے ساتھ ان کے شعب میں داخل ہوئے۔ جب ان کو قریش نے محصور کر دیا تھا۔ اور قسمیں کھا کر عہد کر لیا تھا کہ ان سے کوئی خرید و فروخت اور شادی بیاہ نہ کرے گا۔ تو بنو مطلب نے بنو ہاشم کو چن لیا اور ان کے ساتھ سب اور ایذا برداشت کرنے پر رضا مند ہوئے۔ اور بنو عبد شمس و نوفل نے قریش کا ساتھ دیا اور ان کے ساتھ شریک ہو کر سب اور ایذا رسائی کرنے لگے۔ اسی وجہ سے جب رسول

اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے مال فیء تقسیم فرمایا تو بنو امیہ اور بنو نخل کو کچھ نہیں دیا فقط بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دیا تھا۔

غزوہ احد اور غزوہ احزاب میں ابوسفیان کی انتہائی دشمنی کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اعداء کی سرداری اس کو حاصل تھی۔ سارے قبائل کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور صحابہ کرام کے مقابلہ پر ہوشیار کرتا رہا۔ آخر کار ابوسفیان اور اس کے دونوں بیٹے معاویہ و یزید بزدل شمشیر موت کے ڈر سے مسلمان ہوئے لیکن ان کا دل ایمان سے خالی تھا اور مولفتہ القلوب سے شمار ہوئے۔

مولفتہ القلوب ان کافروں کو کہا جاتا ہے جو مال و دولت سے انتہائی محبت رکھتے۔ پہلا گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ دوسرا گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اخلاق و جہاد کیا پھر فیصلہ فرمایا کہ پہلے گروہ کے لوگ بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ درجہ میں پہلے گروہ سے کم ہیں۔ پھر فرمایا کہ بہشت کا وعدہ دونوں گروہوں سے ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پہلے گروہ سے ہیں اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے گروہ سے۔ قرآن پاک کے نص صریح سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ معاویہ رضی اللہ عنہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے زکوٰۃ میں ان کی تالیف کو محصور نہیں فرمایا بلکہ مال غنیمت سے بھی ان کو بہت سا مال عطا فرمایا اور تالیف کے لئے ان کو عزت اور سرداری عطا فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ان سے یہ برتاؤ ان کے استحقاق کی بنا پر نہیں تھا بلکہ فقط تالیف کی بنا پر تھا کہ یہ لوگ طالب الدنیا ہیں۔ اگر ان کا مطلوب ان کو مذہب اسلام عطا کر دے گا تو ان میں ایہلام کی محبت پیدا ہو جائے گی اور ان کا قلبی کفر مبدل ہلا میاں ہو جائے گا۔

اب علام امت کے اقوال لکھے جاتے ہیں جو ابوسفیان اور ان کے دونوں بیٹوں معاویہ و یزید کے مولفتہ القلوب ہونے کے بارہ میں ہیں۔ اکمل مولف مشکوٰۃ نے

معاویہ بن ابی سفیان کے بارہ میں لکھا ہے۔

هو معاوية بن ابی سفیان القرشی واسمہ ہند بنت عتبہ کفن هو وابوہ من مسلمته الفتح ثم من المولفۃ قلوبہم

ترجمہ ”معاویہ جو ابوسفیان قریشی اموی کے بیٹے ہیں اور ان کی مال ہند بنت عتبہ ہے۔ وہ معاویہ اور ان کے والد ابوسفیان فتح مکہ میں مسلمان ہونے والے ہیں پھر مولفۃ القلوب میں سے ہیں۔“

علامہ زر قانی شرح مواہب جلد ثالث صفحہ ۳۴۴ پر ابوسفیان مخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ”اسلم فی الفتح و کفن من المولفۃ ثم حسن اسلامہ“ ”فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور مولفۃ میں سے تھے، پھر ان کا اسلام اچھا ہو گیا۔“

پھر علامہ زر قانی معاویہ بن ابی سفیان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

اسلم يوم الفتح مکہ و کفن من من المولفۃ قلوبہم و من الطبقة الاولى و ہی من اعطيت ماتۃ فی شتائم حنین

ترجمہ ”مکہ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور مولفۃ القلوب میں سے تھے اور طبقہ اولیٰ میں سے تھے۔ طبقہ اولیٰ وہ لوگ تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حنین کے غنائم سے سو سواوٹ دیئے تھے۔“

جب ابوسفیان مسلمان ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی خدمت میں کما کہ میرے بیٹے معاویہ کو اپنا کاتب بنائیے چنانچہ آپ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کو کاتب بنایا۔ مشہور ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی تھے۔ لیکن یہ بات کسی حدیث میں مذکور نہیں۔ یہ بات بنو امیہ کے دور حکومت میں مشہور کر دی گئی تھی۔ حقیقت یہ ہے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے والد کی استدعا پر آپ نے خطوط اور نامہ ہا کا کاتب بنایا۔ علامہ قسطلانی نے مواہب میں لکھا ہے کہ ”وہ مشہور بکتبہ الوحی“ ”مکہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وحی لکھتا مشہور ہے“ علامہ زر قانی نے اس کی شرح میں لکھا ہے ”وقال المدنی کفن زید بن ثابت بکتب

الوحي و معاوية يكتب للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فيما بينه وبين العرب ”
”برائتی نے کہا کہ زید بن ثابت وحی لکھا کرتے تھے اور معاویہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کی طرف سے عرب لوگوں کو خطوط لکھا کرتے تھے۔“

اگرچہ ابوسفیان و معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کفر اور قلبی تردد ایمان سے بدل
گیا لیکن طلب دنیا و حب جاہ و ملک ایسے صفات ان پر غالب تھے کہ دنیا کو دین سے
مقدم رکھتے اور ان کی ساری تنگ و دو تحصیل جاہ و ملک کے لئے رہی۔ معاویہ کے
بچپن سے ابوسفیان اور ہند معاویہ کی سرداری کی فکر میں لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس
بارہ میں علامہ زرقلی تحریر فرماتے ہیں۔

”و نظر الیہ ابوہ و هو غلام قتال ابن ابی ہذاف العظیم الراس و اتہ لخلق ابن یسود
قومہ قتالت ہند قومہ قضا نکلتہ ان لم یسد العرب قاطبتہ ذ کوہ ابن سعد“

ترجمہ ”معاویہ کو بچپن میں ان کے باپ نے دیکھا تو کہا کہ میرا یہ بیٹا بڑے سردار
ہے۔ یہ اس بات کے لائق ہے کہ اپنی قوم کا سردار بنے۔ ہند نے کہا قضا اپنی قوم کا
سردار۔ میں اس پر گریہ کروں اگر سارے عرب کا سردار نہ بنے۔ یہ بات ابن سعد
نے لکھی ہے۔“ اس سے معلوم ہوا کہ معاویہ کے والدین اس کی بادشاہی کے خواب
اس کے بچپن ہی سے دیکھ رہے تھے۔

حدیث: ”روی ابو یعلی و البیہقی عن معاویہ قال اتبعت رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم بوضوء فلما توضع نظرالی قتال یا معاویہ ان ولیت امرا فاتق اللہ
واعدل واعدل فلما قلت انن اقی متبلی بعمل“ (زرقلی جلد ثالث ص ۳۴۳)

ترجمہ ”ابو یعلی اور بیہقی نے معاویہ سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا کہ میں رسول
اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے وضو کا پانی لے گیا۔ جب آپ نے وضو
فرمایا تو میری طرف دیکھا اور فرمایا اے معاویہ اگر تو والی بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ سے
ڈرنا اور انصاف کرنا۔ اس لئے مجھے یقین رہا کہ مجھے حکومت ملے گی۔“

اس حدیث سے پہلے تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بادشاہی حاصل کرنے کا خیال
تھا لیکن اس حدیث کے بعد ان کو یقین ہو گیا کہ میں بادشاہ ضرور بنوں گا۔ پھر ان کی

ساری جدوجہد بادشاہی حاصل کرنے کی رہی۔

حقیقت یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بجز صحابیت اور کوئی اختیاری فضیلت ثابت نہیں۔ وہ صحابیت بھی سب صحابہ کی صحابیت سے نچلے درجہ کی صحابیت۔ اب ذیل میں صحابہ کے درجات کی ترتیب لکھی جاتی ہے تاکہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا درجہ معلوم ہو سکے۔ علامہ قسطلانی نے فرمایا کہ علماء نے طبقات صحابہ کی یہ ترتیب ذکر کی ہے۔

پہلے طبقہ اولیٰ: وہ لوگ ہیں جو ابتداء بعثت میں مسلمان ہوئے یہ سب مسلمانوں سے سبقت لے جانے والے ہیں جیسے خدیجہ بنت خویلد، اور علی بن ابی طالب، اور ابو بکر، اور زید بن حارثہ اور باقی عشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

طبقہ ثانیہ: حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اور دیگر مسلمانوں کو دارالندوہ جانے اور وہاں جا کر تبلیغ کرنے پر برا کیجھ کیا۔ چنانچہ آپؐ مع المسلمین تشریف لے گئے تو بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ یہ دوسرے طبقہ کے صحابہ ہیں۔

طبقہ ثالثہ: تیسرے طبقہ کے وہ صحابہ ہیں جنہوں نے کفار کی ایذا سے جوشہ کی طرف ہجرت کی۔ جیسے جعفر بن ابی طالب اور ابو سلمہ بن عبدالاسد وغیرہما۔

طبقہ رابعہ: چوتھے طبقہ میں وہ صحابہ ہیں جو مدینہ طیبہ سے حج کو گئے اور عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہوئے۔ وہ چھ شخص تھے اور جو دوسرے سال آکر عقبہ ثانیہ میں مسلمان ہوئے وہ بارہ شخص تھے۔

طبقہ خامسہ: پانچویں طبقہ میں وہ انصار ہیں جو تیسرے سال عقبہ ثالثہ میں مسلمان ہوئے وہ ستر شخص تھے۔ انہی میں سے براء بن معرور، اور عبداللہ بن عمرو بن حرام، اور سعد بن عبادہ، اور سعد بن ربیع، اور عبداللہ بن رواحہ تھے۔

طبقہ سادسہ: چھٹے طبقہ میں وہ مہاجر ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہجرت پر جنہوں نے ہجرت کی اور قبا میں تعمیر مسجد سے پہلے اور مدینہ طیبہ کی طرف نکل جانے سے پہلے آپؐ سے جا ملے۔

طبقہ سابعہ : ساتویں طبقہ میں بدر کبریٰ میں شریک صحابہ ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ میں فرمایا کہ تجھے کیا معلوم — یقیناً اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی جماعت کو جہانناک اور فرمایا جو چاہو کرو۔ میں نے جہیں بخش دیا۔ (مسلم بخاری)

طبقہ ثامنہ : آٹھویں طبقہ میں وہ مہاجر صحابہ ہیں جنہوں نے بدر اور حدیبیہ کے درمیان ہجرت کی۔

طبقہ ناسخہ : نویں طبقہ میں اہل بیعت رضوان ہیں جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ انشاء اللہ اصحاب شجرہ میں سے کوئی شخص جہنم میں داخل نہیں ہوگا۔ (رواہ مسلم)

طبقہ عاشورہ : دسویں طبقہ میں وہ صحابہ ہیں جنہوں نے حدیبیہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے ہجرت کی۔ جیسے خالد بن ولید اور عمرو بن العاص۔

طبقہ حادیہ عشرہ : گیارہویں طبقہ میں وہ صحابہ ہیں جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے۔ وہ بہت سے لوگ تھے۔

طبقہ ثانیہ عشرہ : بارہویں طبقہ کے صحابہ وہ بچے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فتح مکہ کے دن یا اس کے بعد حجۃ الوداع میں دیکھا۔ جیسے سائب بن یزید، افسی کلام المواعب۔

علامہ زرقلی نے شرح میں فرمایا کہ ابن سعد نے کہا کہ صحابہ کے پانچ طبقے ہیں۔

پہلا طبقہ : بدری صحابہ

دوسرا طبقہ : وہ پانے مسلمان جنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور احد میں اور اس کے مابعد غزوات میں شریک ہوئے۔

تیسرا طبقہ : جو غزوہ احزاب اور اس کے مابعد غزوات میں شریک ہوئے۔

چوتھا طبقہ : جو فتح مکہ کے دن اور اس کے بعد مسلمان ہوئے۔

پانچواں طبقہ : وہ بچے ہیں جنہوں نے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ساتھ جہاد نہیں کیا۔

”قد اتمی کلام الذوقی“

اب غور سے دیکھنا چاہئے کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ دونوں تقسیموں کے اعتبار سے طبقہ اولیٰ میں شمار ہوتے ہیں اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلی تقسیم کے اعتبار سے گیارہویں طبقہ میں ہیں اور دوسری تقسیم کے اعتبار سے چوتھے طبقہ میں ہیں جو بائیس کا آخری طبقہ ہے۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آخری درجہ کی صحابیت بھی اس صورت میں ثابت ہوگی جب یہ مولفۃ القلوب سے نہ ہوں۔ حالانکہ وہ تو یقیناً ”مولفۃ القلوب“ میں سے تھے جو دل میں کافر تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بغیر ان کے قلبی ایمان کی شہادت کوئی نہیں دے سکتا، لیکن ان کے اسلامی اعمال کی وجہ سے ہم پر لازم ہے کہ ہم حسن ظن سے کام لیں کیونکہ ان سے کوئی ایسا قول یا عمل صادر نہیں ہوا جس سے ان کے نفاق کے امداد پر استدلال کیا جاسکے۔

باقی رہا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت ثابت کرنے کے لئے یہ استدلال کہ فاروق اعظم نے ان کو اپنا عامل بنایا تھا اگر ان میں اونچے درجہ کی فضیلت نہ ہوتی تو عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو اپنا عامل نہ بناتے۔ اس استدلال کے جواب میں مولانا محمد زکریا کی تبلیغی نصاب میں لکھی ہوئی عبارت نقل کی جاتی ہے۔

”چونکہ ان سب منافقوں کا حال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت حذیفہ کو بتا دیا تھا اس لئے حضرت عمر ان سے دریافت فرمایا کرتے تھے کہ میرے حکام میں کوئی منافق تو نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت حذیفہ نے بتایا کہ ہاں آپ کے حکام میں ایک منافق ہے لیکن میں اس کا نام نہیں بتاؤں گا۔ حضرت عمر نے اس کو معزول کر دیا، اپنی فراست سے پہچان لیا ہو گا۔“

اس عبارت سے یہ بات واضح ہو گئی کہ امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے عامل بنانے سے فضیلت تو درکنار ایمان بھی ثابت نہیں ہوتا۔ حضرت عمر کا ان کو عامل بنانا ان کی تدبیر و سیاست کی وجہ سے تھا فضیلت کی بنا پر نہیں تھا۔ یہ مسلم امر ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حکومت کرنے کے ہر قسم کے ڈھنگ جانتے تھے اور بڑے

سائس و مدیر صحابی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو یوں تقسیم فرمایا۔

”لا يستوي منكم من اتقى من قبل الفتح وقاتل - اولئك اعظم درجة من الذين اتفقوا من بعدو وقاتلوا وكلا وعد الله الحسنى“

ترجمہ ”فتح مکہ سے پہلے اتفاق اور قتال کرنے والے بعد والوں کے برابر نہیں ہیں بلکہ وہ بعد الفتح اتفاق اور قتال کرنے والوں سے درجہ میں بہت بڑے ہیں۔ بہشت عطا کرنے کا وعدہ ان دونوں گروہوں سے ہے۔“

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو دو گروہوں میں تقسیم فرمایا۔ پہلا گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا اور جہاد کیا۔ دوسرا گروہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اتفاق و جہاد کیا پھر فیصلہ فرمایا کہ پہلے گروہ کے لوگ بہت بڑا درجہ رکھتے ہیں اور دوسرے گروہ کے لوگ درجہ میں پہلے گروہ سے کم ہیں۔ پھر فرمایا کہ بہشت کا وعدہ دونوں گروہوں سے ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پہلے گروہ سے ہیں اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسرے گروہ سے۔ قرآن پاک کے نص صریح سے ثابت ہو گیا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہت اونچا درجہ رکھتے ہیں۔ لہذا جو لوگ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے برابر جانتے ہیں وہ آیت کے حکم سے کافر ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ جب معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ علی سے افضل ہیں اور احق بالخلافہ ہیں تو کہنے لگے کہ علی یقیناً ”مجھ سے افضل ہے اور احق بالامر ہے۔ میں ان کے خلیفہ ہونے میں اختلاف نہیں کرتا میں تو قاتلین عثمان سے فوری قصاص چاہتا ہوں۔“

بنو امیہ نے اپنے عہد میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کچھ فضائل و مناقب اختراع کئے تھے۔ ان مختصرات میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے تھے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔ اس بات کے اختراع کرنے والے نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسلمین قبل

الفتح میں تو شمار کر دیا لیکن یہ بات نہیں سوچی کہ اس کے باوجود معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کی مدح کا مصداق نہیں بنے اور ہولنک اعظم دوجتہ میں داخل نہیں ہوتے کیونکہ آیت میں تو ان مسلمانوں کی مدح و ثناء ہے جنہوں نے قبل الفتح اتفاق و قتل کیا۔ اگر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل الفتح مسلمان ہوئے اور اپنے اسلام کو چھپائے رہے تو یقیناً "اتفاق اور جہاد سے دور رہے اور ہولنک اعظم دوجتہ میں داخل نہیں ہوئے۔ تو ان لوگوں کا یہ اختراع محض عبت رہا۔ علماء نے لکھا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت اور فضیلت میں جو احادیث مروی ہیں ان میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں، چنانچہ علامہ زرقلانی شرح مواہب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"قال في فتح الباري وقد ورد في فضائله احاديث كثيرة لكن ليس فيها ما يصح من طريق الاسناد وبذلك جزم اسحاق بن راهويه والنسائي وقد صنف ابن ابي عاصم جزء في مناقبه وكذلك ابو عمر غلام ثعلب وابو بكر النفاذ وابو داود ابن الجوزي في الموضوعات بعض الاحاديث التي ذكرها ثم قال قول ابن راهويه لم يصح في فضائل معاوية شيء واخرج ايضا عن عبد الله بن احمد سالت ابي ماتقول في علي ومعاوية فاطرق ثم قال اعلم ان عليا كان كثير الاحاديث ففتش اعداؤه له عينا فلم يجدوا - فعمدوا الى رجل قد حارب فاطروه كيدا - امنهم لعلي فافلوا بهذا الى ما اختفوه لمعاوية من الفضائل محلا اصل له" (زوقلني جلد ثالث ص ۳۳۳)

ترجمہ "فتح الباری میں کہا کہ معاویہ کے فضائل میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں ایسی کوئی حدیث نہیں جو اسناد کے اعتبار سے صحیح ہو۔ اسحاق بن راہویہ اور نسائی نے بھی اسی بات کا یقین کیا ہے۔ معاویہ کے مناقب میں ابن ابی عاصم نے ایک رسالہ لکھا ہے اسی طرح ثعلب کے غلام عمرو نے بھی اور ابو بکر نقاش نے بھی رسالہ لکھا ہے۔ ابن جوزی نے ان کے ذکر کردہ بعض احادیث کو موضوع اور بناوٹی قرار دے کر ابن راہویہ کا قول نقل کیا کہ معاویہ کے فضائل میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ پھر ابن خوری نے عبد اللہ بن امام احمد کی روایت بیان کی عبد اللہ نے فرمایا میں نے

اپنے والد امام احمد سے پوچھا کہ آپ علی اور معاویہ کے حق میں کیا فرماتے ہیں تو انہوں نے کچھ دیر سر جھکا کر سوچا پھر فرمایا کہ میں یقینی طور پر جانتا ہوں کہ علی کے دشمن بہت تھے۔ ان کے دشمنوں نے ان کا عیب تلاش کیا لیکن کوئی عیب ان میں نہ پایا۔ پھر ایسے شخص کی طرف متوجہ ہوئے جو علی سے لڑ چکا ہے یعنی معاویہ۔ پھر انہوں نے ان کے اس دشمن کی بے انتہاء مدح و ثنا کی تاکہ ان کو عیب لگے امام احمد نے یہ فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ان لوگوں نے معاویہ کے ایسے فضائل گنہے جن کی کوئی بنیاد نہیں۔

”و اخرج مسلم والبیہقی واللفظ لہ من ابن عباس ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم قال ادع لی معاویۃ فقلت اللہ ہا کل لعل فی الطلۃ لا اضع اللہ بطنہ فما ضیع بطنہ ابنا“ (خصائص کبری جلد دوم ص ۴۹۳)

ترجمہ ”مسلم اور بیہقی نے روایت کیا لفظ بیہقی کے ہیں۔ ابن عباس نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ کو بلا لا۔ میں نے آکر کہا وہ کھانا کھا رہا ہے پھر گیا تو آکر یہی کہا، پھر تیسری بار گیا تو آکر یہی جواب دیا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معاویہ کا پیٹ نہ بھرے۔ اس دعا کے بعد کبھی ان کا پیٹ نہیں بھرا۔ یعنی جتنا کھاتے پھر بھی کھانے کی خواہش باقی رہتی۔“

”و اخرج لبخاری فی تاریخہ من وحشی قال کان معاویہ ود ف النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال یا معاویہ ما بلینی منک قال بطنی قال اللہم لعلہ علما و حلما“ (خصائص کبری جلد دوم ص ۴۹۳)

ترجمہ ”بخاری نے اپنی تاریخ میں وحشی سے روایت کیا کہ معاویہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم کے پیچھے سوار تھے۔ آپ نے فرمایا اے معاویہ تیرے جسم کا کون سا حصہ مجھ سے لگ رہا ہے۔ معاویہ نے کہا میرا پیٹ۔ آپ نے فرمایا اے اللہ معاویہ کے پیٹ کو علم اور ہمدردی سے پر کر دے۔“

ابن جوزی، اسحاق بن راہویہ، نسائی ایسے محدثین کے اقوال پر غور کیجئے کہ معاویہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل میں کوئی صحیح حدیث مروی نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی غلطی پر نادم نہیں ہوئے اور جن بڑے مرتبہ والوں سے یہ جرم خروج صادر ہوا وہ فوراً نادم ہوئے، جیسا کہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر ان سب کی پشیمانی ثابت ہے۔ لہذا ان تینوں حضرات کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ان کا خروج خطا اجتہادی تھی۔ یہ حضرات اپنے جرم خروج کو اعانت مظلوم قرار دے کر میدان میں نکلے تھے اور رضا الہی ان کا مطلوب تھا پھر جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ارشاد ان کو یاد دلایا گیا تو فوراً نادم ہوئے اور اعتراف کیا کہ ہم جس بات کو اعانت مظلوم سمجھ رہے تھے درحقیقت وہ بغاوت تھی۔ اس کے برعکس معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عمل کو دیکھنے کے حدیث متواتر و صحیح مما نقلہ اللعنه البلیغہ مصنفین کی لڑائی سے پہلے ان کو معلوم تھی، پھر انہوں نے اس لڑائی میں جتہ اللہ عمار بن یاسر کو دیکھا کہ وہ علی کی فوج میں ہے تو اس بات کی پروا نہیں کہ مبادا ہماری فوج اس کو قتل کرے۔ پھر جب ان کی فوج نے جتہ اللہ عمار بن یاسر کو قتل کر دیا تو لوگوں نے ان سے کہا کہ تم باغی گروہ ہو کہ تم نے عمار کو قتل کر دیا ہے۔ کہنے لگے ان کے قتل کرنے والے وہی لوگ ہیں جو ان کو گھر سے نکال کر میدان جنگ میں لائے ہیں کیونکہ وہی ان کے قتل کا باعث ہیں تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے جواب دیا کہ پھر تو امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل بنی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہوئے کیونکہ آپ ہی ان کو گھر سے نکال کر غزوہ احد میں لائے تھے۔ حضرت علی کے اس جواب نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خاموش کر دیا، لیکن کچھ دیر بعد کہنے لگے کہ اس حدیث میں باغیہ معنی طالبہ ہے کہ ہم طلبین قصاص ہیں۔ معلوم ہوا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث کے خلاف جس وقت عمل کر رہے تھے تو ان کے ذہن میں حدیث کی معین تاویل نہیں تھی کہ کبھی کچھ کہتے اور کبھی کچھ کہتے۔

وجہ ذیل کی بنا پر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغاوت کو خطا اجتہادی نہیں کہا جا

سکتا۔

مجہد کا اجتہاد ثواب سے خالی نہیں ہوتا۔ صواب کی صورت میں دس ثواب اور خطا کی صورت میں ایک ثواب۔ لیکن ایسے اجتہاد کی دو شرطیں نہایت ضروری ہیں ان دو شرطوں کے بغیر اجتہاد کا وجود ممکن نہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ مجہد کا سوچنا نص صریح کے خلاف نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس کا سوچنا خالصاً "لوجه اللہ" ہو۔ حظ نفسانی حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ سوچنا نص صریح کے خلاف تھا لہذا اس کو اجتہاد نہیں کہا جاسکتا۔ نبی کی زبان ان کو باغی گروہ فرما رہی ہے کہ جنتہ اللہ عمار بن یاسر کے قاتلین باغی گروہ ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہم باغی گروہ نہیں ہیں۔ ہم تو مظلوم کے حامی ہیں، بظاہر یہ بات نبی کی تکذیب ہے پھر اس کو اجتہاد قرار دے کر باغی گروہ کو ایک ثواب کا مستحق ٹھہرانا کہاں تک درست ہے۔

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عمل دوسری شرط کے بھی خلاف ہے لہذا اس کو اجتہاد نہیں کہا جاسکتا جس کی تشریح یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بغاوت حظ نفسانی حاصل کرنے کے لئے تھی۔ ان کے حظ نفسانی کی دو قسمیں تھیں۔ پہلی قسم یہ کہ وہ بادشاہی حاصل کرنا چاہتے تھے اور طلب قصاص ایک بہانہ تھا جس سے لوگوں کے جذبات کو ہولناک بناتے اور ان کو لڑائی میں لاکھڑا کرتے۔

دوسری یہ کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے متعطلین بدر کا بدلہ لینا چاہتے تھے۔ ان دونوں محرکوں کی تشریح ملاحظہ فرمائیے۔

تشریح: معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بغاوت سے ان کا نصب العین بادشاہی حاصل کرنا تھا چنانچہ عمرو بن العاص جو ان کے حکم تھے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ میں علی کو معزول کرتا ہوں اور معاویہ کو امیر المومنین بناتا ہوں کیونکہ حضرت عثمان مظلوم شہید ہیں اور معاویہ ان کا وارث ہے لہذا معاویہ کو منصب خلافت بطور وراثت ملنا چاہئے یہ عمرو بن العاص کا جو فیصلہ تھا گویا معاویہ کے مافی الضمیر کو ظاہر کرنا تھا۔

ان کے مطلوب حقیقی کو ظاہر کرنے والی دوسری بات یہ کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے سپرد کی تو معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے قائلین عین سے عدم تعرض کی شرط قبول کر لی۔ اگر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد قائلین حضرت عین سے قصاص لینا ہوتا تو بادشاہی ملنے پر اپنے مقصد کو نہ چھوڑتے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا مقصد بادشاہی حاصل کرنا تھا، قصاص لینا مقصود نہیں تھا۔ جب ان کا یہ عمل خط نفسانی یعنی بادشاہی حاصل کرنے کے لئے تھا تو یقیناً اس کو اجتہاد نہیں کہا جاسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ان کے عمل کا نام بغاوت رکھا ہے وہ حق ہے۔ بغاوت پر اجتہاد کا لفظ بولنا کسی صورت میں جائز نہیں۔ علاوہ ازیں خط نفسانی کی دوسری قسم بھی مقصود تھی یعنی حضرت علی نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آباء کو بدر میں جہنم رسید کیا تھا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ جاہلیت کے کھنڈے نکالنا چاہتے تھے چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ازالہ الخفاء میں مذکور الذیل حدیث نقل فرماتے ہیں۔

والخرج ابو یعلیٰ عن علی بن ابی طالب قال بینما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذ یلوی ونحن نمشی فی بعض سلك المدینۃ اذ اتینا علی حلیقۃ فقلت یا رسول اللہ ما احسنہما من حلیقۃ قال لک فی الجنۃ احسن منہما ثم مرونا بلخری فقلت یا رسول ما احسنہما من حلیقۃ قال لک فی الجنۃ احسن منہما حتی مرونا بسبع حد اتق کل ذلک الاول ما احسنہما وبقول لک فی الجنۃ احسن منہما - فلما خلاہ الطريق اعتقنی ثم اجہش یا کیا قال قلت یا رسول اللہ ما ینبیک قال ضغائن فی صدور اقوام لا یدونہا لک الامن بعدی - قلت یا رسول اللہ فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک (تواتر الخفاء مترجم مطبوعہ نور محمد ص ۳۸۶)

ترجمہ ”ابو یعلیٰ نے علی بن ابی طالب سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم مدینہ کے بعض کونوں میں چل رہے تھے۔ اچانک ہم ایک باغ میں پہنچے میں نے کہا یا رسول اللہ یہ باغ کیسا خوبصورت ہے۔ آپ نے فرمایا بہشت میں تیرے لئے باغ ہو گا جو اس باغ سے زیادہ خوب صورت ہو گا۔ پھر ہم دوسرے باغ سے گزرے۔ میں نے کہا یا رسول

اللہ یہ باغ کیسا خوب صورت ہے۔ آپ نے فرمایا بہشت میں تیرے لئے باغ ہو گا جو اس سے کہیں زیادہ خوب صورت ہو گا۔ حتیٰ کہ ہم سات باغوں سے گزرے۔ میں کتا رہا کہ یہ باغ کیسا خوب صورت ہے اور آپ فرماتے رہے کہ بہشت میں تیرے لئے باغ ہو گا جو اس باغ سے کہیں زیادہ خوب صورت ہو گا۔ جب راستہ پر ہم دونوں اکیلے رہ گئے تو آپ نے مجھے اپنے گلے سے لگایا اور زار زار رونے لگے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ آپ کے رونے کی وجہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کچھ لوگوں کے سینوں میں کھینے ہیں، میرے بعد وہ کھینے تجھ سے ظاہر کریں گے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ میرا دین سلامت رہے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں تیرا دین سلامت رہے گا۔

بمقام علماء کھینے والے لوگ جو اس حدیث میں مذکور ہوئے وہ بنو امیہ اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ تو ثابت ہو گیا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ لڑائی بادشاہی حاصل کرنے کے لئے تھی اور اتحاد جاہلیت کی بنا پر تھی۔ پھر اس کو اجتہاد کا نام کیونکر دیا جا سکتا ہے۔ ہاں حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرت زبیر کی لڑائی کو ہم اجتہاد کا نام دے سکتے ہیں کہ بجز اعانت مظلوم ان کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ جب یہ لوگ اپنی غلطی پر متنبہ ہوئے تو بہت تادم ہوئے۔ ان سب کی تدامت و ہمیشائی کا ثبوت پہلے تحریر کیا جا چکا ہے۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تادم ہونا اور اپنی غلطی پر ڈٹ جانا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے فتویٰ بغاوت کی پروا نہ کرنا اس وجہ سے تھا کہ ان کو صحابیت کا کترین درجہ حاصل تھا اور دنیا سے ان کی محبت بالذات تھی اور اسلام سے محبت بالعرض۔

یہی وجہ ہے کہ مذکور حدیث میں جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے حضرت علی کو رو رو کر ان کے مظلوم ہونے کی خبر دی تو سب سے پہلے علی نے یہ بات پوچھی کہ یا رسول اللہ میرا دین سلامت رہے گا آپ نے فرمایا کہ تیرا دین سلامت رہے گا۔ کیونکہ حضرت علی کا محبوب فقط دین تھا۔ ان کو دنیا سے محبت نہ بالذات تھی اور نہ بالعرض۔

حدیث: ”وَالْخُرُجُ الْبَیْہِیْ مِنْ لَیْلِ بَکْرَۃٍ لَّیْلِ سَمْعَتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم“

عليه وعلى آله وسلم يقول خلافتہ نبوة ثلاثون علما“ - تم ہو تہی اللہ الملک من
بشا عقتل معاویہ قد ورضینا بالملک“ (خصائص کبری جلد دوم ص ۹۷)

ترجمہ ”بیہقی نے ابوبکر سے روایت کیا۔ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے فرماتے سنا کہ نبوت کی خلافت تیس برس ہو گی پھر
بادشاہت اللہ جس کو چاہے گا دے گا تو معاویہ نے کہا ہم بادشاہی پر راضی ہیں۔“

حدیث: ”اخرج الطبرانی عن عائشہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ
وسلم قال لمعاویہ کیف یک لو قد قمصک اللہ قمیصا یعنی الخلفاء فقلت لم حیبتہ
یا رسول اللہ و ان اللہ مقصی لخی قمیصا قال نعم ولكن فیہ ہنت و ہنت و ہنت“
(خصائص کبری جلد دوم ص ۹۸)

ترجمہ ”طبرانی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ
آلہ وسلم نے معاویہ سے فرمایا کہ تمہارا کیا حال ہو گا اگر تم کو اللہ قمیص عطا کرے یعنی
خلافت۔ تو حضرت ام حبیبہ نے کہا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو قمیص
پہنائے گا۔ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس میں بہت گناہ ہوں گے بہت گناہ ہوں گے
بہت گناہ ہوں گے۔“

پہلی حدیث سے معلوم ہوا کہ خلافت نبوت کے فوات کے بعد بادشاہی ملنے پر
معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اکتفا رضا اس لئے کیا ہے کہ بادشاہی ان کا مطلوب
تھی۔

دوسری حدیث میں یہ بات ہے کہ ان کی خلافت بہت گناہوں سے حاصل ہو گی۔
بہت گناہوں سے حاصل ہو گی۔ بہت گناہوں سے حاصل ہو گی۔ لیکن معاویہ کو کچھ
تأسف نہیں ہوا اور نہ اس بات سے گہرائے کیونکہ بادشاہی ان کا محبوب تھی خواہ وہ
گناہ سے حاصل ہو۔

علامہ پر ہاروی صاحب نیراس نے اپنے رسالہ التاجیۃ میں اعتراض کیا ہے
جس کا جواب بہت کمزور ہے۔ وہ یہ ہے۔

”ذکر غیر واحد من ان لہل الشام سلو المحدث الجلیل لما عبد الرحمن احمد

النسائی ان بعد منهم حدیثی فی فضل معاویہ قتال لا اعلم الا لا ینصح اللہ بطنہ و لی روایتہ اما یرضی معاویہ بان یكون راسا یولس و یطلب الفضل فضرہ حتی اعتل وملت

ترجمہ ” بہت سے مورخین نے ذکر کیا ہے کہ شامی لوگوں نے محدث جلیل ابو عبد الرحمن احمد نسائی سے سوال کیا کہ معاویہ کی فضیلت میں کوئی حدیث بیان کریں تو انہوں نے فرمایا کہ بجز لا ینصح اللہ بطنہ ” اللہ تعالیٰ کبھی اس کا پیٹ نہ بھرے ” کے اور کوئی حدیث ان کے بارہ میں مجھے معلوم نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ امام نسائی نے فرمایا کہ معاویہ اس بات پر راضی نہیں ہوتا کہ برابر چھوٹ جائے اس سے بڑھ کر وہ فضیلت چاہتا ہے تو شامی لوگوں نے امام نسائی کو اس قدر مارا کہ وہ بیمار ہو کر وفات فرما گئے۔

خلاصۃ المرام یہ ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بدعت جو حدیث متواتر کا صریح منطوق ہے مقفل تاویل نہیں۔ اس کو اجتہاد کے نام سے موسوم کرنا صحیح نہیں۔ البتہ اصحاب جمل کے عمل بدعت کو اجتہاد کا نام دیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کا یہ عمل اغراض نفسانیہ اور اجتہاد جاہلیت سے پاک تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز کا ارشاد گرامی تحفہ اثنا عشریہ کے اردو ترجمہ سے مقول ملاحظہ فرمائیے اور اس مقام پر یہ بھی جانتا چاہئے کہ بعض جاہل لوگ امامیہ میں سے نہایت بغض اور تعصب کے مارے کہتے ہیں کہ اہل سنت کے نزدیک ابو عثمان شہید کے امام معاویہ بن ابی سفیان ہے۔ یہ بات ان کی بے شرمی اور بے حیائی سے پیدا ہوئی ایسی ہی ہے جیسے دروغ گویم بر روئے توہ ورنہ ہر جاہل جس نے فارسی ہی پڑھی ہے بلکہ مظل کتب کہ فارسی کا عقائد نامہ اہل سنت جس کو مولانا نور الدین جامی نے نظم کیا ہے پڑھا یا دیکھا ہے یقین سے جانتا ہے کہ کل اہل سنت متفق ہیں اس بات پر کہ معاویہ بن ابی سفیان شروع امامت حضرت علی سے حضرت امام حسن کے خلافت سپرد کرنے تک باغیوں سے تھا کہ امام وقت کا مطیع نہ تھا اور جب حضرت امام حسن نے غلج فرمایا تو بادشاہوں سے ہوا۔ (حدیث مجیدیہ ترجمہ اردو تحفہ اثنا عشریہ مطبوعہ نور

(محرم ۳۳۳ھ)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرما دیا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہادت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے غلج حضرت امام حسن تک باغی تھے۔ یہاں ان کی بیعتوں کو اہل سنت کا اجماعی عقیدہ قرار دیا اور بیعتوں پر اجتہاد کا چٹ لگانے کی کوشش نہیں کی۔

مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث یوم ابن مسعود تقتلک الفتنۃ الباغیہ کی جو شرح لکھی ہے وہ درج ذیل ہے۔

”ای الجماعۃ المخلوۃ علی امام الوقت و خلیفۃ الزمان قال الطبری یرحم علیہ بسبب الشدة التي وقع فیہما عمل من قبل الفتنۃ الباغیہ یرید بہ معاویۃ و قومہ فقتل یوم صفین - و قال ابن الملک اعلم ان عملا قتله معاویۃ و قتله فقتلوا طلحین باغین بهذا الحدیث لان عملا کان فی عسکر علی و ہو المستحق للامانة فاستنوا عن بیعتہ“

”یعنی ایسی جماعت قتل کرے گی جو امام وقت و خلیفہ زمان پر خروج کرنے والی ہو گی۔ طبری نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے عمار پر اس وجہ سے ترم فرمایا کہ باغی گروہ کی طرف سے پیدا ہونے والی سختی میں عمار واقع ہوں گے۔ باغی گروہ سے مراد معاویہ اور اس کی قوم ہے۔ کیونکہ وہ معرکہ صفین میں قتل ہوئے۔“

ابن ملک نے کہا کہ عمار کو معاویہ اور اس کی جماعت نے قتل کیا تو وہ اس حدیث کی بنا پر طاعی اور باغی ٹھہرے کیونکہ عمار علی کے لشکر میں تھا اور وہ امام برحق تھے۔ وہ لوگ اس کی بیعت سے منحرف ہوئے تھے۔

”و حکى ان معاویہ کان یوول معنى الحدیث و یقول نحن فتنۃ باغیۃ طالبتہ الدم عثمان و ہذا کما تری تعریف لہ معنى طلب الدم غیر منسب ہذا لاندہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم ذکر الحدیث فی اظہار فضیلتہ عمل و ذم قاتلہ لاندہ جاء فی طریق ویح - قلت ویح کلمتہ یقال لمن وقع فی ہلکۃ لا یستحقہا فترحم

علیہ ویرثی لہ بغلاف ویل لفظہا کلمہ عقوبتہ تنال للذی یستحقہا ولا یترحم علیہ
 هذا

”حکایت کی گئی ہے کہ مٹویہ اس حدیث کے معنی کی تاویل کرتے اور کہتے کہ ہم
 عثمان کا خون طلب کرنے والی جماعت ہیں اور یہ بات جس طرح تو جانتا ہے تحریف
 ہے کیونکہ خون طلب کرنے کا معنی یہاں مناسب نہیں اس وجہ سے کہ نبی اکرم صلی
 اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم عمار کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں اور ان کے قاتل کی
 مذمت فرما رہے ہیں کیونکہ دوسری روایت میں وح کا لفظ آیا ہے اور وح کے لفظ
 سے وہ ہلاکت مراد ہوتی ہے کہ وح کا مدخل اس کا مستحق نہ ہو تو اس پر ترم کیا جاتا
 ہے اور اس کی مدح کی جاتی ہے۔ غلاف لفظ ویل کے کہ یہ کلمہ عقوبت ہے اور اس
 شخص پر پولا جاتا ہے جو اس عقوبت کا مستحق ہو اور اس پر شفقت بھی نہیں کی جاتی۔

”ولی التاجع الصغیر بروایت الامام احمد و البغوی عن ابی سعید مرثعاً - و یح
 عملو قلقتہ الباغیۃ بد موہم الی الجنۃ وید عونہ الی النار - و ہذا کلنص
 الصریح فی المعنی الصحیح المتبادر من البغی المطلق فی الکتاب کما فی قولہ
 تعالیٰ و ینسی عن النعماء والمنکر والبنی و قولہ سبحانہ فان ہفت احلیہما علی
 الاخری و الملاقا لفظ الصرمی علی لواء المعنی الثنوی عدول من العدل و میل
 الی الظلم الذی ہو وضع الشی فی غیر موضعہ والمعامل ان البغی بحسب المعنی
 الصرمی والا طلاق العرفی خص عموم معنی الطلب الثنوی الی طلب الشر
 الخاص بالمخروج المنہی فلا یصح ان یزاد بہ طلب دم خلیفہ الزمان وهو عثمان
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ“

ترجمہ ”اور جامع صغیر میں امام احمد اور بخاری کی روایت ابوسعید سے موجود ہے کہ
 نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا عمار پر مت افسوس ہے کہ اس کو
 ایک باغی کر وہ قتل کرے گا وہ ان لوگوں کو جنت کی طرف بلاتا ہو گا اور وہ لوگ اس
 کو جہنم کی طرف بلاتے ہوں گے۔ یہ حدیث اس بات پر گویا نص صریح ہے کہ بغی کا
 معنی اور تباہی وہ معنی ہے جو قرآن مجید میں بغی مطلق سے مراد ہے جیسے آیت ینسی

من الفضلاء والمنكر والبني میں اور آیت فان ہنت احدہما علی الاخری میں مراد ہے۔

پس شرعی لفظ بول کر اس کا لغوی معنی مراد لینا عدل سے روگردانی ہے اور ظلم کی طرف جھکاؤ ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کو بے محل رکھنا۔
الحاصل یہ کہ خنی کے شرعی معنی اور اطلاق عربی نے اس کے معنی لغوی کو خاص کر دیا ہے۔ معنی لغوی طلب تھا۔ اس سے شرخاص کی طلب مراد ہوگی یعنی خروج منی عنہ۔ پس خنی کے لفظ سے غیبت الزمان عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون طلب کرنا مراد لینا صحیح نہیں۔

”و قد حکى عن معاوية تناول البج من بذا حيث قال انما قتله على وقتله حيث حملة على القتل و صار سببا لقتله في الحال فقتل له في الجواب لاذن قاتل حمزة هو النبي صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم حيث كان باعظاه على ذلك والله سبحانه وتعالى حيث امر المؤمنين بقتل المشركين - والحاصل ان بذنا العدة بث فيه معجزات ثلاث - لحد يها انه سيقتل و ثلثها انه مظلوم و ثلثها ان قتله باغ من البغاة والكل صدق وحق“

ترجمہ ”اور ایک تاویل معاویہ سے منقول ہے جو تاویل اول سے بدتر ہے وہ یہ ہے کہ عمار کے قاتل علی ہیں اور علی کا کردہ ہے کیونکہ علی ہی نے عمار کو لڑائی پر برا کیجھ کیا اور مستقبل میں ان کے قتل ہونے کا سبب ہوئے تو معاویہ کو جواب میں کہا گیا کہ پھر تو امیر حمزہ کے قاتل نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم اور اللہ تعالیٰ ہوئے“ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے لڑائی کا حکم دیا تھا۔“

الحاصل یہ کہ اس حدیث میں تین معجزے ہیں۔ اول یہ کہ عمار قتل کیا جائے گا۔ دوم یہ کہ وہ مظلوم ہو گا اور سوم یہ کہ ان کا قاتل باغیوں کی جماعت کا فرد ہو گا۔ یہ سب باتیں سچی ہیں اور حق ہیں۔

”ثم ولت الشيخ اكل الدين قال الظاهر ان بذا اي التناول السابق عن معاوية وما حكى عنه الفضل ان قتله من لخرجه للقتل و حرضه عليه كل منها التراء عليه۔“

اما الاول فتعريف للحدث و اما الثاني فلانه ما اخرجہ احدہل هو خرج بنفسہ و
مالہ مجاہدا فی سبیل اللہ لاعداء الاسلام، الفرض و انما کان کل منهما ائتراء علی
معاویہ رضی اللہ تعالیٰ لانه اعقل من ان يقع فی شیء ظاہر الفساد علی العاصی و
العام قلت لاذن کان الواجب علیہ ان يرجع عن بغیہ باطاعۃ الخلیفۃ و یتروک
المخالفتہ و طلب الاخلافتہ المنفیۃ۔ لتبین بهذا انه کان فی الباطن بلعیا و فی
الظاہر مستورا ہم عثمانؓ (مرآۃ المفاتیح ص ۱۷۱)

ترجمہ ”پھر میں نے دیکھا کہ شیخ اکمل الدین نے کہا ہے کہ ظاہر ہے کہ معاویہ کی
طرف سے تاویل سابق یعنی بنی معنی طلب الدم اور یہ تاویل کہ عمار کا قاتل وہ ہے
جو اسے نکال لایا اور لڑائی پر ہوا تکمیل کیا۔ یہ دونوں تاویلیں معاویہ پر بہتان ہیں۔
پہلی تاویل اس لئے بہتان ہے کہ یہ حدیث کی تحریف ہے اور دوسری اس لئے بہتان
ہے کہ عمار کو کوئی شخص نکال کر نہیں لایا تھا بلکہ وہ خود جان و مال کے ساتھ اللہ کی
راہ میں جہاد کرنے کے لئے نکلے تھے۔ ان کا مقصد فرض ادا کرنا تھا۔ لہذا یہ دونوں
تاویلیں معاویہ پر بہتان ہیں۔ معاویہ بڑے عقل مند تھے یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ
وہ ایسی تاویلیں کریں جو خاص اور عام کے نزدیک ظاہر افساد ہوں۔

میں کہتا ہوں کہ پھر تو ان پر واجب تھا کہ وہ اپنی بغاوت سے باز آئیں اور خلیفہ
کی اطاعت کریں اور اس کی مخالفت کو چھوڑیں اور ناجائز خلافت کی طلب کو بھی
چھوڑیں۔ اس تحقیق سے یہ بات واضح ہو گئی کہ معاویہ اندرونی طور پر باغی تھے اور
ظاہری طور پر عثمان کے خون سے اپنی بغاوت کو چھپانے والے تھے۔

صحابی کے لئے عصمت ضروری نہیں۔ اس بغاوت کے صدور کے بعد بھی معاویہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عدالت مجروح نہیں ہو گی، کیونکہ تمام صحابہ کرام کیلئے اللہ تعالیٰ
نے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے جو مذکورہ آیت میں مذکور ہے۔ ”کلا و عد اللہ الحسنی
“ کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے قبل انفاق و قتال کرنے والوں سے اور بعد الفتح انفاق
و قتال کرنے والوں سے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے یعنی اگرچہ صحابہ کرام سے کوئی غلطی
سرزد ہو جائے تو یقیناً اللہ معاف فرما دے گا کیونکہ صحابی کے بغیر بہشت کا داخلہ

ممکن نہیں حالانکہ سب صحابہ سے بشت کا وعدہ ہو چکا ہے۔
جب کفر و شرک کے بغیر صحابہ کرام کی سب خطائیں معاف ہیں تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کافریا ملعون کہنے والا کافر اور ملعون ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں عمر بن عبدالعزیز کا خواب لکھا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف کر دیا ہے۔
روایت۔

وعن عمر بن عبدالعزیز قال رایت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔
ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جالساں عندهما فسلمت وجلست۔ فبینما انا جالس
لغاتی بعلی ومعاویہ فلو خلا یتا واجیف علیہما البلب وانا انظر۔ فما کان یسرع من
ان یرج علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو یقول قضی لی ورب الکعبۃ وما کان یا
سرع من ان یرج معاویہ علی اثرہ وہو یقول غفر لی ورب الکعبۃ۔

ترجمہ۔ ”عمر بن عبدالعزیز سے روایت ہے۔ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا۔ ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما آپ کے پاس بیٹھے تھے میں نے سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ میں بیٹھا تھا اچانک علی اور معاویہ لائے گئے اور ایک مکان میں داخل کر دیے گئے۔ پھر جلدی سے علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تکلے اور کہہ رہے تھے کہ رب کعبہ کی قسم میرے حق میں فیصلہ ہوا ہے پھر جلدی سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکے اور کہہ رہے تھے کہ رب کعبہ کی قسم مجھے معاف کر دیا ہے۔“

صحابی اگرچہ دوسرے صحابہ سے کم درجہ رکھتا ہو پھر بھی وہ ان اولیاء سے افضل ہے جن کو صحابیت حاصل نہیں۔ چنانچہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہیں حالانکہ عمر بن عبدالعزیز اپنے زمانہ کے لوگوں سے افضل ہیں اور بعض علمائے نے ان کی خلافت کو خلافت راشدہ کے مماثل قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحابہ روح الحائے نے لکھا ہے۔

وقد صرحوا فیہ لایباح تلہی وان جل قدرہ لی الفضل مرتبہ صحلی وان لم یکن
من کبار الصحابۃ وسئل عبد اللہ بن المبارک عن معاویہ وعمر بن عبدالعزیز لہما

الفضل قاتل الغبار الذی دخل قلب فرس معاویۃ الفضل عند اللہ من ماتتہ عمر بن
عبدالعزیز فقد صلی معاویۃ خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلى اللہ وسلم
فقرأ (لہذا الصراط المستقیم الخ) قاتل معاویۃ۔ آمین۔

ترجمہ۔ ”علمائے تفریح کی ہے کہ کوئی تاجی خواہ جلیل القدر ہو صحابی کے مرتبہ کو
نہیں پہنچ سکتا اگرچہ وہ صحابی اکابر صحابہ سے نہ ہو چنانچہ عبداللہ بن مبارک سے
معاویہ اور عمر بن عبدالعزیز کے بارہ میں پوچھا گیا کہ ان دونوں میں سے افضل کون ہے
تو فرمایا کہ وہ غبار جو معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں داخل ہو سو ۱۰۰ عمر بن
عبدالعزیز سے اللہ کے ہاں افضل ہے۔ معاویہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے لہذا الصراط المستقیم آخر تک پڑھا تو معاویہ نے
پیچھے سے آمین کہا۔

علامہ نسہائی نے الاسلاب البدیہ میں معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے جرم کی
صحابی یقینی قرار دی ہے۔ چند اسباب سے یہ بات بھانے کی کوشش فرمائی ہے۔ ان
میں سے بعض درج ذیل ہیں۔

سید العارفین عبدالوہاب شعرانی نے المنن الکبریٰ میں اپنی ذات کے حلق فرمایا
کہ۔ میں قیامت کے دن اپنے احباب سے پہلے اپنے اعداء کی شفاعت کرونگا۔ خاتم
الاولیاء محی الدین بن عربی نے بھی یہی بات فرمائی ہے کہ میں فوت ظاہر کرنے کیلئے
سب سے پہلے اپنے دشمنوں کی شفاعت کرونگا۔ یہ دونوں بزرگ حضرت علی کے غلام
ہوتے ہوئے اس قدر فوت کے مالک ہیں تو حضرت علی کی فوت اور جو انمردی ان سے
کسیں زیادہ ہوگی یقیناً وہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کی مسامت فرماتے ہوئے ان کی سب
سے پہلے شفاعت فرمائیں گے۔

علاوہ ازیں حضرت علی کا قیامت کے دن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درگزر
کرنا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلى آلہ وسلم کی رضا کا باعث ہوگا کیونکہ آپ اپنی
امت کے روحانی باپ ہیں اور باپ نسبی سے زیادہ شفیق و رحیم ہیں۔ آپ امت کے
جرم سے غمگین ہوتے ہیں۔ اور امت کے جرم معاف ہو جانے پر نہایت مسرور

ہوتے ہیں لہذا آپ کی خوشی اور رضا حاصل کرنے کیلئے بھی حضرت علی اپنے مجرم بھائی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معاف فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو سب اخلاق حمیدہ عطا فرمائے ہیں اور ان کو تمام اولیاء امت کا مہربی بنایا ہے آپ کا تحمل۔ ایثار۔ خود کرم ضرب المثل ہیں۔

ہم لوگ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو اپنے نفوس ناقصہ پر قیاس کر لیتے ہیں کہ جس طرح ہم لوگوں میں انتقامی جذبہ غالب ہے اور ہم اپنے دشمن کو کسی قیمت پر معاف نہیں کرتے اسی طرح حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بھی اپنے دشمن کو معاف ہرگز نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارا قیاس بالکل غلط ہے۔

بلکہ ان کی قوت تو اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ اگر اپنے حسرت و دیگر دشمن کو چھڑا سکیں گے تو اس بات پر بھی فوراً آمادہ ہو جائیں گے۔

اب ہم حضرت علی کے فضائل کی طرف غور کرتے ہیں۔ قدرے فضائل بیان کرنے کے بعد آپ کی وفات کا مختصر تذکرہ لکھتے ہیں۔ واللہ المستعان۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی طرح سابقین صحابہ کے بیت المال سے وظائف مقرر کر رکھے تھے کہ ان وظائف سے صحابہ کے گھروں کی ضرورتیں احوال کے ساتھ پوری ہو جائیں۔ آپ نے دوسرے صحابہ کی مانند اپنے بھائی عقیل بن ابی طالب کا بھی وظیفہ مقرر کر رکھا تھا۔ یہ وظیفہ غلہ جو کی شکل میں دیا جاتا تھا حضرت عقیل کی اولاد نے کجیور کے حلوہ کی خواہش اپنے والد کے سامنے ظاہر کی۔ حضرت عقیل نے ہر روز تھوڑی سی مقدار بچانا شروع کر دی۔ چند دنوں کے بعد اتنے جو بچت ہو گئے جن کو بیچ کر حلوہ بنایا جاسکے۔ تو آپ نے کھی اور کجیوریں خریدیں اور حلوہ تیار کیا حضرت علی کو بھی حلوہ کھانے کے لئے بلالیا۔ جب آپ تشریف لائے تو پوچھا کہ یہ حلوہ تمہارے پاس کہاں سے آیا ہے۔ بھائی عقیل نے سارا قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس قدر مقدار روزانہ بچانے کے بعد بھی تمہاری ضرورت پوری ہوتی رہی ہے۔ حضرت عقیل نے کہا ہاں۔ تو حضرت علی نے وہ مقدار

ان کے وعیفہ سے کم کر دی۔ اور فرمایا کہ میرے لئے حلال نہیں کہ وعیفہ کی موجودہ مقدار سے زیادہ تمہیں کچھ دوں۔ حضرت عقیل بہت ناراض ہو گئے۔ تو آپ نے ایک دن لوہا خوب گرم کیا اور حضرت عقیل کی غفلت میں ان کے رخسار کے قریب لے گئے۔ جب حضرت عقیل نے اچانک آگ اپنے چہرے کے قریب دیکھی تو فریاد کرنے لگے۔ حضرت علی نے فرمایا تو اس آگ سے گھبرا رہا ہے۔ اور میرے لئے دودھ کی آگ تجویز کرتا ہے تو حضرت عقیل نے کہا میں اس شخص کے پاس چلا جاؤں گا جو مجھے چاندی کے ڈالے دے گا اور مجھے کھجوریں کھلائے گا۔ یعنی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس دوسری بار حضرت عقیل نے حضرت علی سے کچھ عطیہ طلب کیا۔ آپ نے فرمایا مبرکو۔ جب دوسرے مسلمانوں کو ملے گا تو تمہیں بھی مل جائے گا جب حضرت عقیل نے زیادہ الحاح اور زاری سے کام لیا تو آپ نے کسی شخص سے فرمایا کہ میرے بھائی عقیل کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بازار میں لے جا اور اس کو کوئی مقتل دوکان دکھاوے اور اس سے یہ بھی کہہ دے کہ اس دوکان کا تالا توڑ کر اس میں پڑا ہوا مال لے لے۔ جب حضرت عقیل نے یہ بات سنی تو ناراضگی میں کہنے لگے کہ آپ مجھے چور بنانا چاہتے ہیں آپ نے فرمایا تو بھی مجھے چور بنانا چاہتا ہے کہ مسلمانوں کا مال لے کر تجھے دیدوں اور دوسرے مسلمانوں کو نہ دوں۔ ان دونوں بھائیوں کا اختلاف اس قدر بڑھا کہ حضرت عقیل نے حضرت علی کو چھوڑ دیا اور معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چلے گئے۔ جا کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا تو انہوں نے حضرت عقیل کو ایک لاکھ درہم دیا۔ پھر حضرت عقیل ان کے پاس رہنے لگے۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دن ان سے کہا کہ ممبر پر کھڑے ہو کر تم میری عطا اور اپنے بھائی علی کی عطا لوگوں کو بتاؤ۔ تو حضرت عقیل نے ممبر پر کھڑے ہو کر کہا کہ میں نے دین کے خلاف علی سے مدد چاہی تو انہوں نے دین کو اختیار کیا اور میری مدد نہیں کی۔ پھر میں نے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دین کے خلاف مدد چاہی تو انہوں نے دین کو ہاتھ سے جانے دیا اور مجھے راضی کیا۔ اور میری مدد فرمائی۔

پھر ایک دن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عقیل کی موجودگی میں لوگوں سے کہنے

کے کہ عقل اگر مجھے علی سے اچھا نہ سمجھتا تو میرے پاس نہ رہتا۔ تو حضرت عقل نے کہا کہ میرا بھائی علی دین کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے اور آپ دنیا کے اعتبار سے میرے لئے اچھے ہیں۔ لیکن میں نے دین کو چھوڑ کر دنیا کو ترجیح دی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہ کی علوت تھی کہ بیت المال کے اموال کو مستحق مسلمانوں میں تقسیم فرما کر خالی کر دیتے۔ پھر جھاڑو دلا کر چھڑکا لگواتے اور اس میں نوافل ادا کرتے اور اللہ تعالیٰ کا حمد کرتے کہ تو نے مجھے صحیح تقسیم کی توفیق دی ہے آل کساء حضرت فاطمہ۔ حضرت علی۔ حضرت حسن۔ حضرت حسین کا تقویٰ غایت قصویٰ تک پہنچا ہوا تھا جب انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو نہایت آسانی سے سب اعمال حسنہ اس سے صادر ہوتے ہیں اور معصیت کے ارادہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگرچہ صدور معصیت اس سے ممکن ہوتا ہے لیکن یہ ممکن وقوع میں نہیں آتا۔ لسان نبوت نے جب ایسے متقین کی خبر دی ہے جن سے صدور معصیت واقع نہیں ہوگا۔ تو جنتی لوگوں کی سرداری ان کیلئے ثابت فرمائی ہے۔ جب جنتی لوگوں کی سرداری ان کو حاصل ہوگی تو لزوماً ان سے صدور معصیت نہیں ہوگا اور وہ گناہ سے پاک ہوں گے۔

کیونکہ عاصی مغفولہ کو بہشت قائل سکا ہے لیکن بہشتی لوگوں کی سرداری نہیں مل سکتی۔ بہشتی لوگوں کی سرداری ان لوگوں کو ملے گی جو تقویٰ کے ملکہ راسخہ کی وجہ سے گناہوں سے پاک ہوں گے۔ بہشت میں سرداری لسان نبوت کی شہادت سے آل کساء کو حاصل ہے یا شیخین یعنی ابوبکر و عمر کو حاصل ہے چنانچہ آپ نے غنیمین کے بارہ میں فرمایا کہ ابوبکر اور عمر کھول جنت کے سردار ہوں گے۔

اور حضرت علی کے بارہ میں حضرت فاطمہ سے فرمایا **لَوِ اللّٰہُ لَقَدْ زَوَّجْتُکَ سَيِّدَیْ** **الدُّنْیَا سَيِّدَیْ الْآخِرَةِ** (احیاء جلد چہارم صفحہ ۱۸۸)

یعنی اے فاطمہ تجھے میں نے ایسے شخص سے میاں ہے جو دنیا میں سردار ہے اور آخرت میں بھی سردار ہے۔ اور حضرت فاطمہ کے متعلق فرمایا **سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَہْلِ الْجَنَّةِ**۔ فاطمہ سب بہشتی عورتوں کی سردار ہے۔ اور حسین کریمین کے متعلق فرمایا **اَلْحَسَنُ وَ اَلْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَہْلِ الْجَنَّةِ**۔ یعنی حسن اور حسین بہشتی نوجوانوں کے سردار

ہیں۔

جب آل کساء کا گناہوں سے پاک ہونا ثابت ہو گیا کیونکہ ان سب کیلئے اہل جنت کی سرداری ثابت ہے تو لہذا یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ ان کا معاوی اور حارث گناہ گار ہو گا۔

تو بعض مورخین نے ان کے حارثیں اور اعداء کیلئے جو صالحیت ثابت کی ہے وہ اذرائے احادیث کذاب ہیں۔ ایسے مورخین کو بھی ہر مومن ان کے اعداء میں شمار کرے گا۔ واللہ اعلم۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شہادت

آپ نے چار سال نو ماہ آٹھ دن خلافت کی ہے۔ اور ۲۷ رمضان ۴۰ھ فجر کے وقت اعلیٰ الامین عبدالرحمن بن ملجم مرادی کے ہاتھ شہید ہوئے۔ آپ نے شہادت کی رات سرکارِ دو عالم نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ آپ کی امت نے مجھے بہت رنج و الم پہنچایا ہے آپ نے فرمایا ان پر بددعا کر دے تو حضرت علی نے یہ دعا کی۔ اے اللہ مجھے ان لوگوں کی بجائے اچھے لوگ عطا فرما اور ان لوگوں کی میری بجائے بدترین لوگ عطا کر پھر آپ صبح کی نماز ادا کرنے کیلئے مسجد تشریف لے گئے تو ابن ملجم نے آپ کی پیشانی پر زہر آلودہ تلوار ماری کہ دماغ تک پہنچ گئی لوگوں نے ابن ملجم کو پکڑ لیا اور قید کر دیا۔ حتیٰ کہ آپ نے ۲۹ رمضان کی رات وفات فرمائی۔ بہت چند وصال فرمائے اور آخر کلمہ طیبہ کا بہت تکرار فرمایا اور ۳۳ سال کی عمر میں اس دارقانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حسین کریمین اور عبداللہ بن جعفر نے آپ کو غسل دیا اور حضرت حسن نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور خارجیوں کے خوف سے نامعلوم مقام پر دفن کر دیئے گئے۔ آپ نے اپنی بجائے کسی کو خلیفہ معین نہیں فرمایا۔ آپ کی وفات کے بعد ابن ملجم کے اطراف کاٹ لئے گئے اور آگ میں جلا دیا گیا۔

واقعہ یہ ہے کہ تین خارجیوں نے مکرمہ نبی عہد کیا کہ ۲۷ رمضان کی رات میں ان تینوں شخصوں علی۔ معاویہ۔ عمرو بن العاص کو قتل کر دیں تو یہ سارے فسادات

خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ ابن ملجم مرادی نے کہا میں علی کو قتل کروں گا۔ برک بن عبد اللہ حمیری نے کہا میں معاویہ کو قتل کروں گا۔ عمرو بن بکیر حمیری نے کہا میں عمرو بن العاص کو قتل کروں گا۔ یہ تینوں کچھ عرصہ تاریخ قتل سے پہلے اپنے اپنے مقول کے شہر میں پہنچے۔ ابن ملجم کوفہ میں آکر چھپ گیا اور قحطام نامی خارجیہ عورت سے شادی کر لی۔ قحطام کے باپ کو حضرت علی نے قتل کیا تھا۔ قحطام نے یہ اشیاء اپنی مہر قرار دے تین ہزار درہم۔ ایک قحطام۔ ایک گلے والی لوہڑی۔ حضرت علی کا قتل۔

تینوں مذکورین نے ۲۷ رمضان المبارک کی صبح کو اپنے اپنے نامزد مقتول کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ ابن ملجم مسجد کوفہ میں حضرت علی کا پتھر کھڑا تھا۔ جب حضرت علی پہنچے تو اس نے آپ پر کامیاب حملہ کیا۔ اور اپنی زہر آلود تلوار حضرت علی کے سر پر اس قدر زور سے ماری کہ دماغ تک پہنچ گئی۔ حضرت علی نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ برک نے معاویہ پر حملہ کیا اسے گرا دیا لیکن دوا علاج سے معاویہ تندرست ہو گئے۔ برک کے اس جرم میں اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے وہ بھی علاج سے اچھا ہو گیا۔ معاویہ اس حملہ کے بعد نامرد ہو گئے اور اولاد پیدا کرنے کے قائل نہیں رہے، لیکن برک اچھا ہو گیا اور کوفہ میں سکونت رکھی اور اس کی اولاد پیدا ہونے لگی تو زیاد کوفہ والے نے کہا کہ امیر المومنین معاویہ کی اولاد پیدا نہ ہو اور ان کے قاتل کی اولاد پیدا ہو یہ ہمارے لئے رسوائی ہے تو زیاد نے برک کو قتل کرا دیا۔

۲۷ رمضان کی شب کو عمرو بن العاص کو پیٹ کی خرابی ہو گئی اس نے اپنی بجائے خارجہ کو نماز پڑھانے کیلئے بھیجا۔ عمرو بن بکیر نے خیال کیا کہ عمرو بن العاص نماز پڑھا رہا ہے اس نے امام خارجہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ عمرو بن بکیر گرفتار کر لیا گیا صبح کو لوگوں نے اسے کہا تو نے خارجہ کو قتل کیا ہے اس نے افسوس سے کہا کہ عمرو بن العاص بچ گیا ہے میں تو اس کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے بعد عمرو بن بکیر قتل کر دیا گیا۔

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل الحل والہ عقد نے حضرت

حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ جن لیا۔ اہل کساء یعنی پیچتن پاک سے چوتھے حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل المل والعتد نے بلا اتفاق حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ جن لیا آپ نے چھ ماہ خلافت کی۔ پھر چالیس ہزار جاں نثاروں کو لے کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے ادھر سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑا لشکر لے کر آئے۔

صحیح بخاری نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیہ کہ شہادت کے بعد اہل المل والعتد نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ جن لیا۔ اہل کساء یعنی پیچتن پاک سے چوتھے حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد خلیفہ جن لئے گئے۔ آپ نے چھ ماہ خلافت کی، پھر چالیس ہزار جاں نثاروں کو لے کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے ادھر سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑا لشکر لے کر آئے۔

صحیح بخاری نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیہ کہ شہادت کے بعد اہل المل والعتد نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ جن لیا۔ اہل کساء یعنی پیچتن پاک سے چوتھے حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل المل والعتد نے بلا اتفاق حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ جن لیا آپ نے چھ ماہ خلافت کی۔ پھر چالیس ہزار جاں نثاروں کو لے کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے ادھر سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑا لشکر لے کر آئے۔

صحیح بخاری نے حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیہ کہ شہادت کے بعد اہل المل والعتد نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ جن لیا۔ اہل کساء یعنی پیچتن پاک سے چوتھے حضرت حسن علی جدہ وعلیہ السلام حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد اہل المل والعتد نے بلا اتفاق حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ جن لیا آپ نے چھ ماہ خلافت کی۔ پھر چالیس ہزار جاں نثاروں کو لے کر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکوبی کیلئے روانہ ہوئے ادھر سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بڑا لشکر لے کر آئے۔

جائے گی۔ کیونکہ معاویہ اقتدار سنبھالنے کے بعد بعض لوگوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ اس بات پر حضرت حسن متفق نہیں تھے۔ آخر کار معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سفید کانٹہ حضرت حسن کو بھیجا کہ تم جو شرمیں چاہو اس کانٹہ پر لکھ دو۔ میں اس پر دستخط کر دوں گا۔ حضرت حسن نے صلح نامہ لکھا اور خلافت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر دی۔ صلح نامہ پر فریقین کے اور گواہوں کے دستخط ہو گئے۔ صلح نامہ کا ترجمہ

ذیل میں مرقوم ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ عہد ہے جس پر حسن بن علی اور محلوہ بن ابی سفیان کی اس بات پر صلح ہوئی ہے کہ حسن بن علی منصب خلافت محلوہ بن ابی سفیان کو بائیں شرائط سپرد کر دیا ہے کہ محلوہ کتاب اللہ پر اور سنت رسول اللہ پر اور سیرت خلفاء راشدین مہذبہ پر عمل کرے گا۔ اور محلوہ کسی شخص کو ولی عہد نہیں بنائے گا۔ بلکہ محلوہ کے بعد امر خلافت مسلمانوں کے شوری پر ہوگا۔ شای عراقی حجازی یعنی سب مسلمانوں کو امان ہوگی۔ اور علی کے اصحاب اور شیعہ کے جانوں اور مالوں اور عورتوں اور اولادوں کو امان ہوگی ان باتوں میں محلوہ بن ابی سفیان پر اللہ تعالیٰ کا عہد اور یشاق ہو گا۔ اور یہ بھی اس پر لازم ہوگا کہ وہ حسن بن علی کو اس کے بھائی حسین کو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب اہل بیت کو خبیہ طور پر پاپا ظاہر طور پر کوئی ضرر اور نقصان نہیں پہنچائے گا۔ وہ ملک کے جس گوشہ میں ہوں گے ان پر خوف و ترس طاری نہیں کرے گا۔ میں فلاں فلاں کو گواہ بناتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی شہادت بہت کافی ہے۔ جب صلح مکمل ہو گئی تو محلوہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسن سے کہا کہ آپ لوگوں سے خطاب فرمائیں اور ان کو یہ بات بتائیں کہ نے میں خلافت محلوہ کے سپرد کر دی ہے اور اس کی بیعت کر لی ہے۔ تو آپ ممبر پر کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے حمد و ثناء کے بعد اور درود شریف کے بعد فرمایا ”اے لوگو۔ سب سے بڑی دانائی پر ہیزگاری ہے اور سب سے بڑی حماقت گناہ گاری ہے۔ تم سب جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو میرے جد پاک کے ذریعہ راستہ دکھایا اور ان ہی کے ذریعہ تم کو گمراہی سے بچلایا اور ان ہی کے ذریعہ تمہیں جمالت سے چھڑایا اور ان ہی کے ذریعہ تم کو ذلت کے بعد عزت دی اور کسی کے بعد کثرت دی۔ یقیناً محلوہ نے ایسے حق میں مجھ سے جھگڑا کیا جو میرا ہے۔ اس کا ہرگز نہیں۔ پھر میں نے امت کی اصلاح اور فتنے کے خاتمہ کو ملحوظ رکھا ہے۔ تم لوگوں نے مجھ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ میں جس سے صلح کروں گا تم بھی اس سے صلح کرو گے اور میں جس سے لڑوں گا تم بھی اس سے لڑو گے۔ اب میں نے منصب سمجھا کہ محلوہ

صلح کر لوں اور لڑائی ختم کر دوں۔ اس لئے میں نے اس سے بیعت کر لی ہے۔ یہ اس لئے کیا ہے کہ خون کی روک تھام خنزیری سے بہتر ہے۔ اس سے میرا مقصد تمہاری بھلائی اور تمہاری بچا ہے میں نہیں جانتا شاید یہ تمہاری آغوش ہو اور وقت معین تک کاملان ہو۔“

اس صلح سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معجزہ ظاہر ہوا کیونکہ آپ نے حضرت حسن کے حق میں فرمایا تھا۔

ان فی ہذا سید و مصلح اللہ بین فتنین عظمتین من المسلمی۔ رواہ البخاری۔
کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مغرب اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

دولابی نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت حسن فرمایا کرتے تھے کہ جب عرب کی جماعتیں میرے ہاتھ میں تھیں جس سے میں صلح کرتا تو وہ بھی صلح کرتیں اور جس سے میں لڑتا وہ بھی لڑتیں اس وقت میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے خون کی روک تھام کے لئے خلافت چھوڑ دی آپ کا یہ نزول ربیع الاول ۴۱ھ میں ہوا۔ بعض نے کہا ربیع آخر میں اور بعض نے کہا جمادی الاولیٰ میں ہوا۔

آپ کے اصحاب آپ کو یا عار المؤمنین کہہ کر پکارتے آپ فرماتے کہ آگ سے عار بہتر ہے۔ ایک شخص نے آپ کو ان الفاظ میں سلام کیا السلام علیک یا منل المؤمنین تجھ پر سلام ہو اے مؤمنین کو ذلیل کرنے والے تو آپ نے فرمایا میں مؤمنین کو ذلیل کرنے والا نہیں ہوں۔ میں نے اس بات کا برا جانا کہ بدوشانی کیلئے تمہیں قتل کروں۔ پھر آپ نے کوفہ سے کوچ فرما کر مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی۔

فضائل حضرت حسن علی جدہ و علیہ السلام

۱۔ بخاری اور مسلم نے براء سے روایت کیا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حضرت حسن ان کے کندھے پر تھے اور فرما رہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما۔
۲۔ بخاری نے ابو بکرہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سے ساجب وہ ممبر پر بیٹھے تھے اور حضرت حسن ان کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

۴۔ بخاری نے ابن عمر سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین کے بارہ میں فرمایا کہ یہ دونوں میرے لئے دنیا کی مرغوب نعمتیں ہیں۔

۵۔ ترمذی اور حاکم نے ابوسعید خدری سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حسن اور حسین مہشت میں نوجوانوں کے سردار ہوں گے۔

۶۔ ترمذی نے اسامہ بن زید سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ حسن اور حسین آپ کی دونوں رانوں پر بیٹھے تھے تو فرمایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت فرما اور ان سے محبت رکھنے والوں سے محبت فرما۔

۷۔ ترمذی نے انس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کے اہل بیت سے کون شخص آپ کو زیادہ پیارا ہے تو آپ نے فرمایا حسن اور حسین۔

۸۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس حال میں تشریف لائے کہ حضرت حسن آپ کی گردن پر سوار تھے ایک شخص آپ سے ملا تو کہنے لگا اے بچہ بہت اچھی سواری پر تو سوار ہوا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔

۹۔ ابن سعد نے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن زبیر سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل میں سے آپ سے زیادہ مشابہ اور آپ کو سب سے زیادہ پیارے حضرت حسن تھے۔ وہ آپ کے سجدہ کی حالت میں آتے اور آپ کی

گردن یا پیٹھ پر سوار ہوتے جب تک وہ خود نہ اترتے اس وقت تک آپ ان کو نہ اتارتے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ آپ رکوع میں ہوتے تو اگر آپ کی دونوں ٹانگوں کو کھلا کرتے اور بیچ میں سے گزر جاتے۔

۱۰۔ ابن سعد نے ابو سلمہ بن عبدالرحمن سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم حسن بن علی کے سامنے اپنی زبان نکالتے تو وہ آپ کی زبان کی سرخی دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔

۱۱۔ حاکم نے زہد بن ارقم سے روایت کیا کہ حضرت حسن خطبہ کیلئے کھڑے ہوئے تو ازدشنہ کا ایک شخص کھڑا ہو کر کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن کو اپنے کپڑے جیوہ پر رکھے ہوئے تھے اور فرما رہے تھے کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے محبت کرے۔ ہر حاضر اس بات کو غیر حاضر لوگوں تک پہنچا دے اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی کرامت نہ ہوتی تو میں یہ بات کسی کو نہ بتاتا۔

۱۲۔ ابو نعیم نے علیہ میں ابو بکر سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم ہمیں نماز پڑھا رہے تھے۔ تو آپ کے سجدہ میں حضرت حسن آتے جب وہ چھوٹے تھے تو کبھی آپ کی پیٹھ پر بیٹھ جاتے تو کبھی آپ کی گردن پر۔ آپ نہایت نرمی سے اٹھا کر ان کو ایک طرف کرتے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو صحابہ کرام نے کہا یا رسول اللہ آپ اس بچہ سے جو محبت اور نرمی کرتے ہیں دیکھی کسی دوسرے سے نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا مجھے دنیا کی نعمت سے یہ دیا گیا ہے۔ اور میرا یہ بیٹا سردار ہے اور میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

۱۳۔ بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا اے اللہ میں حسن سے محبت رکھتا ہوں اور حسن سے محبت رکھنے والے سے بھی محبت رکھتا ہوں اس لئے تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے محبت رکھنے والے سے محبت رکھ۔ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اس

ارشاد کے بعد کوئی شخص مجھے حضرت حسن کے برابر محبوب نہیں۔ ترمذی نے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا جو شخص حسن اور حسین سے محبت رکھتا ہے اور ان کے باپ کے اور ان کی ماں سے محبت رکھتا ہے وہ بہشت میں میرے ساتھ ہو گا۔

۳۔ اعطی الحسن نسائه وکلن قد افتد ظلمه لمعه حتی روی۔ رواہ ابن عساکر (مواہب جلد اول ۲۵۵)

”حضرت حسن سخت پیارے تھے آپ نے اپنی زبان ان کو دی تو انہوں نے آپ کی زبان چوسی تو ان کی پیاس بجھ گئی۔“

۴۔ انخرج الحارث بن ابي سلمه عن معبد بن علي قال اصطرع الحسن والحسين عند رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى آله وسلم فجعل رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم يقول هي حسن۔ فقلت له لعلته يا رسول الله تعين الحسن كانه احب اليك من الحسين۔ قال ان جبريل بعن الحسن واتني احب ان امين الحسن۔ مرسلا (خصائص کبری جلد دوم ۳۶۵)

ترجمہ۔ ”حارث بن ابی سلمہ نے محمد بن علی سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں حضرت حسن اور حضرت حسین کشتی لڑے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرماتے لگے جلدی کرو حسن۔ حضرت قاطمہ نے کہا یا رسول اللہ آپ حرمہ کی مدد فرما رہے ہیں گویا وہ آپ کو حسین سے پیارا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جبریل حسین کی مدد کر رہا ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ میں حسن کی مدد کروں۔ یہ حدیث مرسل ہے۔“

یہ بات قاتل خور ہے کہ ان مقدس بچوں کی مظالمہ کشتی میں ایک کی جبریل مدد کر رہا ہے اور ایک کی خود سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم مدد فرما رہے ہیں سبحان اللہ! حسین کریمین تمہاری شان! حضرت حسن نے تلخ کے بعد مدینہ منورہ میں ساڑھے نو سال بسر فرمائے۔ اس عرصہ میں آپ کو سب سے زیادہ دکھ پہنچانے والا عموان تھا۔ اب عموان اور اس کے باپ حکم کے بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال کیسے جاتے ہیں۔

۱۔ ومن اللہ النبی بنضاً لاہل البیت مروان بن الحکم وکان یثا یو سرالحدیث الذی صحیحہ الحاکم ان عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان لایولد لاحد مولود الا انی بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلى آلہ وسلم لید حولہ فادخل علیہ مروان بن الحکم قال ہذا الوذخ ابن الورع الطعن ابن الطعن۔ (صواعق صلبہ) (۱۸)

ترجمہ: ”اہل بیت سے شدید ترین بغض رکھنے والوں میں سے مروان بن حکم ہے اور یہ اس حدیث کا راز ہے جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے کہ ہر وہ شخص جس کا بچہ پیدا ہوتا وہ اپنے بچہ کو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتا تو آپ اس بچہ کے لئے دعا فرماتے۔ تو مروان بن حکم آپ کی خدمت میں اندر لایا گیا آپ نے فرمایا یہ چھپکلی ہے اور چھپکلی کا بیٹا ہے۔ طعن اور طعن کا بیٹا ہے۔“

۲۔ وسند فیہ مستور وبقیہ وجملہ ثقات ان الحکم استاذن علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلى آلہ وسلم لفرقہ قتال لہذوالہ علیہ لعنتہ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین وما یخرج من صلبہ یشرفون فی الدنیا وترذلون فی الآخرۃ ذو ومکر وخدیعتہ۔ (صواعق صلبہ) ولعلہ ملعم

”یہی سند کے ساتھ مروی ہے جس میں ایک مستور ہے اور سند کے باقی رجال ثقات ہیں کہ بے شک حکم نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو آپ نے اس کو پہچان لیا فرمایا کہ اس کو اجازت دے دو۔ اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے جو اس کی پشت سے نکلیں گے وہ دنیا میں صاحب جاہ ہوں گے اور آخرت میں رذیل ہو گئے اور مکار و خداری ہوں گے مکر وہ لوگ جو ان میں سے نیکو کار ہوں گے وہ بہت کم ہوں گے۔“

ان حدیثوں کے بغیر اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں جن میں حکم اور اس کی اولاد کی ملعونیت کا ذکر ہے لیکن اطال کے خوف سے ان دو حدیثوں پر اکٹفا کیا ہے ان سے ملعونیت کا دجہ دھونے کے لئے صاحب صواعق نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی ہے کہ اے اللہ میں بشر ہوں۔ میں بھی

غضبناک ہوتا ہوں تو میں جس مسلمان کو سب یا لعنت یا بدعا کروں تو میری سب اور لعنت کو اس کے لئے رحمت اور پاکیزگی اور کفارہ اور طہارت بنا دے لہذا آپ کی ان پر لعنت ان کے لئے رحمت بن جائیگی۔ یہ جواب اس لئے صحیح نہیں کہ یہ جواب انتہاء لعنت کی صورت میں درست ہو سکتا ہے۔ حالانکہ ان دونوں حدیثوں میں اخبار لعنت ہے۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم بمقتضائے بشریت کسی پر ناراض ہو کر لعنت یا بدعا فرمائیں تو یقیناً آپ کی بدعا مسلمانوں کیلئے رحمت بن جائے گی۔ اگر آپ نے کسی شخص کے برے عمل کی وجہ اس کی ملعونیت کی خبر دی ہے تو یہ ملعونیت اس کے لئے رحمت نہیں بن سکتی۔ ورنہ نبی کا کذب لازم آئے گا۔ دوسری حدیث میں فرشتوں کی لعنت اور سب لوگوں کی لعنت کا ذکر ہے۔ معلوم ہوا کہ حکم اور موافق پر جو لعنت فرمائی ہے وہ اخبار لعنت ہے انتہاء لعنت نہیں۔ اس وجہ سے ان سے لعنت کا وجہ نہیں دھویا جاسکتا۔ ان کی ملعونیت تو عداوت اہل بیت کی وجہ سے ہے جو درحقیقت عداوت رسول ہے۔ ان کی عداوت اہل بیت کا تو خود صاحب موصاف علی نے پہلی حدیث کی تحدید میں اعتراف کیا ہے۔ فضائل اہل بیت میں حاکم کی حدیث لکھی جا چکی ہے جس میں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص رکن اور مقام کے درمیان نماز پڑھتے ہوئے اور روزہ رکھتے ہوئے زندگی بسر کرے اور اللہ تعالیٰ کو اس حالت میں ملے کہ اہل بیت محمد سے بغض رکھتا ہو تو وہ شخص جہنم میں داخل ہو گا یعنی ملامتیں اور نازیہیں اور نوزے اس کو عذاب الہی سے نہیں بچا سکیں گے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت حسن علی رضی اللہ عنہ والسلام کے بے شمار مناقب و فضائل ہیں آپ ہمدرد صاحب سکینہ ذی وقار عظیم اور مصلح تھے۔ ایک سائل کو لاکھ درہم بھی دے دیا کرتے تھے۔ آپ نے بہت عورتوں سے نکاح کیا۔ اکثر زنا کاری کے دنوں میں طلاق دیا کرتے تھے آپ نے نوے (۹۰) عورتوں سے شادی کی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے اہل کوفہ سے فرمایا کہ تم اپنی لڑکیاں حسن کے نکاح میں نہ دو کہ وہ طلاق بہت دیتا

تیری بات کو اس طرح نہیں مٹاؤں گا کہ میں بھی تجھے گالیاں دوں لیکن میرے اور میرے دھرم کے جگہ اللہ تعالیٰ کی حاضری ہے اگر تو سچا ہوگا تو تجھے تیری سچائی کا اجر دے گا۔ اگر تو جھوٹا ہوگا تو وہ بڑا سخت انتقام لینے والا ہے علامہ ابن حجر کی اس بارہ میں یوں لکھتے ہیں۔

وہندرجلہ قلقت ان مروان لماولى الملوثة كان يسب عليا علي العنبر كل جمعة ثم ولى بعده سعيد بن العاص فكان لايسب ثم اعيد مروان فعاد للسب وكان الحسن يعلم ليسكت ولايدخل المسجد الا عندئذ لئلا يلعن فلم يرعى بذلك مروان حتى لوسل للحسن في بيتة بالسب البلوغ لانه ولد ما وجدت مطلقا الا مثل البغلة يقال لها من يهوك فتقول لبي الفرس۔ فقال للرسول ارجع اليه لقل له اني والله لاامسحوا عنك شيئا مما قلت بل ان اسبك موعدي وموعداك اللب فان كنت كاذبا لقلل الله لعمري۔ (تطهير الجنان ص ۳۳)

ترجمہ ۳۳: یہی سند کے ساتھ روایت ہے کہ جس کے سب راوی مستحبر ہیں کہ مروان جب مدینہ کا والی بنا تو ہر جمعہ ممبر حضرت علی کو گالیاں دیتا۔ پھر اس کے بعد سعید بن عاص والی بنا تو وہ گالیاں نہیں دیتا تھا پھر مروان کو دوبارہ والی بنایا گیا تو وہ پھر دوبارہ گالیاں بکتے لگا حضرت حسن جانتے لیکن پھر بھی خاموش رہے اور اقامت کے وقت مسجد میں داخل ہوتے مروان اس بات پر راضی نہ ہوا حتیٰ کہ اس نے حضرت حسن سے کمر میں انتحالی سب و شتم بیچے جو ان سے اور ان کے والد علی مرتضیٰ سے متعلق تھے ان گالیوں میں یہ بات بھی تھی کہ میں نے تجھے فقط ٹھکر کی مانند پایا ہے جب اس سے کہا جائے کہ تیرا باپ کون ہے تو وہ کہتا ہے میری ماں گھوڑی ہے حضرت حسن نے قاصد سے فرمایا تو والہاں جا کر مروان سے کہہ دے کہ میں تیری باتوں کو اس طرح نہیں مٹاؤں گا کہ میں بھی تجھے گالیاں دوں۔ لیکن میری نور تیری دھرم کی جگہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ ہے اگر تو جھوٹا ہوگا تو وہ سخت انتقام لینے والا ہے۔

اسی طرح ملک بحر میں مٹاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سب عامل جمعہ کے دن ممبر پر اہل بیت کو گالیاں دیتے اور سب و شتم بکتے ہو امیر کے سب حکمرانوں کا یہ عمل

رہا کہ اہل بیت کو برسرِ مہر سب شتم کرتے حتیٰ کہ بنو امیہ کے صالح حکمران عمر بن عبد العزیز نے اہل بیت کی سب و شتم سے روکا اور اس کو جرم قرار دیا۔ ان کے عہد میں بنو امیہ کے لوگ ان گلیوں سے باز آئے ان کی وفات کے بعد یہ بری رسم پھر سے جاری کر دی گئی۔ اور بنو امیہ کی حکومت کی آخری رمتی تک جاری رہی بنو امیہ کے پورے عہد میں وہ تعظیم اہل بیت کو گناہ سمجھتے اور ان کے گلی دینے کو مہلوت خیال کرتے۔ حالانکہ تعظیم اہل بیت ضروریاتِ دین سے ہے۔ یہ بات بھی بنو امیہ کے دور کی یادگار ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا جاتا ہے اور آلہ کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ لیکن اکابرِ علماء جیسے علامہ سیوطی اور علامہ اتوسی کی تصانیف میں پورا درود شریف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا گیا ہے۔ لیکن حدیث کی عام کتابوں کی طباعت میں اس امر شیع کا ارتکاب کیا گیا ہے جو بنو امیہ کے دور سے شروع ہوا۔

آپ کی وفات اس طرح ہوئی کہ یزید بن معاویہ نے آپ کی زوجہ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی کو خفیہ پیغام بھیجا کہ تو حسن کو زہر کھلا دے میں تیرے ساتھ شادی کروں گا۔ اور ایک لاکھ درہم بھی جعدہ کو بھیجے تو جعدہ نے آپ کو زہر پلا دیا۔ آپ زہر پینے کے بعد چالیس دن بیمار رہے اور ۴۰ سالہ عمر میں اس دار فانی سے کوچ کیا۔ **فان لله وانا اليه راجعون۔** پھر جعدہ نے یزید سے وعدہ پورا کرنے کا مطالبہ کیا تو یزید نے کہا تو نے اپنے شوہر حسن کو زہر پلایا ہے اگر میں تجھ سے شادی کروں تو مجھے بھی زہر پلا دے گی۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ جعدہ کو یہ خفیہ پیغام خود معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجا تھا تاکہ حضرت حسن کی وفات کے بعد اپنے بیٹے یزید کو دلی عہد بنا سکیں۔ شیخ ابوالبرکات حافظ احمد فخر الدین اندلی رئیس المدرسین فی العراق نے بھی اسی بات کو راجع قرار دیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جعدہ کو یہ خفیہ پیغام بھیجا تھا۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب **ارشاد العباد الی القود والجلود** میں تحریر فرماتے ہیں کہ ”جب حضرت حسن بیمار ہوئے تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حوان کو لکھا کہ حسن کی موت کی خبر پہنچانے کیلئے ساریاں تیار رکھو جب حضرت حسن کی وفات کی خبر

مطلوبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو نوحو عجبر بلند کیا جسے اہل شام نے سنا پھر اہل شام نے بھی نوحو لگایا۔ مطلوبہ کی بہن قنصلہ نے مطلوبہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تجھے خوش رکھے تو نے کس خوشی میں نوحو لگایا ہے۔ مطلوبہ نے کہا حسن مرگیا ہے۔ وہ کہنے لگی تو قاطبہ الزہراء کے بیٹے کی موت پر نوحو لگا رہا ہے اس وقت حضرت ابن عباس مطلوبہ کے پاس آئے تو مطلوبہ نے کہا ابن عباس کیا تو جانتا ہے کہ تیرے اہل بیت میں کوئی بات واقع ہوئی۔ حضرت ابن عباس نے کہا نہیں۔ لیکن میں تو اس بات کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ بہت خوش ہیں اور آپ کے نوحو کی آواز بھی میں نے سنی ہے۔ مطلوبہ نے کہا حسن مرگیا ہے تو حضرت ابن عباس نے تین مرتبہ کہا کہ اللہ تعالیٰ آباء محمد پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم اے مطلوبہ حسن کی قبر تیری قبر کو بد نہیں کرے گی اور اس کی موت تیری زندگی کو نہیں بوجھائے گی اگر آج ہم پر حسن کی جدائی کی مصیبت آئی ہے تو عجیب بات نہیں ہم پر سید المرسلین کی جدائی کی مصیبت آچکی ہے اللہ کی قسم وہ اپنے جہاں سے بہت مشابہ تھے۔

حضرت حسین پاک حضرت حسن سے باہا پوچھتے رہے کہ آپ کو کس نے زہر پلایا ہے لیکن آپ نے نہیں بتلایا اور فرمایا کہ میرے بعد خون کا دعویٰ کھڑا نہ کرنا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسین پاک سے یوں نصیحت فرمائی۔ اے میرے پیارے بھائی آپ کے والد خلافت کی طرف رافض ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے خلافت کو ان سے چھیر دیا اور ابو بکر خلیفہ بنائے گئے پھر رافض ہوئے تو خلافت عمر کی طرف پھیر دی گئی پھر شوری کے وقت ان کو یقین تھا کہ خلافت ان کے ہاتھ اور کسی کو نہیں ملے گی تو عثمان خلیفہ بنادیتے گئے جب عثمان قتل ہوئے تو ان کو خلیفہ بنایا گیا لیکن نزاع پیدا ہو گیا اور تلواریں نیام سے نکالی گئیں تو خلافت ان کو راست نہیں آئی۔ اللہ کی قسم میں یقین سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں میں نبوت اور خلافت کو جمع نہیں کرے گا تو یہ بات واقع ہرگز نہ ہو کہ کوفہ کے بے وقوف لوگ تجھ کو ہٹا جان کر تجھے خدج پر آباد کریں میں نے عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ بات طلب کی تھی کہ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جاؤں تو

انہوں نے ہاں کہا تھا جب میں مرجاؤں تو اس سے یہ بات طلب کرنا میرا خیال ہے کہ لوگ یہ بات نہیں ہونے دیں گے اگر لوگ خلافت کریں تو ان کو کوئی جواب نہ دینا۔ جب آپ کی وفات ہوئی تو حضرت حسین حضرت عائشہ کے پاس گئے حضرت عائشہ نے فرمایا برو چشم لیکن مروان نے خلافت کی تو حضرت حسین نے اور ان کے حامیوں نے ہتھیار پنے اور لڑائی کا پختہ ارادہ کر لیا۔ حضرت ابو ہریرہ نے حضرت حسین کو واپس لوٹا دیا پھر آپ متح میں اپنی والدہ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت حسن کا شمار خلفائے راشدین سے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ ”خلافت میرے بعد تمہیں برس ہوگی اس کے بعد موذی بادشاہی ہوگی“ یعنی خلافت علی منہاج النبوة جس برس ہوگی جس کو خلافت راشدہ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کے بعد جو خلافت ہوگی وہ موذی بادشاہی ہوگی۔ وہ تیس برس حضرت حسن کی شش ماہہ خلافت پر ختم ہو گئے پھر مطویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موذی بادشاہی کا آغاز ہوا مطویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت راشدہ کے زمانے میں باقی تھے۔ حضرت حسن کی اپنے بھائی حضرت حسین سے ترک تنائے بادشاہی کی نصیحت بھی اسی بنا پر تھی کہ اب خلافت محض موذی بادشاہی کی شکل میں ہوگی۔ یہ موذی بادشاہی پاک لوگوں کے لائق نہیں جو اہل کساء میں سے یعنی پیغمبر پاک سے ہوں اور نبی نے ان کی طہارت کے دوام و بقاء کی دعا کی ہو اور خود کو ان کا فرد ظاہر فرمایا ہو۔

آپ نے دو مرتبہ کل مال اللہ کی راہ میں دیا اور تین مرتبہ اپنا آدھا آدھا مال تصدق فرمایا۔ آپ نے ایک شخص کی دعا سنی وہ اللہ تعالیٰ سے دس ہزار درہم مانگ رہا تھا، دس ہزار درہم اس کو بھیج دئے آپ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اس نے اپنے قرواقہ کا محل بنایا اور یہ بھی بتایا کہ فتنے ہونے کے بعد مجھے یہ ننگ دستی عارض ہوئی ہے آپ نے فرمایا میرے سوال سے جو تیرا حق مجھ پر واجب ہو گیا ہے اس کے ادا کرنے کی میں طاقت نہیں رکھتا۔ اگر تو اس انداز پر رضامند ہو جائے جو میں دے سکتا ہوں اور پورے حق واجب کی ادائیگی کی مجھے تکلیف نہ دے تو میں ماحضر آپ کو

دے سکتا ہوں اس سائل نے کہا اے رسول اللہ کے نواسے میں آپ کی تھوڑی عطا کو قبول کروں گا اور آپ کو قدرت سے زیادہ دینے کی تکلیف نہیں دوں گا تو آپ نے اپنے وکیل سے فرمایا جو حیرے پاس بچت ہو وہ لے آ تو اس نے پچاس ہزار درہم حاضر کئے آپ نے فرمایا حیرے پاس تو پانچ سو ہزار بھی تھے۔ اس نے کہا ہاں وہ بھی موجود ہیں تو فرمایا کہ وہ بھی لا اس نے وہ بھی حاضر کر دئے۔ آپ نے وہ پچاس ہزار درہم اور پانچ سو ہزار سائل کو دے دئے اور فرمایا کہ میں آپ کا پورا حق ادا نہیں کر سکا مجھے معاف کرنا۔ آپ انتہائی سخاوت کی وجہ سے حکومت ہو جاتے اور لوگوں سے قرض لے کر اپنی ضرورتیں پوری فرماتے۔ آپ کی وفات کا مہینہ اور اس کی تاریخ بدھ کو نہیں لے ان الفاظ پر حضرت حسن پاک کا تذکرہ ختم کرتا ہوں علی بدھ وعلیہ السلام۔

اہل کساء یعنی پانچوں پاک کے پانچویں فرد حضرت حسین پاک علی بدھ وعلیہ السلام حدیث ۱۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی ام الفضل بنت حارث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے پاس اندر آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میں نے آج رات برا خواب دیکھا ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے کہنے لگی وہ بہت سخت ہے پھر آپ نے فرمایا وہ کیا ہے ام الفضل نے کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے جسم کا ٹکڑا گویا کاٹا گیا ہے اور میری گود میں رکھا گیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا تو نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ تعالیٰ قاطعہ ایک بچہ جنس کی وہ تیری گود میں آئے گا تو قاطعہ نے حسین کو جتا اور میری گود میں آیا جس طرح آپ نے فرمایا تھا پھر ایک دن آپ کے پاس گئیں اور حسین کو لے کر آپ کی گود میں رکھا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد متوجہ ہوئی تو دیکھا کہ آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں تو میں نے کہا یا نبی اللہ آپ پر میری ماں اور باپ قریب ہوں کیلالت ہے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آیا ہے اور بتایا ہے کہ میری امت میرے اس بیٹے کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا اس کو آپ نے فرمایا ہاں اور اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی لایا ہے۔ رواہ البیہقی فی دلائل النبوة (مشکوۃ المصابیح)

حدیث نمبر ۱۰۔ ابو نعیم نے ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا حسن اور حسین میرے گھر میں کھیل رہے تھے تو جبریل علیہ السلام اترے اور کہا یا محمد آپ کی امت آپ کے بعد آپ کے اس بیٹے کو قتل کرے گی اور حسین کی طرف اشارہ کیا۔ اور آپ کے پاس مٹی بھی لایا۔ تو آپ نے اسی مٹی کو سونگھا اور فرمایا اس میں کرب اور بلاؤ کی بو ہے اور فرمایا اے ام سلمہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو یقین کرنا کہ میرا بیٹا قتل کر دیا گیا ہے میں نے وہ مٹی ایک بوتل میں رکھی (خصائص کبری جلد دوم ۱۲۳)

حدیث نمبر ۱۱۔ ابو نعیم نے معجم کی سند سے انس بن حارث سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے کہ میرا یہ بیٹا یعنی حسین اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا جس کو کربلا کے نام سے موسوم کرتے ہوں گے تم میں سے جو شخص اس وقت موجود ہو وہ حسین کی مدد کرے۔ تو انس بن حارث کربلاؤ کو گئے اور حضرت حسین کے ساتھ قتل ہوئے (خصائص کبری جلد دوم ۱۲۳)

حدیث نمبر ۱۲۔ ابو نعیم نے اصحاب بن نہاد سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ ہم حضرت علی کے ساتھ حسین کی قبر کی جگہ پر آئے تو حضرت علی نے فرمایا یہاں ان کی ساریوں کے جھکانے کے جگہ ہے اور یہاں ان کے سلمان کی جگہ ہے اور یہاں ان کے خون بہائے جانے کی جگہ ہے۔ آل محمد کے نوجوان ہوں گے جو اس میدان میں قتل کئے جائیں گے ان پر آسمان اور زمین رونیں گے (خصائص ۱۲۳)

حدیث نمبر ۱۳۔ حاکم نے ابن عباس سے روایت بیان کی اور اس کی تصحیح کی کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پیغام بھیجا کہ میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے میں ستر ہزار نفوس قتل کئے تھے اور میں تمہارے نواسے کے بدلے میں ستر ہزار اور ستر ہزار قتل کروں گا یعنی دو گنی تعداد۔ (خصائص کبری جلد دوم ۱۲۳)

حدیث نمبر ۱۴۔ امام احمد اور بیہقی نے ابن عباس سے روایت کیا انہوں نے کہا ایک دن میں نے دوسرے کے وقت نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب کو دیکھا کہ

آپ ثولیدہ سراور غبار آلودہ ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بوتل ہے جس میں خون ہے میں نے عرض کیا یہ کیا ہے آپ نے فرمایا یہ حسین اور اس کے اصحاب کا خون ہے میں صبح سے اس خون کو جمع کرتا رہا ہوں۔ بعدہ میں نے شمار کیا تو وہ خواب کا دن حسین کی شہادت کا دن تھا (خصائص صفحہ ۲۳۲)

حدیث نمبر ۱۰۔ حاکم اور بیہقی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک میں غبار تھا میں نے کہا کیا بات ہے یا رسول اللہ آپ نے فرمایا میں ابھی حسین کی شہادت میں حاضر ہوا۔ (خصائص صفحہ ۲۳۲)

حدیث نمبر ۱۱۔ بخاری اور مسلم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سنا فرماتے تھے کہ میری امت کی بڑی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی۔ ابو ہریرہ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو ان کے ٹام ہٹا سکتا ہوں کہ فلاں کے بیٹے اور فلاں کے بیٹے۔ (خصائص کبیری جلد دوم صفحہ ۲۳۶)

حدیث نمبر ۱۲۔ بیہقی نے ابو سعید خدری سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنا فرما رہے تھے کہ ساٹھ سال کے بعد ایسے خلیفہ ہونگے جو نماز کو ضائع کریں گے اور خواہشوں کی پیروی کریں گے تو وہ عقرب جہنم کے طبقہ فی کو جائیں گے پھر ایسے خلیفہ ہونگے جو قرآن مجید پڑھیں گے اور ان کے حلق سے آگے نہیں پڑے گا۔ (خصائص صفحہ ۲۳۶)

حدیث نمبر ۱۳۔ احمد اور بزار نے صحیح سند کے ساتھ ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا ہے سن ۴۰ کے آخر سے اور لڑکوں کی امارت سے اللہ کی پناہ مانگو۔ دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوں گی جب تک اس کا مالک کینہ نہ بنے جو کینہ کا بیٹا ہو۔ (خصائص صفحہ ۲۳۶)

حدیث نمبر ۱۴۔ بیہقی نے ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ وہ مدینہ کے بازار میں چل رہے تھے اور فرما رہے تھے اے اللہ مجھے ۴۰ نہ پائے تمہارے لئے ہلاکت ہے تم معاویہ کی کپٹیوں سے پکڑو۔ اے اللہ مجھے لڑکوں کی امارت نہ پائے۔ یعنی میں اس سے پہلے مر

جاؤں (خاص ص ۳۶)

حدیث نمبر ۳۰۰ حاکم نے ابو ہریرہ سے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی کہ انہوں نے فرمایا کہ عرب کیے لئے اس شرکی وجہ سے بھلائی ہے جو ۴۰ کے آخر میں عقیقہ آئے گا کہ امانت غنیمت بن جائے گی اور زکوٰۃ تلوان بن جائے گی اور گواہی جان پہچان پر ہوگی اور فیصلہ نفسانی خواہش کی بنا پر ہوگا۔ (خاص ص ۳۷)

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا تھا اور لوگوں کو اسکی بیعت پر مجبور کیا بہت سے لوگوں نے بدل خواستہ بیعت کر لی اور بعض خاموش رہے اور بعض نے علانیہ طور مخالفت کی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے خلفائے راشدین کا زمانہ گزر چکا تھا اور سب لوگ جانتے تھے کہ خلفائے راشدین سے کسی نے بھی اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا تھا حضرت حسن کو بھی اصحاب المل والاعتد نے خلیفہ بنایا تھا۔ حضرت علی نے نہیں بنایا تھا شامی لوگ جو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھوت کے زمانہ سے ان کے حامی تھے فقط وہی یزید کی خلافت پر راضی تھے۔ شامیوں کے بغیر کوئی شخص بھی یزید کی خلافت نہیں چاہتا تھا۔ سب لوگ یزید کی پیش پرستی اور شریعت کی خلاف ورزی اور عبادت میں کوتاہی اور فواحش میں دلدادگی سے باخبر تھے وہ اسکی خلافت پر کس طرح رضا مند ہو سکتے تھے جب یزید غیر شرعی طور پر بادشاہ بنایا گیا تو اسکی اطاعت شرعاً مامور ہمانہ رہی۔ جن لوگوں نے جبراً اکراہ سے بیعت کر لی انہوں نے رخصت پر عمل کیا کہ جان بچانے کیلئے تکلم بکلمتہ الکفر بھی جائز ہے۔ اور جن لوگوں نے کھلے طور پر مخالفت کی انہوں نے عزیمت پر عمل کیا اور مجاہد اعظم کھلائے۔ اب کرپا اور حہ کے واقعات بلا اختصار لکھے جاتے ہیں تاکہ قرآن اور حدیث کی روشنی میں حق اور باطل کو واضح کیا جاسکے۔

واقعہ کرپا حضرت حسین پاک کے خروج کی مختصر داستان

جب یزید ۴۰ھ میں والد کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا تو مدینہ کے عامل کو لکھا کہ حسین سے میری بیعت لے لو۔ تو حضرت حسین پاک یہاں سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ اہل کوفہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو حضرت حسین پاک کو

لکھا کہ آپ ہمارے پاس آجائیں ہم آپ سے بیعت کریں گے۔ کوئی لوگ اپنی سابقہ کوتاہیوں کی غلطی کرنا چاہتے تھے کہ حضرت علی سے منافقانہ برتاؤ کر چکے تھے اور اپنے کو شیطان علی کہلاتے تھے۔ اور یہ لوگ حضرت حسن سے بھی تعاون چھوڑ کر بدنام ہو چکے تھے۔ اب انہوں نے حضرت حسین پاک کو بے شمار مراسلے بھیجے اور آپ سے بیعت کے عہود لکھے۔ حضرت حسین پاک کوفہ جانے کیلئے تیار ہو گئے۔ حضرت ابن عباس نے آپ کو روکا اور یہ بات بتائی کہ انہی لوگوں نے آپ کے والد کو قتل کیا اور آپ کے بھائی حسن کا تعاون چھوڑا۔ آپ نے ان کے مشورہ پر عمل کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر حضرت ابن عباس نے آپ سے کہا کہ اگر آپ ضرور جانا چاہتے ہیں تو اہل عیال کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ پھر بھی آپ نے انکار فرما دیا تو حضرت ابن عباس روئے اور کہا ہائے میرے محبوب ابن عمر نے بھی اسی طرح آپ کو نصیحت فرمائی تو آپ نے انکار کر دیا تو ابن عمر روئے اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے شہید میں تجھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں اور ابن عمر نے بھی آپ کو روکا تو آپ نے اسے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک بکرا ہوگا جس کی وجہ سے مکہ کی بے حرمتی ہوگی۔ میں یہاں مکہ میں رہ کر وہی بکرا نہیں بننا چاہتا۔ آپ کے بھائی حسن نے بھی آپ کو وصیت کی تھی کہ کوفہ کے یہودوں سے بچنا کیسے ایسا نہ ہو کہ تجھے یہاں سے نکالیں اور وہاں تیری مدد نہ کریں۔ پھر تو اس وقت نادم ہوگا لیکن وہ بچاؤ کا وقت نہیں ہوگا۔ آپ نے اپنی شہادت کی رات یعنی دسویں محرم کی رات اپنے بھائی حضرت حسن کی وصیت یاد فرمائی اور ان پر رحمت کی دعا فرمائی۔

جب آپ کے چلنے کی خبر آپ کے بھائی محمد بن حنفیہ کو پہنچی وہ ایک قہار میں وضو کر رہے تھے۔ وہ اس قدر روئے کہ وہ قہار ان کی آنسوؤں سے پر ہو گیا۔ مکہ میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو آپ کے جانے پر نہایت غمگین نہ ہوا ہو۔ آپ نے اپنے جانے سے پہلے اپنے چچا زاد مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ فرمایا۔ جب وہ کوفہ پہنچے تو بارہ ہزار افراد نے ان کی بیعت کر لی یعنی حضرت حسین پاک کو اپنا امیر تسلیم کر لیا۔ اوامر سے یزید نے ابن زیاد کو لکھا۔ وہ کوفہ میں آیا اور مسلم بن عقیل کو قتل کیا اور اس کا

سریند کو بھیج دیا۔ یزید نے زیاد کا شکریہ کیا اور حسین کی آمد سے ڈرایا۔ مسلم بن عقیل کو وہ بارہ ہزار افراد سب چھوڑ گئے اور کسی نے ان کا ساتھ نہ دیا۔ راستہ میں حضرت حسین پاک کو فرزدق شاعر ملا جو اہل بیت کا سچا خیر اندیش تھا۔ آپ نے فرزدق سے لوگوں کا حال پوچھا۔ فرزدق نے کہا اے پر رسول آپ نے بڑے باخبر سے حال پوچھا ہے لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور نکواریں بنو امیہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ آپ سے اترتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے۔ حضرت حسین پاک کو ابھی تک مسلم بن عقیل کا حال نہیں معلوم تھا۔ حتیٰ کہ جب آپ قادسیہ کے قریب پہنچے تو ابن یزید حمی نے آپ کو واقعات بتائے اور آپ کو مخورہ دیا کہ آپ یہاں سے واپس تشریف لے جائیں اور یہ بات بھی بتائی کہ ابن زیاد آپ سے لڑائی کیلئے تیار ہے ان باتوں کے سننے کے بعد آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا۔ مسلم بن عقیل کے بھائی نے کہا اللہ کی قسم ہم واپس ہرگز نہیں جائیں گے۔ ہم مسلم کا بدلہ لے کر رہیں گے یا خود قتل ہو جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تمہارے بغیر زعمہ رہنے میں کوئی بھلائی نہیں۔ پھر آپ وہاں سے کوفہ کی جانب روانہ ہوئے تو آپ کو ابن زیاد کی فوج کا دستہ ملا آپ کربلا کی طرف مڑ گئے۔ یہ تاریخ ۸ محرم ۶۱ھ تھی۔ جب آپ کوفہ کے برابر پہنچے تو امیر کوفہ عبید اللہ بن زیاد نے آپ سے لڑنے کیلئے بیس ہزار مقاتل بھیجے۔ جب یہ فوج آپ کے پاس پہنچی تو آپ سے عبید اللہ بن زیاد کی اطاعت اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کیا۔ آپ نے انکار فرما دیا۔ تو لڑائی شروع ہو گئی۔ آپ سے لڑنے والوں میں کثرت ان لوگوں کی تھی جو آپ کی بیعت کر چکے تھے۔ اور آپ کو مراٹے لکھ چکے تھے پھر جب آپ تشریف لائے تو غداری کرتے ہوئے دشمنوں کے حامی ہو گئے۔ اتنی بڑی فوج سے آپ لڑتے رہے۔ آپ کے ساتھ آپ کے بھائی اور اہل عیال تھے جن کی تعداد اسی ۸۰ سے کچھ زیادہ تھی۔ آپ نے اس میدان میں نہایت طاقت قہر اور جرأت کا مظاہرہ فرمایا۔ جب آپ ہاتھ میں نکواریں لے کر ان پر حملہ کرتے تو یہ اشعار پڑتے

ترجمہ۔ میں علی کا بیٹا ہوں جو علم کا دریا تھا اور بنو ہاشم کا فرد ہوں فقر کے وقت مجھے

یہ فخر کئی ہے۔

۱۔ میرے نانا رسول اللہ ہیں جو روئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے مکرم ہیں۔
لوگوں میں ہم اللہ کا روشن چراغ ہیں۔

۲۔ قلم میری ہاں ہے جو حضرت احمد بقی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا
خلاصہ ہے اور میرا چچا جعفر ذوالجناحین کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔

۳۔ ہم میں اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو راستی کے ساتھ آماری گئی۔ ہم میں ہدایت
اور وحی اور بھلائی ہے جس کا ذکر ہمیشہ رہے گا۔

اگر وہ لوگ آپ کا پانی نہ روکتے تو اتنی بڑی کثرت کے بوجہ بھی آپ پر قابو نہ
پاتے۔ کیونکہ آپ میں ہمدردی کے بے پایاں جوہر تھے جب ظالموں نے آپ سے اور
آپ کے اصحاب سے تین دن پانی روکا ان میں سے کسی ایک نے آپ سے کہا تو پانی
کو دیکھ وہ آسمان کا جگر ہے یعنی اس تک حیرت انگیز رسائی ممکن نہیں۔ تو پانی کا ایک قطرہ
بھی نہیں چپکے گا میں تک کہ پیاس سے مر جائے گا تو حضرت حسین پاک نے اس
محض کے حق میں بدحاشی کہ اے اللہ اس محض کو پیاس سے قتل کر دے۔ تو وہ
محض ہائے پیاس کہتا ہوا مر گیا حالانکہ اس کو بار بار پانی پلایا جا رہا تھا پھر بھی اس کی
پیاس نہیں بجھتی تھی اسی حالت میں واصل ہوئے۔ حضرت حسین پاک نے پیسے
کیلئے پانی مانگا تو ایک محض نے آپ کو تیر مارا جو کہ آپ کے تلو میں جا لگا آپ نے
اس کے لئے بددعا فرمائی کہ اے اللہ اس محض کو پیاسا رکھ تو وہ محض چیخنے لگا اور
اس کے پیٹ میں پیاس کی حرارت تھی اور پیٹھ میں سردی تھی۔ پیاس کی رٹ لگاتا رہا
برف۔ چپکے۔ کافور اس کی حرارت کے ازالہ کے لئے مشتعل کئے جا رہے تھے اور
وہ پیاس پکار رہا تھا ٹھنڈا پانی۔ دودھ ستوا اس کو بار بار پلا رہے تھے وہ پی کر فریاد کرنے
لگ جاتا حتیٰ کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور جہنم کو جا پہنچا۔ جب میدان کارزار میں لڑائی
کی آگ پورے زور سے مشتعل ہوئی تو حضرت حسین کے پروانے ایک ایک ہو کر
شہید ہوئے حتیٰ کہ جب حسین پاک کی فوج سے پیاس سے زائد افراد یکے بعد دیگر
شہید ہوئے تو آپ نے پکار کر فرمایا کہ کوئی ہٹانے والا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ

و ہم لے لہرائے سے مدافعت لے لے اس وقت یزید بن حارث ریحانی دشمن کی فوج سے نکل کر آپ سے عرض کرنے لگا اے رسول اللہ کے بیٹے اگرچہ میں نے آپ پر سب سے پہلے حملہ کیا تھا لیکن اب میں آپ کے گروہ میں سے ہوں۔ مجھے امید ہے کہ میں آپ کی حمایت کی وجہ سے آپ کے نانا پاک کی شفاعت پالوں گا۔ پھر وہ آپ کی حمایت میں لڑتے لڑتے شہید ہو گیا۔ جب آپ کے سب ساتھی شہید ہو گئے اور آپ اکیلے رہ گئے تو تنہا دشمن فوج پر حملہ کیا اور ان کے بہت بہادروں کو جہنم رسید کیا۔ اس کے بعد اعداء کی جماعتوں نے یکبارگی آپ پر حملہ کیا اور آپ کے اہل و عیال آپ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ نے پکار کر فرمایا کہ تم اپنے سہماء کو بچوں اور عورتوں سے روکو۔ تو وہ روک دیئے گئے۔ پھر آپ لڑتے رہے حتیٰ کہ زخموں سے بے تاب ہو کر زمین پر گرے۔ تو آپ کا سر مبارک شان بن انس نخعی نے یا شمر بن ذی الجوشن نہلبی نے کاٹ لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون یہ ۱۰ محرم ۱۱ھ کلون حضرت حسین پاک کی سرفرازی اور کامیابی کا دن تھا اور ان کے اعداء کیلئے لعنت دائمہ کا مبداء۔ جب آپ کا سر مبارک لے گئے اور والی کوفہ عبید اللہ بن زیاد کے سامنے رکھا تو آپ کے قاتل نے یہ اشعار پڑھے۔

لما رآ کلہ لہ و فہب لہ قتل الملک المحب

ومن یصلی القبلتین فی الصبہ وخیرہم ان یدکرون النسا

قتل خیر الناس امواتہا

ترجمہ۔ ”میری سواروں کو چاندی اور سونے سے پر کر دے کہ میں نے صاحب دربار بادشاہ کو قتل کر دیا ہے۔ اور ایسے شخص کو قتل کیا ہے جس نے بچپن میں دونوں قبلوں کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھی اور ایسے شخص کو قتل کیا کہ نسب کے مذاکرہ کے وقت سب صاحب نسب لوگوں سے بہتر تھا۔ میں نے ایسے شخص کو قتل کیا جس کے ماں باپ سب لوگوں سے اچھے ہیں۔“

ابن زیاد قاتل کے ان اشعار سے بہت غضبناک ہوا اور کہنے لگا کہ اگر تو حسین کو ایسا جانتا تھا تو پھر اس کو کیوں قتل کیا۔ اللہ کی قسم تو مجھ سے کسی قسم کا انعام

حاصل نہیں کر سکا اور ضرور میں تجھے حسین کے ساتھ ملا دوں گا یہ کہہ کر اس قابل کا سر قلم کر دیا۔

حضرت حسین پاک کے ساتھ ان کے بھائی اور بھائی حضرت حسن کی اولاد اور جعفر و عقیل کی اولاد میں سے انیس افراد شہید ہوئے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اکیس شہید ہوئے۔ حضرت حسن بصری نے فرمایا ہے کہ یہ شہداء روئے زمین کے سب لوگوں میں اس وقت بے نظیر تھے۔

جب آپ کا سر مبارک ابن زیاد کے پاس اٹھالے گئے تو اس کو ایک طشت میں رکھا اور ایک لکڑی آپ کے دانتوں پر مار کر کہنے لگا کہ ناک کیسی خوبصورت ہے اور دانت کیسے خوش نما ہیں۔ حضرت انس اس وقت پاس کھڑے تھے وہ رونے لگے اور کہنے لگے کہ حضرت حسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے بہت مشابہ تھے ابن ابی الدنیا کی روایت میں ہے کہ زید بن ارقم بھی اس وقت موجود تھے انہوں نے فرمایا تو اپنی چھڑی اٹھالے۔ اللہ کی قسم میں نے بہت دراز زمانہ تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو ان ہونٹوں کے درمیان بوسہ دیتے دیکھا۔ پھر زید بن ارقم رونے لگے تو ابن زیاد نے کہا اللہ تعالیٰ میری آنکھوں کو ہمیشہ اشک ریز رکھے اگر تو مخبوط الحواس بدعائدہ ہوتا تو تیرا سر بھی قلم کر دیتا۔

پھر زید بن ارقم یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اے لوگو تم آج کے بعد غلام رہو گے تم نے حضرت فاطمہ کے بیٹے کو قتل کر دیا اور مرجانہ کے بیٹے کو امیر بنایا ہے۔ اللہ کی قسم وہ تمہارے نیکو کاروں کو قتل کر دے گا اور تمہارے بدکاروں کو پناہ دے گا۔ وہ ملعون ہے جو ذلت اور عار پر راضی رہا۔ پھر زید بن ارقم فرمانے لگے اے ابن زیاد میں تجھ کو ضرور ایسی بات بتاؤں گا جو تجھ کو اس بات سے کہیں زیادہ غضب ناک کرے۔ وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو دیکھا کہ حضرت حسن ان کی دائیں ران پر بیٹھے تھے اور حضرت حسین ان کی بائیں ران پر بیٹھے تھے۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ ان کے سر پر رکھا اور فرمایا اے اللہ میں ان دونوں کو امانت کے طور پر تیرے سپرد کرتا ہوں اور نیکو کار مومنین کے سپرد کرتا ہوں۔ اے

ابن زیاد پھر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت حیرے ہاں کیسی رہی۔ پھر ابن زیاد نے حضرت حسین پاک کا سر مبارک اور خواتین اہل بیت بصورت قید یزید کے پاس بھیج دیئے۔ یہ قافلہ ابھی دمشق سے دور تھا لیکن یزید کے پاس پہلے خبر پہنچ گئی تو یزید نے ایسے اشعار پڑھے جو صریح کفر پر مشتمل ہیں۔ جب سر مبارک اور اہل بیت قیدی پہنچے تو اہل شام کو جمع کیا اور سامنے رکھے ہوئے سر کو لکڑی سے مارا اور پٹاشائے کلمات کہے۔ جب لوگوں کی اکثریت نے اس کے اہانت آمیز رویہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا تو کہنے لگا اللہ تعالیٰ ابن مرجانہ کا برا کرے اس نے ہر نیک اور بد کے دل میں میری دشمنی کا بیج بویا ہے۔ میں نے اس کو حسین کے قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ یہ بات اس نے لوگوں کی نظریں سے بچتے کیلئے کسی درندہ دل میں ابن زیاد پر بہت راضی تھا کیونکہ اس واقعہ کے بعد یزید نے ابن زیاد کو اپنا بڑا مقرب بنا دیا حتیٰ کہ ابن زیاد کو بغیر اجازت اندر چلے آنے کی اجازت دے دی کہ اب یزید کی عورتیں ابن زیاد سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔

جب حضرت حسین پاک کا سر یزید کے دربار میں پیش ہوا تو اس کے پاس قیصر روم کا ایلچی بیٹھا تھا اس نے یزید کے رویہ پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ ایک جزیرہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کے پاؤں کا نشان ہے ہم لوگ وہاں ہر سال حج کو جاتے ہیں اور منتیں مانگتے ہیں اور اس نشان کی اس طرح تعظیم کرتے ہیں جس طرح تم کعبہ کی تعظیم کرتے ہو۔

اس لئے میں گواہی دیتا ہوں کہ تم باطل پر ہو۔ دوسرا ذی وہاں بیٹھا تھا وہ کہنے لگا کہ میں داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہوں میرے اور داؤد علیہ السلام کے درمیان ستر پشتوں کا فاصلہ ہے۔ پھر بھی یسود میری احتمالی تعظیم کرتے ہیں اور تمہاری یہ حالت ہے کہ تم نے اپنے نبی کے بیٹے کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا۔

جب سر مبارک کوفہ سے شام کی طرف لایا جا رہا تھا تو راستہ میں جہاں قیام کرتے تو سر مبارک کو نیزہ پر رکھے ہوئے رات کو چہرہ دیتے کسی ایک دیر کے راہب نے ان کو دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا سر ہے انہوں نے واقعہ بتایا اس نے کہا تم بہت

بری قوم ہو۔ تم مجھ سے دس ہزار دینار لے لو اور سر مبارک کو ایک رات میرے پاس رہنے دو۔ انہوں نے یہ بات منظور کر لی۔ راہب نے دس ہزار دینار دے کر سر مبارک لے لیا پھر اسے غسل دے کر اور خوشبو لگا کر اپنی ران پر رکھا اور کھلی فضا میں بیٹھ گیا اور رات بھر روتا رہا صبح کو سر مبارک واپس دیا اور مسلمان ہو گیا کیونکہ وہ رات بھر دیکھتا رہا کہ سر مبارک سے نور کی شعاعیں نکل کر آسمان تک پہنچ رہی ہیں پھر وہ اس دیر سے نکل کر چلا گیا اور عمر بھر اہل بیت کی خدمت کرتا رہا ان پہرہ داروں کے پاس کچھ دینار تھے جو انہوں نے حضرت حسین پاک کے لشکر سے لوٹے تھے ان دیناروں کو تقسیم کرنے کا ارادہ کیا ان کو کھول کر دیکھا تو وہ دینار مٹی کے ٹھیکرے بنے ہوئے تھے ان ٹھیکروں کی ایک سطح پر **لَا تَحْسِبَنَّ اللَّهَ فَخْلًا عَلَيْهِمُ الْقَالَمُونَ لَكُمَا** ہوا تھا اور دوسری سطح پر **وَسِعِلَهُمُ الظُّلُمَاتُ الْغَلَامُونَ** تھا سر مبارک کو شام کی طرف لے جانے والے ظالم ایک منزل پر سر مبارک کو پیالہ بنا کر اس میں شراب ڈال کر پی رہے تھے اچانک دیوار سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس نے لوہے کا قلم پکڑ رکھا تھا اس ہاتھ نے خون کی سیالی سے یہ شعر لکھا

ح- اَتُرْجَوُ لَمَتَهُ قَتَلْتُ حَسِنًا - شَفَاعَتُهُ جَلَدُهُ يَوْمَ الْحِسَابِ

ترجمہ: ”کیا حضرت حسین کو قتل کرنے والی جماعت قیامت کے دن اس کے جہاد کی شفاعت کی امید رکھتی ہے۔“ تو وہ لوگ اس منظر کو دیکھ کر بھاگ گئے اور سر مبارک کو وہاں چھوڑ گئے پھر ہاتھ کے غائب ہو جانے کے بعد واپس آئے (حضرت حسین کی شہادت کے دن ظاہر ہوئے) بعض آیات

آپ کی شہادت کے دن آسمان پر بہت گہری تاریکیاں چھا گئیں حتیٰ کہ ستارے نظر آنے لگے جو پتھر اٹھایا جاتا اس کے نیچے خون پایا جاتا آپ کی شہادت کے دن سے ایک ہفتہ تک دھوپ کا رنگ سرخ رہا اور رات کے وقت ستارے ایک دوسرے سے ٹکراتے وہاں کے کنوئیں اور گھرے خون سے پر ہو گئی خراسان - شام - کوفہ میں خون کی بارش ہوئی ابن کثیر نے ان روایات کو موضوع قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ شیعہ کے منکرعات ہیں۔ حالانکہ حافظ ابن کثیر کے پاس استبعاد اور سوء ظن کے بغیر اور کوئی

ایسی دلیل نہیں جس کی بنا پر ان احادیث کو موضوع کہا جاسکے کیونکہ ان احادیث کے محررین کبار محدثین ہیں اور سندوں کا کوئی راوی حتم با کذب نہیں اس اعتراض کے بعد حافظ ابن کثیر نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ قاتلین حضرت حسین پر اللہ تعالیٰ نے جو عذاب نازل فرمائے اس کی حدیثیں صحیح ہیں چنانچہ تحریر فرماتے ہیں۔

”الاحادیث فی الفتن التي اصابته من قتله فاكبر يا صحيح لانه قل من نجا من اولئك الذین قتلوه من الله وعلمته فی الدنيا فلم يخرج منها حتى اصيب بمرض واكثر هم اصلهم الجنون۔“

ترجمہ۔ ”لیکن وہ احادیث جو قاتلین حضرت حسین کے مصائب کے بارہ میں ہیں ان میں سے اکثر صحیح ہیں کیونکہ ان کے قاتلین میں بہت کم لوگ تھے جو دنیا میں آفت اور بلا سے بچ گئے ہوں۔ ان میں سے کوئی مرض کی مصیبت شیعہ سے بچ کر اس دنیا سے نہیں گیا۔ ان سے اکثر کو جنون کی بیماری ہوئی۔“

ابوالشیخ نے روایت کیا کہ ایک جماعت کے لوگ آپس میں یہ بات بیان کر رہے تھے جس کسی نے حضرت حسین کے قتل کرنے میں تعاون کیا اسکو مرنے سے پہلے ضرور کوئی آفت پہنچی۔ حاضرین میں سے ایک بوڑھے نے کہا یہ بات غلط ہے میں نے قتل حسین میں اعانت کی تھی لیکن مجھ پر کوئی آفت نہیں پڑی۔ پھر وہ بوڑھا چراغ کو درست کرنے لگا تو اسے آگ لگ گئی۔ تو اس نے بھاگ کر دریائے فرات میں غوطہ لگایا لیکن پھر بھی آگ نہ بجھی اور جھلس کر مر گیا۔ منصور بن عمار نے روایت بیان کی ہے کہ بعض قاتلین حسین پاک پیاس میں جھلا کئے گئے کہ اگر نہر پر بیٹھ کر پانی پیتے رہے تو پھر بھی ان کی پیاس نہ بجھی اور بعض کا عضو قاتل اس قدر لمبا ہو گیا کہ سی کی طرح اپنی گردن پر لپیٹ لیا ابن جوزی نے سدی سے روایت کیا کہ مجھے ایک شخص نے کڑا میں مسمانی دی تو مجلس میں یہ ذکر چلا کہ جو شخص حضرت حسین پاک کے قتل میں شریک ہوا وہ بدترین موت مرا تو میزبان کہنے لگا کہ میں بھی قاتلین حسین میں سے ہوں۔ آخر شب میں وہ چراغ درست کرنے لگا تو آگ اس کے جسم پر کود پڑی اور اسے جلا دیا۔ سدی نے کہا میں نے اس کو کوئلہ بنا ہوا دیکھا۔ امام زہری سے روایت

ہے انہوں نے فرمایا کہ قاتلین حسین پاک سے کوئی ایسا شخص نہیں تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے تھوڑے عرصہ میں قتل یا لٹھنگی یا چرو کالے ہونے یا عمدہ کے چلے جانے کی سزا دی ہو۔

سبط ابن الجوزی نے علامہ واقفی سے روایت کیا کہ ایک شخص حضرت حسین کے قتل کے وقت حاضر تھا تو وہ بیٹھا ہو گیا۔ اس سے لٹھنگی کا سبب پوچھا گیا اس نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنی دونوں آستینیں چڑھائی ہوئی ہیں۔ اور آپ کے ہاتھ میں تلوار ہے اور سامنے چڑے کا سترخان ہے۔ اور قاتلین حسین پاک میں سے دس شخص آپ کے سامنے ذبح شدہ پڑے ہیں پھر آپ نے مجھے لعنت اور سب فرمائی ہے کہ تو نے ظالموں کی جماعت کی تعداد بڑھائی ہے پھر ایک سلاخی کو حضرت حسین پاک کا خون لگا کر میری آنکھوں میں پھیر دیا تو صبح کو میں اوندھا تھا۔ اور منصور نے یہ روایت بھی کی کہ ایک شخص نے حضرت حسین پاک کا سر مبارک گھوڑے کے سینہ پر لٹکایا چند دنوں کے بعد وہ دیکھا گیا اس کا چہرہ روغنِ قار سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا اس سے پوچھا گیا کہ تو تو عرب کا خوبصورت نوجوان تھا۔ تیرے چہرہ کو کیا ہوا اس نے کہا جب سے میں نے حسین پاک کا سر گستاخانہ طریق سے اٹھایا ہے اس وقت سے ہر رات وہ شخص آتے ہیں اور مجھے بازوؤں سے پکڑ کر بھڑکتی ہوئی آگ کے پاس لے جاتے ہیں اور مجھے اس میں دھکیل دیتے ہیں۔ میں اس آگ میں اوندھا جا گیا ہوں وہ آگ میرے چہرہ کو بے زینب کر دیتی ہے۔ پھر وہ شخص بری حالت پر مرا۔

اور منصور بن عمار نے یہ بھی روایت کیا کہ ایک شیخ نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ کے سامنے ایک طشت رکھا ہے جس میں خون ہے لوگ آپ کے پیش کئے جا رہے ہیں اور آپ ان لوگوں کو اس خون سے آلودہ کر رہے ہیں جب میں آپ کے پاس پہنچا تو میں نے کہا میں قتل میں موجود نہیں تھا آپ نے فرمایا تو حسین کا قتل چاہتا تھا پھر آپ نے میری طرف انگلی کا اشارہ فرمایا۔ جب میں صبح کو بیدار ہوا تو میں بیٹھا تھا۔ امام احمد نے روایت بیان کی ہے کہ ایک

غص نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فاسق ابن فاسق حسین کو قتل کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھوں میں دو ستارے کرائے تو وہ اندھا ہو گیا۔

بارزی نے منصور سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے شام میں ایک غص دیکھا جس کا چہرہ خنزیر کا چہرہ تھا میں نے اس سے اسکی وجہ دریافت کی۔ اس نے کہا میں ہر روز ایک ہزار مرتبہ علی پر لعنت کرتا تھا۔ اور جمعہ کے دن علی پر اور اس کی اولاد پر ہزار بار لعنت کرتا تھا۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ حضرت حسن نے آپ کی خدمت میری شکایت کی۔ آپ نے مجھ پر لعنت فرمائی اور میرے چہرے میں تھوک دیا۔ تو میں اسی جگہ پر خنزیر کی صورت میں مسخ ہو گیا۔ اور لوگوں کیلئے عبرت بن گیا (یہ احادیث اور واقعات صواعق سے لئے گئے ہیں)

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات کے قریب اپنے بیٹے یزید سے کہا تھا کہ میں نے سب شہدوں کو تیرے قدموں کے نیچے رکھ دیا ہے اور سب لوگوں کو تیرے آگے بچھا دیا ہے۔ مجھے اہل جاز کے بغیر کسی سے خطرہ نہیں۔ اگر ان کی طرف سے تجھے خطرہ لاحق ہو تو مسلم بن عقبہ مری کو ان کی طرف بھیجنا کہ وہ ہمارا بڑا خیر خواہ ہے میں بارہا اسکو آنا چکا ہوں۔ حضرت حسین پاک کی شہادت سے دو سال بعد جب یزید کافق و فجور حد سے تجاوز ہو گیا او علی الاعلان ارحباب معاصی کرنے لگا تو اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ دی اور یزید کے عامل عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تو یزید نے اہل مدینہ کی غارت اور خوریزی کیلئے بہت بڑا لشکر بھیجا جس کے سوار ستائیس ہزار تھے اور پیادہ پندرہ ہزار۔ اس فوج کا سردار مسلم بن عقبہ مری کو بنایا۔ وہ قلعہ کا مریض تھا لیکن حکم ملنے پر تیار ہو گیا۔ اس بڑے لشکر نے آکر مدینہ منورہ پر دھاوا بول دیا مسلسل تین روز قتل و غارت کیا۔ سات سو حافظ قرآن قتل کئے جن میں سے تین سو صحابہ تھے۔ لوٹ مار کے دوران ان کے کچھ لوگ حضرت ابو سعید خدری کے گھر میں داخل ہوا اور سارا اٹھا لے گئے۔ پھر ان کا ایک دستہ ابو سعید خدری کے گھر میں داخل ہوئے تو گھر میں کچھ نہ پایا۔ پھر انہوں نے حضرت ابو سعید کو

لٹا دیا اور ان کی داڑھی کے بل ایک ایک کر کر فوج لئے اور صفائی کر دی۔ عورتوں اور غلاموں اور بچوں میں سے متھولین کی تعداد ہزار تک پہنچ گئی۔ مسجد نبوی کا نظام اذان و جماعت تین دن معطل رہا۔ کتوں نے مسجد نبوی میں داخل ہو کر پیشاب پاخانہ کیا اور ان شامیوں نے ریاض الجنہ میں اپنے گھوڑے باندھے۔ ریاض الجنہ گھوڑوں کی لید اور پیشاب سے پر ہو گیا۔ **فلعنہ اللہ علی الظالمین** مدینہ کے بہت سے لوگ بھاگ گئے اور پہاڑوں میں جا کر پناہ لی۔ (آخر کار اہل مدینہ سے خلافت یزید کی بیعت لی اور اس بات کا اقرار کرایا کہ ہم یزید کے غلام ہیں اگر وہ چاہے تو ہمیں آزاد کر دے اور چاہے تو قتل کر دے۔ لیکن ایک قرشی نے کہا کہ میں یزید کی بیعت ابوبکر اور عمر کی سنت پر کرتا ہوں تو مسلم بن عقبہ مری نے اس قرشی کو قتل کر دیا۔ اسی قرشی کی ماں نے قسم کھائی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے مسلم بن عقبہ پر قدرت دی خواہ اس کی زندگی میں یا اس کے مرنے کے بعد تو میں اس کو ضرور آگ میں چلاؤں گی پھر مسلم بن عقبہ نے مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کا راستہ لیا تاکہ وہاں جا کر حضرت عبداللہ بن زہرہ سے لڑے۔ باہر نکل کر مدینہ منورہ کے قریب مسلم بن عقبہ مر گیا۔ شامیوں نے اسے وہاں دفن کر دیا اور اس کی بجائے حصین بن نمیر کو فوج کا سردار بنا لیا۔ وہ مسلم بن عقبہ سے بھی اخٹ تھا۔ کیونکہ یزید نے رواجی کے وقت کہا تھا کہ مسلم بن مجتہ مریض ہے اگر یہ مرجائے تو اس کی بجائے فوج کا سردار حصین بن نمیر کو بنا دیتا۔ پھر یہ شامی لوگ مکہ مکرمہ کی طرف بڑھے۔ ادھر قرشی مقتول کی ماں کو پتہ چل گیا کہ مدینہ منورہ کے قریب مسلم بن عقبہ مرا ہے اور وہیں دفن کر دیا گیا ہے تو وہ چند غلاموں کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر پہنچی اور قبر کھدائی جب وہ غلام مسلم بن عقبہ کی فحش پر پہنچے تو دیکھا کہ اڑوا اس کی گردن سے لپٹا ہوا ہے اور اس کی ناک کو منہ میں لئے چوس رہا ہے۔ غلام اس منظر کو دیکھ کر ڈر گئے قرشی کی ماں کو حال بتایا اور کہا کہ مسلم بن عقبہ کو اللہ تعالیٰ کی گرفت کافی ہے تمہرے جلانے کی حاجت نہیں اس نے غلاموں کی راہی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور غلاموں کو فحش کے پاؤں پکڑ کر باہر نکلنے کا حکم دیا۔ انہوں نے دیکھا تو فحش کے پاؤں تک اڑوا کی دم پہنچی تھی

اور پاؤں بھی اس کے گھیرے میں تھے۔ غلاموں نے اسے بتایا کہ نقش کا کوئی حصہ اڑہا کی گرفت سے آزاد نہیں۔ پھر قرشی کی ماں نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے اللہ تو جانتا ہے کہ مسلم بن عقبہ پر میرا غصہ تیری رضا کیلئے ہے۔ اگر یہ بات تیرے نزدیک صحیح ہے تو مجھے اسی پر قدرت عطا فرما۔ پھر لکڑی لے کر اڑہا کی دم کو ہلایا تو اڑہا سر کی طرف سرک گیا اور قبر سے نکل کر باہر چلا گیا غلاموں نے اس کی نقش باہر نکالی۔ قرشی محتول کی ماں نے اسے جلا کر راکھ بنا دیا اور اپنی قسم پوری کر دی۔

یزید کی خلافت اور اس کے کردار پر تبصرو

معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی موجودگی میں لوگوں سے اپنے بیٹے یزید کی ولی عہدی پر مجبور واکراہ بیعت لی تھی۔ یہ بیعت غیر شرعی تھی۔ کہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بنایا تھا۔ بہت صحابہ نے اس امر کی زبانی مخالفت کی۔ لیکن اس کے خلاف قتال اس لئے نہیں کیا کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امارت مستحکم ہو چکی تھی۔ ان کو قتال میں کامیابی کی امید نہیں تھی۔ انہوں نے قتال کو خودکشی کے حراف قرار دیا اور اللہ تعالیٰ کے فرمان لا تقاتلوا انفسکم بد عمل کیا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یزید تخت نشین ہو گیا اور اپنے عمال کے ذریعہ بیعت کی تجدید کرائی۔ تو حضرت حسین پاک اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے اور ان کے ہم خیال بہت سے لوگوں نے بیعت سے انکار کر دیا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بھی ان لوگوں نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا اور شامی لوگ ان کے قتل کرنے کو تیار ہو گئے تھے لیکن انہوں نے شامیوں کو روکا اور کہا کہ کوئی شخص قریش کو بری نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔

ان حضرات کے انکار سے یزید کی بیعت اجماعی نہ رہی۔ جن صحابہ نے بیعت کر لی تھی انہوں نے بھی خوف کے مارے بیعت کی تھی جو شخص جو تشدید سے حکمران بن بیٹھے شریعت میں اس کو امیر المومنین کہنا جائز نہیں۔

جب یزید کی امارت غیر شرعی تھی تو یزید شرعاً واجب الطاعت نہ ہوا۔ کہلا

اور حمہ کے واقعات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہو گئی کہ جن صحابہ نے یزید کو امیر تسلیم کر لیا تھا وہ جان کے خوف کی وجہ سے تھا۔ ان میں سے جو شخص بھی کلمہ حق کہتا تو اس کا انجام وہی ہوتا جو شہداء کربلا کا ہوا یا شہداء مدینہ کا ہوا۔ شہداء کربلا پر شہداء مدینہ پر میرے ماں باپ قربان ہوں کہ انہوں نے ظالم بادشاہ کو کلمہ حق علی رؤس الاشهاد کہہ دیا کہ یزید فاسق جاہل ہے از روئے شریعت امیر المومنین نہیں بن سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا ارشاد ہے افضل الجہاد کلمۃ الحق عند سلطان جائز۔ ”ظالم بادشاہ کو حق کی بات کہہ دینا سب جہادوں سے افضل جہاد ہے۔“

یزید کا فاسق متعدی تھا جس سے ظالم شرعی قتل ہو گیا تھا اس نے اکابر صحابہ کو کلیدی عہدوں سے معزول کیا اور اپنے نوجوان رشتہ داروں کو وہ مناصب عطا کئے۔ اکابر میں سے بہت کم لوگ کلیدی عہدوں پر باقی رہ گئے تھے۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے یزید کی مغلوبہ امارت سے اپنے صحابہ کرام کو آگاہ فرما دیا تھا اور اس کے ظلم و ستم سے ان کو ڈرایا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ اسکے ہاتھوں پر میری امت کی بربادی ہوگی۔ احادیث ذیل ملاحظہ فرمائیے۔

قال ابوہریرہ سمعت الصادق المصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم یلکثہ لیسئ علی اہلہی المصلحتہ من قریش۔ (بخاری کتاب الفتن صفحہ ۱۰۳۶)

ترجمہ۔ ”ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے صادق مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنا کہ میری امت کی بربادی قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں پر ہوگی۔“

اس حدیث میں لفظ المصلحتہ جمع غلیم بالتصغیر آیا ہے اور آئندہ احادیث میں صبیان جمع بھی آیا ہے۔ یزید اور اس کے اعموان کے لئے یہ الفاظ استعمال ہوئے ہیں جو غیر بانیوں پر بولے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ علامہ ابن حجر یوں بیان فرماتے ہیں۔

قلت وقد يطلق الصبی والغلیم بالتصغیر علی الضعیف العقل والتدیر والدین ولو کان معتزلاً وهو المراد هنا

حافظ ابن حجر نے اس حدیث کی تشریح میں دوسری روایت تحریر کی ہے جس سے امت کی ہرادی کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

قال ابن بطال جاء المراد بالهلاك مبيها في حديث الخريفي ابروة اخبرجه علي بن
سعيد ورائي ابي شيبة من وجه اخر عن ابي ابروة وعبث اعوذ بالله من اثمرة الصبيان
قالوا وما اثمرة الصبيان قالوا وما اثمرة الصبيان قال ابن ابي عمير هلكتم اي في د
نكم وان عصيتوهم اهلكوكم اي في دنياكم بل يراق النفس او يراق المال او يها
(انتم الباري محمد ١٣)

ابن بطال کہتے ہیں کہ حدیث ابو ہریرہ میں ہلاکت امت ہی کی مراد ابو ہریرہ کی دوسری حدیث سے کھل جاتی ہے جس کو ایک اور سند سے علی بن معبد اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے امارت صبیحانہ (لڑکوں کی حکومت) سے پناہ مانگتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کیا لڑکوں کی حکومت کا کیا مطلب ہے فرمایا کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے یعنی دین کے اعتبار سے اور ان کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر دیں گے یعنی تمہاری دنیا کے اعتبار سے جان لے کر یا مال چھین کر دیا دونوں نیکر۔"

یعنی اگر تم امارت صیبا کی اطاعت کرو گے تو تمہارا دین برباد ہو جائے گا اور اگر نافرمانی کرو گے تو تمہاری دنیا برباد ہو جائے گی مصطفیٰ ابن ابی شیبہ کی آئندہ روایت میں امارت صیبا کے زمانہ کی تصدیق فرمادی ہے۔

ولي روايته لمن الى غيبه ان الجريدة كان يحكي في الاسواق ويقول اللهم لاتخذ ركني
ستة سنين ولا امرأة الصبيان- (فتح الباري ص ٣٨)

ترجمہ۔ ”اور ابن ابی شیبہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابوہریرہ بازار میں چلتے پھرتے کہتے تھے اے اللہ ۳۰ کا زمانہ مجھ پر نہ گزرے اور نہ سلوۃ الصلین مجھے پائے۔“

۶۰ میں امارۃ السیاق ہونا حدیث مذکور میں ابو ہریرہ کا قول ہے جو حکم مرغوع ہے اور آئندہ حدیث میں رسول اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کا قول ہے۔
 ۳۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ بقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم بقول یكون خلف من بعد ستين سنة انما هو الاصلوة واتبعوا الشبهوات لسوف یقون خیل۔ (البیہقیۃ النہایتہ صفحہ ۲۳۰)

ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ۶۰ کے بعد ایسے خلف ہوں گے جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شوات نفس کی پیروی کریں گے تو وہ عقریب غی (وادی جہنم) میں ڈال دیئے جائیں گے۔

اب حافظ ابن حجر کی عبارت پڑھئے جس میں وہ ابو ہریرہ اور ابو سعید خدری کی حدیثوں کا مصداق معین کر رہے ہیں۔

ولی هذا القول الى ان اول الاصلية كان في ستين سنة يزيد وهو كذلك لان يزيد بن معاوية استغلف لهما وولى الى ستين سنة وبعث لهما (فتح البیہقی صفحہ ۳)
 ترجمہ۔ ”اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ ان نو خیز لڑکوں میں پہلا نو خیز لڑکا ۶۰ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا کہ یزید بن معاویہ ہی اس سن میں خلیفہ بنایا گیا اور وہ ۶۰ تک بقی رہا پھر فوت ہو گیا۔“

علامہ بدرالدین عینی بھی اس امارۃ الصبیان والی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ولولہم یزید علیہ السلام وکان علیہ یزید الشیوخ من املاء البلد ان الکبیر وولیہا الاصل من القریب۔ (معدن القاری ۳۳۳)

ترجمہ۔ ”ان میان میں پہلا یزید ہے اس پر وہی پڑے جس کا وہ مستحق ہے۔ اور اکثر احوال میں وہ شیخ واکابر کو بڑے بڑے شہروں کے ذمہ دارانہ عہدوں سے ہر طرف کر کے اپنے عزیز اقربا کو یہ (کلیدی عہدے) سپرد کرتا جاتا تھا۔“

ہاتھن محدثین ان احادیث کا مصداق یزید بن معاویہ ہے ان احادیث میں بتایا گیا

ہے کہ ۶۰ھ کی حکومت ان ضعیف الدین لوگوں کی ہوگی جو نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات نفسانیہ کے پیرو ہو گئے اور انجام کار جہنم میں داخل ہوں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے یہ توضیح بھی فرمائی کہ اس حکومت کی فرمانبرداری میں دین کی بربادی ہوگی اور اس کی نافرمانی سے دنیا کی بربادی ہوگی۔

حضرت حسین پاک اور شہداء کربلا اور شہداء مدینہ منورہ نے اس حکومت کی نافرمانی کر کے اپنی دنیا برباد کی اور اپنے دین کو بچالیا۔ جن لوگوں نے یہ دل سے ان کی نافرمانداری کی انہوں نے اپنی دنیا بچائی اور اپنا دین برباد کیا۔ ان کے علاوہ متوسط درجہ کے لوگ تھے جنہوں نے اس حکومت کی فرمانبرداری یہ دل سے نہیں کہ بلکہ جبراً کراہ سے کی ایسے لوگ عداۃ مغفور ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ کے اخلاق بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

وقد کان فی بزیاد خصال محمودۃ من الکرم والعلم والفصاحتۃ والشعر والغجابتۃ وحسن الراۃ فی الملک وکان ذاجمل حسن المعطرۃ وکان فیہ ایضا القبل علی الشہوات وترک بعض الصلوات فی بعض الاوقات ولما تتها غالب الاوقات (البدیۃ والنہایتہ صفحہ ۲۳۰)

ترجمہ ”بزیاد میں اچھے خصائل تھے یعنی کرم اور فصاحت اور شاعری اور بہادری اور بادشاہی میں اچھی رای۔ اور خوبصورت و خوش اخلاق تھا۔ اور یہ بھی تھا کہ شہوتوں کی طرف اس کی توجہ تھی اور بعض اوقات بعض نمازیں چھوڑ دیتا تھا اور اکثر اوقات میں نمازیں وقت گزار کر پڑھتا۔“

حافظ ابن کثیرؒ نے اسکے اچھے خصائل بتائے اور اس میں جو برے اخلاق تھے وہ بھی بتائے۔ جب اس کا شہوت پرست ہونا ثابت ہو گیا تو اس میں شرمگاہ کی ناجائز خواہش اور پیٹ کی ناجائز خواہش دونوں آ جاتی ہیں اس کا زانی ہونا بھی آ گیا اور شرابی ہونا بھی۔ اور نمازوں کا ترک کرنا بھی۔ ایسے بدور یہ شخص کے جو اچھے خصال ہوتے ہیں وہ درحقیقت اچھے نہیں ہوتے فقط اس کے احباب کی نگاہ میں اچھے ہوتے ہیں۔

۱۷۲ ”کرم اس میں موجود تھا لیکن ایسا بدرویہ شخص فقط بدچلن لوگوں پر کرم کرتا

ہے ایسا کرم محمود نہیں بلکہ مذموم ہے اور اس کے احباب اسے عمل تہذیر کو کرم سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح اس کی فصاحت اور شاعری کو دیکھئے کہ اس کی یہ دونوں صفات عورتوں کی مدح و ثنا اور شراب نوشی کے ذوق کو ظاہر کرتی ہیں۔ اسی طرح اس کا اختیار اور ایثار کو قتل کرنا اس کے دوستوں کی نگاہ میں شجاعت اور بہادری ہے ایسے کرم فصاحت شاعری اور بہادری پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں۔ اہل مدینہ کی غوریزی کے لئے جو یزید نے فوج بھیجی تھی اس پر حافظ ابن کثیر اپنی رائے یوں ظاہر فرماتے ہیں

وقد خطا یزید خطا فاحضانی قوله لمسلم بن عقبة ان یبيع المذنبین ثلاثہ اہام وینا خطا کبیر فاحض مع ما انضم الی فلک من قتل خلق من اصحابہ وابنائہم۔ وقد تقدم انه قتل الحسن واصحابہ علی بنی عبد اللہ بن زیاد وقد وقع فی بنا الثلاثہ اہام من المفاسد العظیمہ فی المذنبین النبوتہ ملائکہ ولا یوصف مما لا یعلمہ الا للہ عزوجل وقد لود ہارسا لمسلم بن عقبة توطید سلطنتہ وملکہ ودوام اہلہ من غیر منزع لعقبہ اللہ ینقض قصہ وحالہ ینہ وین کا بشتہمہ ماقتصد اللہ قاصم العجلارہ واخذ مرز مقتولہ وکنک الخنوک لہ اخذ القری وہی ظلمتہ ان اخذہ والہم شہید۔ (البدیتہ والہفتہ صفحہ ۲۲۲)

ترجمہ۔ ”یزید نے یہود غلطی کی کہ اس نے مسلم بن عقبہ سے کہا کہ وہ تین دن مدینہ کی بے حرمتی کرے۔ یہ بات کہنا بہت یہود غلطی ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی مل گئی کہ صحابہ اور صحابہ زادوں سے بڑی مخلوق قتل ہوئی۔ اور اس بات کا ذکر پہلے آ چکا ہے کہ حضرت حسین اور اس کے اصحاب کو عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا۔ مدینہ نبویہ میں ان تین دنوں میں ایسے مقاصد عظیم واقع ہوئے جن کی کوئی حد نہیں اور نہ زبان ان کو بیان کر سکتی ہے جس کی شجاعت کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا۔ مسلم بن عقبہ کے بھیجے سے اس کا مقصد تھا یہ کہ میری سلطنت اور بادشاہی ایسی مضبوط ہو کہ بغیر کسی مخالفت کرنے والے کے پیشہ قائم رہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ارادہ کے برعکس اسے سزا دی اور اس کے اور اس کی خواہش کے درمیان حائل

ہوگی۔ زیدستوں کو کھڑے کرنے والے اللہ نے اسے کھڑے کھڑے کر دیا اور اس کو غالبانہ اور قادرانہ شان سے پکڑا۔ اسی طرح تیرے رب کی پکڑ ہے جب وہ شہروں کے ظالم ہاشموں کو پکڑتا ہے بے شک اس کی پکڑ سخت اور دردناک ہے۔“

حافظ ابن کثیر نے پر زور الفاظ میں یزید کا تارک صلوٰۃ شہوت پرست ظالم سفاک ہونا بیان کر دیا اور یہ بھی بتایا کہ یزید کے اس بے اعتنا ظلم کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس کو ہمیشہ کے لئے نیست و بھود کر دیا اور ظالموں سے دانا ایسا برتاؤ کرتا ہے حافظ ابن کثیر مورخ جلیل ہونے کے علاوہ محدث کبیر بھی ہیں اس لئے وہ یہاں چند احادیث صحیحہ بھی لکھ رہے ہیں۔ ان حدیثوں میں سے بعض احادیث کا یہاں نقل کرنا بہت مناسب ہے۔ واللہ المستعان۔

۱۔ **وفی روایتہ لمسلم من طریق ابی عبد اللہ القزاع عن سعد بن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من ابغض اهل البیت بسوء لاذیہ لہ کما یذوب الملح فی الماء (البیہقۃ والنہایتہ ۲۲۳)**

ترجمہ۔ ”سعد اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مینہ والوں کے حق میں برا ارادہ کرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اس طرح پگھلا دیا گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔“

۲۔ **عن السائب بن خلاد ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال من ابغض اهل البیت ظلماً لعنہ اللہ وعلیہ لعنہ اللہ والملائکتہ والناس اجمعین۔ لا یقبل اللہ منہ یوم القیامتہ صرفاً ولا عیلاً رواہ الامام احمد (البدایۃ والنہایتہ ص ۲۲۳)**

ترجمہ۔ ”سائب بن خلاد سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم کی بنا پر اہل بیت کو ڈراتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے نہ نواقل قبول فرمائے گا اور نہ فرائض۔“

جن لوگوں نے یزید کو صلح اور جواد کہا ہے وہ لوگ یزید کے اعمان تھے اور ایسا

بھی ہوتا تھا کہ بعض اکابر کے سامنے یزید صلح اور نمازی بن جاتا تھا یہ اس کی چلاکی تھی تاکہ یہ بڑے لوگ اس کی صلاح اور موافقت صلوٰت کی روایت کریں یزید کی حقیقت وہی ہے جس کو احادیث نبویہ نے واضح کر دیا ہے۔ جب یزید احادیث کی رو سے امت محمدیہ کا ہلاک کرنے والا ثابت ہوا تو اب احادیث نبویہ کی روشنی میں حضرت حسین پاک کو دیکھنا ضروری ہے کہ نبی پاک کی پاک زبان نے حضرت حسین پاک کی کیا حقیقت بیان کی۔ حضرت حسین پاک کا بیان بارہ حدیثوں سے شروع ہوا۔ جن میں امور ذیل بیان ہوئے ہیں۔

۱۔ پہلی حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ حضرت حسین پاک نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے جسم اطہر کا کھڑا ہیں۔

۲۔ جبریل علیہ السلام نے آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام دیا کہ حضرت حسین مظلوم بن کر شہید ہوں گے اور کربلا کی مٹی بھی لاکر دی

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسین سر زمین کربلا میں قتل ہوگا تم میں سے جو شخص موجود ہو وہ حسین کی مدد کرے۔

۴۔ آل محمد کے نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر آسمان اور زمین روئیں گے

۵۔ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کے بدلہ میں ستر ہزار قتل کئے اور حضرت حسین کے بدلہ میں اس کی دگنی تعداد کو یعنی ایک لاکھ اور چالیس ہزار افراد کو قتل کرے گا۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کربلا میں شہداء کربلا کے ساتھ تھے شہداء کا خون جمع فرماتے رہے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خالوں کے خلاف دعویٰ پیش فرمائیں۔

۷۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شہادت حسین پاک کے وقت وہاں حاضر تھے۔

ان احادیث پر غور کرنے کے بعد کسی مومن کے دل میں حضرت حسین پاک کی حقانیت میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسین پاک کو اپنے جسد اطہر کا کھڑا فرمایا اللہ تعالیٰ بڑے اہتمام سے بار بار

جبریل علیہ السلام کے ذریعہ شہادت حسین پاک کی خبر دی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ نے یہ خبر سن کر گریہ فرمایا۔ آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس وقت جو مسلمان موجود ہوں وہ حسین پاک کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں قاتلین حسین سے قاتلین بھی علی علیہ السلام کا دمنا بدلہ لوں گا۔ یعنی حضرت سحی کے قاتلین ستر ہزار قتل کئے اور حضرت حسین پاک کے قاتلین ایک لاکھ چالیس ہزار قتل کروں گا۔ اور شہداء کربلا پر آسمان وزمن روئے۔

اعوان یزید چند شبہات سے ساتھ لوح مسلمانوں کو بٹکاتے ہیں اور حضرت حسین پاک کو مجرم قرار دیتے ہیں ذیل میں ان کے شبہات لکھے جاتے ہیں اور نمبر وار ان شبہات کا جواب لکھا جاتا ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے یا ایہا الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم

اے ایمان والو تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور صاحب امر کی اطاعت کرو صاحب امر یعنی امیر المؤمنین اس وقت یزید تھا لہذا حضرت حسین پاک پر اس کی اطاعت لازم تھی جب انہوں نے اس کی اطاعت نہیں کی تو گویا اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل نہیں کیا اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان ٹھہرے۔

۲۔ عن عرفجہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم يقول من اتاکم وامرکم علی وجہ واحد یرید ان یفلق عصابکم او یفوق جماعتکم فاقتلوه (رواہ مسلم)

ترجمہ ”عرفجہ سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ جو شخص تمہارے پاس آئے اور امر خلافت میں ایک شخص پر اتفاق ہو چکا ہے اور وہ آئے والا تمہاری اتفاق کی لاشی کو چیرنا چاہتا ہے یا تمہارے اجتماع کو بکھیرنا چاہتا ہے تو اس شخص کو قتل دو۔“

پہلے یزید کی خلافت مقرر ہو چکی تھی پھر حضرت حسین مسلمانوں کے اتفاق کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے تو اس حدیث کے مطابق واجب القتل ٹھہرے۔ لہذا ان کے

قاتلین پر طاعت جائز نہیں کیونکہ انہوں نے حدیث پر عمل کرتے ہوئے حضرت حسین کو قتل کیا ہے۔

س۔ ”عن ابی سعید قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ الہ وسلم اذا بویع الخلیفتین فقاتلوا الاخر منها“ (رواہ مسلم)

ترجمہ ”رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا کہ جب دو خلیفوں کی بیعت کی جائے تو پہلے کو رہنے دو اور دوسرے کو قتل کر دو۔“

اس حدیث کی بنا پر بھی حضرت حسین واجب القتل ہوئے کہ ان سے پہلے یزید کی بیعت ہو چکی تھی۔ اب جو بھی دوسرا خلیفہ کھڑا ہو گا وہ باغی اور واجب القتل قرار پائے گا۔ قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”فان یقتل احدکمھا علی علی الاخری فقاتلوا التی تبغی حتی تقی والی امر اللہ“ کہ اگر مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ پر بغاوت کرے تو بغاوت کرنے والے گروہ سے لڑو حتیٰ کہ اطاعت کی طرف رجوع کرے۔“

اب تینوں اعتراضوں کے جواب لکھے جاتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ حضرت حسین پاک مجاہد اعظم تھے اور مظلوم ہونے کی وجہ سے شہید تھے۔

جواب اعتراض اول

اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھا ہے کہ اولی الامر جن کی اطاعت فرض ہے وہ کون لوگ ہیں۔ علماء کا جو اولی الامر کے معنی میں اختلاف ہے وہ علامہ باہلیسی نے العبد یقتہ اللہ وہ جلد اول میں لکھا ہے جس کا ترجمہ اردو ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

علماء کا اولی الامر منکم کی مراد میں اختلاف ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ ابن عباس اور جابر نے فرمایا کہ اولی الامر فقہاء اور علماء ہیں جو لوگوں کو دین سکھاتے ہیں۔ یہی حسن بصری اور ضحاک اور مجاہد کا قول ہے۔ ابو ہریرہ نے فرمایا کہ وہ امراء اور عمال ہیں اور ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے۔ حضرت علی نے فرمایا کہ امام پر واجب ہے کہ کتاب اللہ کے مطابق حکم دے۔

اور امانت ادا کرے۔ جب ایسا کرے گا تو رعیت پر واجب ہے اس کی بات سنیں اور فرامہوداری کریں۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان شخص پر سب و طاعت لازم ہے۔ خواہ وہ حکم اس کا پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ ہو جب تک وہ گناہ کا حکم نہ دے۔ اگر امیر گناہ کا حکم دے تو سب و طاعت لازم نہیں۔ میمون بن مہران نے کہا کہ اولی الامر سے اسلامی افواج کے امراء مراد ہیں کیونکہ آیت کا نزول امیرالمؤمنین کی تائیدی کی وجہ سے ہوا۔ عکرمہ نے کہا کہ اولی الامر ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں کیونکہ حضرت خذیفہ سے روایت ہے کہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اپنی درایت سے یہ بات نہیں بتا سکتا کہ میں نے کب تک تم لوگوں میں رہتا ہے۔ تم میرے بعد ابو بکر اور عمر کی اقتدا کرنا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اولی الامر صحابہ کرام ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ اولی الامر سے خلیفہ وقت مراد ہے۔ علماء نے کہا ہے کہ امام کی اطاعت رعیت پر واجب ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع رہے۔ اگر وہ کتاب اور سنت سے ہٹ جائے تو اس کی فرامہوداری واجب نہیں۔ شیخ زادہ نے بیضاوی کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اصح الاقوال یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں کیونکہ بادشاہوں پر علماء کی اطاعت لازم ہے اور علماء پر بادشاہوں کی اطاعت لازم نہیں۔ شیخ عینی نے شرح کنز میں لکھا ہے کہ اصح الاقوال یہ ہے کہ اولی الامر سے مراد علماء ہیں کیونکہ علماء انبیاء کے درجہ میں ہیں۔ فقہی کلام

اصح الاقوال کی کیا بنا پر اولی الامر سے مراد علماء ہیں۔ یزید علماء کا فرد نہیں۔ حضرت حسین پاک علماء کا فرد اکمل ہیں تو یزید پر فرض تھا کہ حضرت امام حسین پاک کی اطاعت کرے۔

اگر اولی الامر سے خلیفہ مراد لیا جائے تو پھر بھی یزید کو خلیفہ یا امیرالمومنین نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ اس کی تخت نشینی اہل المل والحق یعنی مجتہدین کی صوابدید سے نہیں تھی، اس نے تو لوگوں سے بیعت جو تشدید سے لے لی۔ غیر شرعی طریق سے جو شخص تخت نشین ہو جائے اس کو متطلب کہتے ہیں۔ امیرالمومنین کا نام اس پر نہیں

بولا جاسکتا بھی وجہ ہے کہ بنو امیہ کے صالح حکمران کے سامنے ایک شخص نے یزید کو امیر المومنین کہا تو اس صالح حکمران عمر بن عبدالعزیز نے اس شخص کو بیس کوڑوں کی سزا دی۔

یزید کو امیر المومنین کہنا عمر بن عبدالعزیز کی نگاہ میں بدترین جھوٹ تھا ورنہ ہر جھوٹ کی سزا بیس کوڑے نہیں ہوتی۔ جب عمر بن عبدالعزیز نے یزید کے امیر المومنین ہونے کو تسلیم نہیں کیا تو حضرت حسین پاک کا کیا جرم تھا انہوں نے بھی تو یزید کو امیر المومنین تسلیم نہیں کیا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز جانتے تھے کہ یزید کو امیر المومنین کہنے میں اسلام کی اور مومنین کی توہین ہے کہ ایک زانی شرابی تارک صلوٰۃ اور تارک حدود اللہ اور متطلب ظالم کو امیر المومنین کہا جائے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آیت میں اولی الامر کو واجب الاطاعت قرار دیا ہے۔ خلفاء کے بغیر دوسرے معافی اگر اولی الامر کی مراد قرار دیئے جائیں تو کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور اگر خلفاء مراد لئے جائیں تو یہی "وہی خلفاء مراد ہوں گے جو شرعی طریق سے خلفاء بنائے جائیں" کیونکہ جو غیر شرعی طریق سے خلیفہ بن بیٹھے اس کو اسلام خلیفہ نہیں کہتا وہ ظالم متطلب ہوتا ہے۔ خلیفہ بننے کا شرعی طریق یہ ہے کہ اہل الحل والہ عقد یعنی مجتہدین اور علماء اپنی صواب دید سے کسی ایک عادل کو جو فاسق مجاہر نہ ہو خلافت کے لئے نامزد کر لیں۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کا حضرت امام حسن سے عہد تھا کہ میرے بعد خلافت مسلمانوں کے شوریٰ سے ہوگی اور میں اپنے بیٹے کو خلیفہ نہیں بناؤں گا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عہد کی خلاف ورزی کی اور اپنے بیٹے کو خلیفہ بنایا وہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے میں حرام کے مرتکب ہوئے تو جو لوگ یزید کی بیعت کرنے والے تھے وہ امر حرام کا تعاون کرنے والے تھے۔ ہاں جن اکابر صحابہ نے بیعت کی تھی انہوں نے اپنی جان بچانے کے لئے کی تھی۔ جان بچانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر بولنے کی بھی رخصت فرمائی ہے لیکن جگر گوشہ رسول جو از سر تا پا پاک ہے اس کی ہر رگ و پے میں تقویٰ و طہارت کے انوار درخشاں ہیں اور آغوش نبوت میں نشوونما پائی ہے۔ بارہا سید الانبیاء والمرسلین کی زبان چوس کر اپنی پیاس بجھائی ہے

اور اللہ تعالیٰ سے شباب اہل الجہ کی سرداری کا انعام حاصل کر چکا ہے اور اس کے ذہن میں کبھی کجروی کا تصور بھی نہیں آیا۔ وہ پیچتن کو گھیرنے والے کبل میں بیٹھ کر طہارت اور تقویٰ کا تمغہ حاصل کر چکا ہے۔ ایسا طیب و طاہر اپنی جان بچانے کے لئے کس طرح باطل کے سامنے جھک سکتا تھا وہ حضرت حسین پاک کی ذات گرامی ہے۔

حضرت حسین پاک جدا اطر کے مطیع رہے پھر ابو بکر صدیق کے مطیع رہے۔ پھر عمر فاروق کے مطیع رہے۔ پھر حضرت عثمان کے مطیع رہے پھر اپنے والد کریم حضرت علی مرتضیٰ کے مطیع رہے۔ پھر اپنے برادر مکرم حضرت حسن کے مطیع رہے پھر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطیع رہے۔ ایسے اطاعت شعار کی اطاعت یزید کے دور میں کیوں نا فرمانی سے بدل گئی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے۔ اس کی فقط یہی وجہ ہے کہ یزید اولی الامر کا فرد نہیں تھا وہ ظالم متغلب تھا۔ جن صحابہ کرام نے جان بچانے کیلئے بیعت کر لی تھی انہوں نے رخصت پر عمل کیا کہ جان بچانے کے لئے گناہ کرنا یا کلمہ کفر بولنا شرعاً جائز ہے اور حضرت حسین پاک جان بچانا اور باطل کے آگے جھکانا اپنے لئے حرام جانتے تھے۔ لہذا انہوں نے عزیمت پر عمل کیا یعنی اصل حکم پر عمل کیا۔ بڑی ہمت والے لوگ ہمیشہ عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سفر میں روزہ نہ رکھنے اور بعد میں قضا کرنے کی رخصت ہے۔ لیکن بڑی ہمت والے لوگ سفر میں بھی روزہ رکھتے ہیں اور عزیمت پر عمل کرتے ہیں۔

یزید کے فسق و فجور، زنا، شراب نوشی، عبادت میں کوتاہی، کینہ پروری، اخیار اور ابرار کا قتل وغیرہ سے کتب تواریخ پر ہیں۔ اس کی صالحیت اور عبادت کا جہاں ذکر آ جاتا ہے وہ تکلف اور تصنع پر محمول ہیں۔ یزید کے حقیقی صفات وہی ہیں جن کو لسان نبوت نے بیان کیا۔ چنانچہ بیہقی نے ابوسعید خدری سے روایت کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ ۴۰ ہجری کے بعد ایسے خلیفہ ہوں گے جو نماز کو ضائع کریں گے اور شہوتوں کی پیروی کریں گے اور جہنم کے طبقہ فی میں داخل ہوں گے۔

نہی کی زبان نے امت کو متنبہ کر دیا کہ ۴۰ ہجری کے بعد جو خلیفہ ہو گا وہ نمازوں

کو ضائع کرنے والا اور شہوت پرست ہو گا اور قیامت میں جہنمی بھی ہو گا۔ اب غور فرمائیے کہ نبی کی زبان جس کو جہنمی کے کیا ہم اس کو اولی الامر میں داخل کر سکتے ہیں اور اس کی اطاعت اور ضروری ہونے کا فتویٰ دے سکتے ہیں۔ حلفاؤ کلا

جواب اعتراض دوم

اعتراض میں جو حدیث لکھی گئی ہے اس میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اتفاق اور اجتماع امت کے بعد اجماع کو پارہ پارہ کرنے والے کے قتل کا حکم دیا ہے، حالانکہ یزید کی خلافت پر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں اجماع نہیں ہوا اور نہ ان کی وفات کے بعد اجماع ہوا ہے تو ذکر کردہ حدیث سے استدلال جائز نہیں۔

جواب اعتراض سوم

اعتراض میں جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس میں غلیظین کا لفظ آیا ہے۔ یزید پر خلیفہ کا لفظ بولنا صحیح نہیں، کیونکہ جس کی بادشاہی شرعی طریق سے وجود میں نہ آئی ہو اس کو واجب الاطاعت خلیفہ نہیں کہہ سکتے۔ اگر ایک شخص شرعی طریق سے خلیفہ بنایا گیا ہے۔ اس کے بعد جو خلیفہ ہونے کا مدعی ہو اور لوگ اس کی بیعت کرنے لگیں تو مدعی خلافت کو قتل کر دیں گے۔ اگر دوسرے خلیفہ مدعی کی کسی نے بیعت نہیں کی تو اس کا قتل کرنا حرام ہے۔ اسی طرح بہت سے لوگ اگر کسی خلیفہ برحق کی بیعت سے انکار کریں تو اس انکار کی وجہ سے ان کا قتل کرنا حرام ہے جب تک فساد اور رہنمی نہ کریں۔ اسی وجہ سے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ان خوارج کو قتل نہیں کیا جو حضرت علی کو خلیفہ نہیں مانتے تھے، پھر کچھ عرصہ کے بعد جب وہ افساد و رہنمی کرنے لگے تو پھر ان کو قتل کروا دیا گیا۔

اب پہلی بات تو یہ ہے کہ یزید شرعی خلیفہ نہیں تھا۔ اگر شرعی خلیفہ ہوتا تو دوسرے مدعی خلافت کو قتل کرنا ضروری ہوتا، لیکن ایسا ہرگز نہیں تھا، نہ یزید شرعی خلیفہ تھا اور نہ حضرت حسین پاک مدعی خلافت تھے۔ انہوں نے تو فقط یزید کی بیعت

کرنے سے انکار فرمایا تھا اور کوفہ میں جا کر اپنے ہم خیال لوگوں میں زندگی بسر فرمانا چاہتے تھے۔ اگر یزید شری خلیفہ ہوتا تو پھر بھی حضرت حسین پاک کو انکار بیعت کی وجہ سے قتل نہیں کیا جاسکتا تھا جب تک ان سے افساد اور رہنمی صادر نہ ہو۔

اب بتائیے کہ حضرت حسین پاک کس افساد اور رہنمی کے مرتکب ہوئے اور کہاں کے لوگوں کا مال چھینا اور کن لوگوں کو قتل کیا تھا۔

بالفرض و الاستدیر ہم حضرت حسین پاک کو مدعی خلافت مان لیں تو پھر بھی حضرت حسین پاک کو باہنی قرار نہیں دے سکتے کیونکہ جب حضرت حسین پاک نے دعویٰ خلافت کیا اس وقت کوئی شری خلیفہ موجود نہیں تھا۔ اگر یزید موجود تھا تو ظالم اور مستلب تھا، شری خلیفہ نہیں تھا کیونکہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کو نصب کیا اور معاہدہ کی خلاف ورزی کی حرمت اجماعی ہے اس میں کسی امام یا عالم دین کا اختلاف نہیں۔ یزید کی حکومت کی بنا امر حرام پر ہوئی۔

خشست اول چونند معمار کج تاثر یابی رود و بار کج

باقی رہی یہ بات کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی ہیں ان کو مرتکب حرام کتنا جائز نہیں تو میں عرض کروں گا کہ صحابی گناہوں سے معصوم نہیں ہوتا۔ اہل السنۃ و الجماعۃ کا عقیدہ فقط اتنا ہے کہ صحابہ سے اگر کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے گا۔ وہ اس گناہ کی وجہ سے دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خصوصاً معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایسی باتوں کا صدور عجیب نہیں تھا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر نے قاضی داوردی کے حوالہ سے حکایت لکھی ہے کہ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس چند چور لائے گئے تو انہوں نے سب کے ہاتھ کٹوا دیے حتیٰ کہ ان میں سے ایک چور باقی رہ گیا تو اس چور نے تین شعر پڑھے جن میں امیر المومنین سے معافی کی درخواست تھی اور اس بات کا اظہار تھا کہ اگر میرا ہاتھ کٹ گیا اور ہمیشہ کے لئے بائیں ہاتھ سے جدا ہو گیا تو جینے میں کوئی مزہ باقی نہیں رہے گا۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں کیا کر سکتا ہوں جب کہ تیرے ساتھیوں کے ہاتھ کاٹ دیئے ہیں تو چور

کی ماں نے کہا اے امیرالمومنین تو اس گناہ کو اپنے ان گناہوں میں ڈال دے جن سے تو آئندہ توبہ کرے گا تو معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چور کو سزا دیئے بغیر چھوڑ دیا، تو اسلام میں یہ پہلی حد تھی جو ترک کی گئی (البلدینہ والنہیہ ص ۳۶۸)

خلافت المرام یہ ہے کہ یزید اگر نیکو کار ہوتا پھر بھی اس کی خلافت شرعاً ناجائز ہوتی کیونکہ اس کی حکومت سے معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کی عہد شکنی ہوئی اور عہد شکنی کسی حال میں جائز نہیں۔ تو جس کی خلافت امر حرام پر مبنی ہو اس کو امیرالمومنین کیوکر کر کہہ سکتے ہیں۔

اب یزید کا کردار اور اس کی حکومت کی کیفیت یزید کے صالح بیٹے معاویہ بن یزید سے سنئے جس کو یزید اپنا دلی عہد بنا کر مرا ہے۔ علامہ ابن حجر کی صواعق میں یزید کی موت کی تاریخ لکھنے کے بعد اس کے بیٹے کا مختصر حال لکھا ہے جس کا اردو ترجمہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

یزید اسی اپنے صالح بیٹے کو دلی عہد بنا کر مرا۔ وہ مسلسل بیمار رہا اور بیماری سے وفات پائی۔ وہ باہر نکل کر لوگوں کے پاس نہیں آیا اور نہ ان کو نماز پڑھائی اور نہ امور خلافت میں کوئی دخل دیا۔ اس کی خلافت کی مدت چالیس یوم تھی۔ بعض نے کہا کہ وہ ماہ اور بعض نے کہا تین ماہ۔ اس نے اکیس برس کی عمر میں وفات پائی اور بعض نے کہا بیس سال کی عمر میں۔ اس کی نیکو کاری کی ایک واضح دلیل یہ ہے کہ وہ آغاز خلافت میں ممبر پر چڑھا اور کہا کہ یہ خلافت اللہ تعالیٰ کی ایک رسی ہے میرے دادا معاویہ نے خلیفہ برحق علی ابن ابی طالب کی بغاوت کی اور تم پر وہ بوجھ لاوا جو تم کو مٹا دے حتیٰ کہ میرے دادا کی موت آئی اب وہ قبر میں اپنے گناہوں میں پکڑا ہوا ہے۔ پھر میرا باپ خلیفہ بنایا گیا۔ وہ نااہل تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نواسے کی بغاوت کی تو اس کی عمر کٹ گئی اور نسل منقطع ہو گئی۔ اب وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں میں پکڑا ہوا ہے، پھر معاویہ روئے لگا اور کہا کہ سب سے بڑا دکھ یہ ہے کہ ہم نے اس کی بری موت دیکھی اور اس کے برے خاتمہ کا مشاہدہ کیا۔ کیونکہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عزت کو

قتل کیا اور شراب کو جائز کہا اور کعبہ کی بربادی کی۔ میں نے خلافت کا مٹھاس نہیں چکھا اس لئے اس کی تلخی کو اپنے سر نہیں لیتا۔ تم جانو اور تمہاری خلافت جانے۔ اللہ کی قسم اگر دنیا اچھی ہے تو ہمیں اس کا کچھ حصہ ملا ہے اور اگر بری ہے تو ابوسفیان کی اولاد کیلئے یہ برائی کافی ہے جو انہوں نے دنیا حاصل کی، پھر محلو یہ اپنے گھر میں چھپ گیا حتیٰ کہ چالیس دنوں کے بعد وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے کہ اس نے اپنے باپ کے معاملہ میں انصاف کیا جس طرح بنو امیہ کے ایک صالح حکمران عمر بن عبدالعزیز نے انصاف کیا کہ یزید کو امیر المومنین بتانے والے شخص کو بیس کوڑوں کی سزا دی۔ **فتویٰ کلامہ**

پوری امت مسلمہ کے علماء نے یزید کے ظالم اور فاسق ہونے کو اس لئے تسلیم کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ۶۰ ہجری میں شروع ہونے والی حکومت کو ساری امت کی بربادی کا باعث فرمایا اور یہ فرمایا کہ ۶۰ ہجری کے بعد حکمران نمازوں کو ضائع کرنے والے اور شہوت پرست ہوں گے اور جہنم کے طبقہ غی میں داخل ہوں گے اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ ۶۰ ہجری کی حکومت کے گزردہ سے تمہیں بچائے اور حضرت حسین پاک کے کربلا میں شہید ہونے کی خبر دی اور فرمایا کہ جو شخص اس وقت موجود ہو وہ حسین کی نصرت کرے۔ حضرت ابو ہریرہ عام لوگوں میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے ۶۰ ہجری کی حکومت کا زمانہ نہ پائے تو ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور ۵۹ ہجری میں ان کی وفات ہو گئی۔

یزید کے ظالم اور منتطب ہونے اور حضرت حسین پاک کے مصیب ہونے کو متکلمین نے بیان کیا اور محدثین نے بحث کی اور مفسرین نے بھی اس مسئلہ کو حل کیا اور ائمہ مجتہدین نے بھی یزید کو ملعون کہا اور حضرت حسین پاک کو مجاہد اعظم کہا۔ امت مسلمہ کے علماء اس مسئلہ پر متفق اس لئے ہوئے کہ یہ مسئلہ تاریخی نہیں ہے یہ عقائد اسلامیہ کا مسئلہ ہے جس کی توضیح قرآن مجید اور حدیث شریف میں موجود ہے۔ اگر کوئی مورخ یزید کا فتنہ و فجور بیان کرے تو وہ مورخ حدیث کی موافقت کر رہا ہے اس لئے ہم اس کی تصدیق کریں گے اور جو مورخ یزید کی براءت اور صلاح

نقل کرے تو اس کے اس قول کو مخالفت حدیث کی وجہ سے بے بنیاد قرار دیں گے یا یزید کے کلف اور قلعہ پر حمل کریں گے۔ حقیقت وہی ہے جس کو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی زبان درفشان نے بیان فرمایا۔

علماء میں سے فقط قاضی ابوبکر بن العربی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں اس نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور حضرت حسین باقی تھے۔ وہ اپنے نانا پاک کے حکم کے مطابق قتل ہوئے۔ قاضی ابوبکر کے دلائل کا خلاصہ تین اعتراضوں کی صورت میں لکھ کر ان کا جواب لکھا جا چکا ہے۔ قاضی ابوبکر ایک مجبوظ الحواس مغرور عالم تھا۔ اس کے بارہ میں علامہ نابلسی نے یوں تحریر فرمایا۔

”ومن مجاذلات ابن العربی الفقیہ المالکی اذ اتی بقتل وجہ حلب لبس الاحمر لانه حلب لبسته لبسها صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم و قتل یفتیہ کما ذکرہ فی المصلح - و ہذا تہور غریب و الظلم علی سفک دماء المسلمین عجیب و میخا صمد ہذا القتل غد او یوء بالغری من اعتدی و لبس فلک ہول تہور لہنا الفتا و جراتہ و اللہم فقد الف کتبنا فی شان مولانا الحسن رضی اللہ تعالیٰ زعم لہ ان یزید قتله بحق بسیف جلد نعوذ باللہ من المخلان“

(شرح الطریقتہ المحمدیہ جلد دوم ص ۵۳۳)

ترجمہ۔ ”ابن العربی فقیہ مالکی کی ناموزوں باتوں سے ایک بات یہ ہے کہ ایک شخص نے سرخ لباس کو برا کہا تو اس ابن العربی مذکور نے اس شخص کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا کہ اس نے ایسے لباس کو برا کہا ہے جو لباس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے پہنا ہے تو وہ شخص ابن عربی کے اس فتوے پر قتل کر دیا گیا اسی طرح المصلح میں مذکور ہے یہ انوکھی دلیری ہے اور مسلمانوں کی خونریزی پر عجیب اقدام ہے کل قیامت کے دن یہ مقتول اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغاثہ دائر کرے گا اور تجلوڑ کرنے والا رسوا ہو گا۔ یہ ابن العربی کا فتویٰ اس کی پہلی جرات اور دلیری اور اقدام نہیں بلکہ اس نے ہماری مولیٰ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں ایک کتاب لکھی ہے کہ یزید نے ان کو جائز طور پر قتل کیا اور ان کے نانا کی تلوار سے ان

کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ خدا لاں سے بچائے۔“

قارئین کرام نے دیکھ لیا کہ پوری امت مسلمہ میں فقط یہ ایک عالم ہے جو یزید کا حامی ہے اور علماء امت اس کو مغرور اور مخبوط الحواس قرار دے رہے ہیں عنقریب دوسرے بعض علمائے کی رائے بھی اس ابو بکر بن العربی مالکی کے بارہ میں آئندہ صفحات میں تحریر کی جائے گی۔ واللہ المستعان

اعتراض

بخاری شریف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ اول جمعی یغزو مدینۃ مکہ یقتلہم۔ یعنی پہلا لشکر جو تھقفیہ کا جہاد کرے گا ان کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ سلب نے اس حدیث سے استدلال کیا کہ یزید خلیفہ برحق تھا کہ وہ تھقفیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کا سردار اور امیر تھا۔ اس لئے وہ بھی مغرور ہوا۔ جب وہ مغرور ہوا تو اس کا جنتی ہونا ثابت ہو گیا۔ تو جنتی کی خلافت کو کیونکر ناجائز کہا جاسکتا ہے۔

جواب

سلب بنو امیہ کا فرد ہے وہ قوی تصب کی بنا پر زہدستی سے یزید کو اس حدیث سے جنتی ثابت کر رہا ہے محدثین میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے یہ نتیجہ نہیں نکالا بلکہ محدثین نے سلب کے اس استنباط کو غلط قرار دیا ہے۔

عن جابر عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا تمس النوا مسلما والی
لوہای من ولی۔ (رواہ ترمذی)۔ (مشکوٰۃ المصابیح صفحہ ۵۵۳)

ترجمہ ”جابر نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ کسی ایسے مسلمان کو دوزخ کی آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا۔“

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اب ہم معترض سے پوچھیں گے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو صحابہ مرتد ہو گئے تھے اور ارتداد کی وجہ سے قتل کئے گئے تھے کیا وہ دوزخ میں

میں داخل ہوں گے یا نہیں۔ تو معترض یقیناً یہ جواب دے گا کہ وہ صحابہ مرتد ہو گئے تھے وہ جہنم میں ضرور جائیں گے اور بیشک کے لئے جہنم میں محذب رہیں گے پھر ہم اس سے پوچھیں گے کہ حدیث تو یہ بات بتا رہی ہے کہ کوئی صحابی یا تابعی دونوں میں نہیں جائے گا اور تم کہتے ہو کہ جو صحابہ مرتد ہو گئے وہ دونوں میں ضرور داخل ہوں گے تو تمہارا پہلی حدیث کے خلاف ہوا۔ لاجلہ معترض حدیث کا صحیح مفہوم بیان کرے گا اور کہے گا کہ حدیث کا معنی یہ ہے کہ کوئی صحابی جس نے مرتے دم تک اپنی صحابیت کو محفوظ رکھا دونوں میں داخل نہیں ہو گا۔ بخلاف ان صحابہ کے جو مرتد ہو گئے کہ انہوں نے مرتے دم تک اپنی صحابیت کو محفوظ نہیں رکھا کہ اسلام کے فقدان سے صحابیت مفقود ہو گئی اس لئے وہ جہنم میں داخل ہوں گے اب ہم دیکھیں گے کہ مجاہدین قطیفیہ کو کن صفات کی بنا پر مغفور لم کا انعام ملا۔ کیا ان صفات کو یزید نے مرتے دم تک محفوظ رکھا۔ اول جیش کے مجاہدین میں یہ صفات موجود تھے جن کی بنا پر ان کو یہ انعام ملا۔

شہنشاہ روم کے شر پر حملہ کرنے والے سب اپنے حظوظ نفسانیہ کو ترک کرنے والے تھے۔ ان کا تقویٰ نہایت کامل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے کا جذبہ انتہائی عروج پر تھا کہ کفر کی سب سے بڑی طاقت سے ٹکرا گئے جس میں شہادت یا مشکلات کا سامنا یقینی امر تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے انتہائی محبت رکھتے تھے کہ ان کی زبان درفشان سے جو مغفور لم کا وعدہ نکلا اس کو حاصل کر لیا ان کی آخری تنہا تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ان کا بڑا مقصد تھا شراب نوشی اور زنا کاری کا تخیل بھی ان کے ذہن میں کبھی نہیں آیا تھا۔ جفاکشی کو اپنا اولین فرض جانتے تھے۔ میدان جہاد میں بھی ان کی نماز کبھی فوت نہیں ہوئی تھی۔ دن کو وہ شہ سوار نظر آتے تھے اور رات کو راہبوں سے بڑھ کر عبادت گزار بن جاتے تھے۔

یہ وہ صفات تھے جن کی بنا پر ان کو مغفور لم کا تمغا ملا۔ اب ہم نے غور سے دیکھا ہے کہ یزید نے ان صفات کو مرتے دم تک محفوظ رکھا۔ تو پھر یقیناً وہ مغفور لم ہے

ہے اور اگر اس نے ان صفات کو اپنی موت تک محفوظ نہیں رکھا اور ان سب کمالات کے خلاف اس کا عمل رہا تو اس حدیث سے احتجاج کرنے والے معترض کو اپنی جہالت پر رونا چاہیے بریں عقل و دانش بیلید گریست

اب یزید کے عادات و خصائل سماعت فرمائیے۔ وہ حظوظ نفسانیہ کو ترک کرنے کی بجائے ہر قسم کی نفساتی خواہش کو پورا کرتا تھا اور تقویٰ کی بجائے فسق و فجور اس کی عادت بن گئے تھے۔ جان قربان کرنے کی بجائے اختیار اور ابرار کی جان ستانی اس کا مرغوب مشغلہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی محبت کی بجائے نبوت کے گھرانے سے انتہائی عداوت رکھتا تھا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے اکثر محبوبوں کو اس نے قتل کرایا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی رضا کو اپنا مقصد بنانے کی بجائے وہ سب کام کئے جو آپ کی ناراضگی کا باعث تھے۔ جیسے اہل مدینہ کو قتل کرانا وغیرہ شراب نوشی اور زنا کاری سے بچنے کی بجائے ان جرائم کا بے باک نہ ارکباب کرتا۔ جفاکشی کی بجائے عیش و آرام کا ولہاء تھا میدان جہاد میں نمازوں کو قائم رکھنے کی بجائے گھروں میں بھی نمازوں کا ضائع کرتا تھا۔ رات کی عبادت گزاری کی بجائے اس کی راتیں شراب نوشی اور زنا کاری میں بسر ہوتیں۔ اکثر اس کی یہ عادتیں احادیث نبویہ سے ثابت ہیں۔ امت مسلمہ کے سب محدثین۔ مفسرین۔ متکلمین۔ فقہاء اس کے فسق و فجور پر متفق ہیں۔ البتہ بعض علماء نے اس کا کفر بھی ثابت کیا ہے جب یزید نے مجاہدین قطیفیہ کے ان صفات کو ترک کر دیا جن کی بنا پر مغفور لم کا وعدہ تھا اور موت تک ان صفات کو محفوظ نہیں رکھا تو اس کے لئے یہ وعدہ نہ رہا۔ اب اس کو مغفور نہ نہیں کہا جاسکتا۔

اگر بفرض محال ہم یزید کا مغفور نہ ہونا تسلیم کر لیں تو پھر بھی اس بات سے اس کا جنتی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ کسی خاص عمل کی بنا پر مغفور نہ ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس عمل سے پہلے جس قدر گناہ کئے تھے وہ اس عمل کی وجہ سے معاف کر دیئے جائیں گے اس عمل صالح کے بعد جو گناہ کرے گا ان کی معافی کا کوئی وعدہ نہیں۔ کیونکہ ایسا کوئی عمل صالح نہیں ہے جس کے کرنے کے بعد عامل کو ہر قسم کے گناہ

کرنے کی اجازت ہو۔

یزید نے اگر صدق و اخلاص سے قسطنطیہ کے پہلے جہاد میں شرکت کی تو اس کے سابق گناہ بخش دیئے گئے۔ اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو جہاد کے بعد چھٹی ہوگئی کہ تم جس قسم کے گناہ آئندہ کرتے رہو گے وہ سب معاف ہوتے رہیں گے وہ جہاد معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں یزید نے کیا تھا۔ پھر جب اس نے بادشاہی پر ناجائز قبضہ کیا اور اپنے دور میں وہ سب گناہ کئے جن کی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم نے خبر دی تھی تو یہ سب گناہ کس طرح معاف ہو سکتے ہیں۔ جبکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم ۶۳۰ھ کے بعد حکمران کے بدکردار اور جنہی ہونے کی خبر دی ہے مورخین کا اولین جہاد قسطنطیہ کے امیر حبیش میں اختلاف ہے بعض مورخین نے یزید کا امیر حبیش ہونا بیان کیا ہے اور بعض نے سفیان بن عوف کا امیر ہونا بیان کیا ہے ابن اثیر نے سفیان بن عوف کا امیر ہونا بیان کیا ہے اور یہ بات بھی بتا دی کہ اس جہاد میں یزید کی شرکت مجبورا تھی اور سزا کے طور پر تھی۔ چنانچہ ابن اثیر کی عبارت درج ذیل ہے۔

وفي هذا السنة وقبل سنته خمسين سير معاوية جيشا كثيرا الى بلاد الروم للغزاة وجعل عليهم سفیان بن عوف وامر ابنه يزيد بالغزاة معهم لتناكل واعتل لفسك عنه انهوه فاصاب الناس في غزاتهم جوع ومرض شديد فقتلوا يزيد يقول ع۔۔۔ ما ان اهلنا بمالقات جموعهم بالفر قلوبنا من حمى ومن حوم۔۔۔ اذاتكلت على الانبياء مرتفعاً يدبر مران عندي لم كلثوم

لم كلثوم امرئعتہ وہی اہنتہ عبد اللہ بن عامر فبلغ معاویہ شعورہ فاقسم علیہ لیلحقہ بسفیان فی لوز الرومۃ لیسبہ ما اصاب الناس (ابن اثیر جلد سوم ص ۱۷۷)

ترجمہ۔ ”اس سال میں اور بعض نے کہا مہمہ میں معاویہ نے بلاد روم کی طرف جہاد کے لئے ایک بڑا لشکر روانہ کیا اور اس کا امیر سفیان بن عوف کو بنایا اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا تو یزید بیٹھ رہا اور چلے بھانے لگے تو معاویہ اس کے پیچھے سے رک گئے۔ اس لشکر میں لوگوں پر بھوک اور بیماری کی مصیبت

آئی۔ تو یزید نے خوش ہو کر یہ شعر پڑھا
 ”مجھے پروا نہیں کہ ان لشکروں پر یہ بخار تنگی کی بلائیں مقام فرقدونہ میں آپڑیں جب
 کہ میں مقام دیر مران میں اونچی مسد پر تکیہ لگائے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا
 ہوں۔“

۳۴ ام کلثوم بنت عبد اللہ بن عامر یزید کی بیوی تھی۔ یزید کے یہ اشعار معاویہ تک
 پہنچے تو قسم کھائی کہ اب میں یزید کو اس جملہ میں سفیان بن عوف کے پاس روم کی سر
 زمین میں ضرور بھیجوں گا تاکہ اسے بھی ان مصائب کا حصہ ملے جو وہاں کے لشکروالوں
 کو مل رہا ہے۔“

یعنی معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بے انتہائی عیش پرستی دیکھی تو یزید کو
 سزا کے طور پر لشکر میں بھیج دیا کہ وہاں جا کر اس کو مصائب کا حصہ ملے اور اس کی
 عیش پرستی کم ہو۔ ”یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۵۵ھ سے پہلے قسطنطینہ پر مسلمانوں
 کا کوئی حملہ نہیں ہوا لہذا یہ پہلی لڑائی ہے۔ علامہ ابن اثیر نے حقائق سے پردہ ہٹا دیا
 اور اصل بات کو بے نقاب کر دیا کہ قسطنطینہ کا جہاد کرنے والا پہلا لشکر سفیان بن
 عوف کی ماتحتی میں چلا گیا۔ یزید اس میں موجود نہیں تھا۔ مسلمانوں پر بھوک اور سخت
 بیماری کے پہاڑ گر رہے تھے اور یزید دیر مران میں قیث اور ام کلثوم سے ہم بستری
 کے مزے لے رہا تھا۔ پھر وہ سزا کے طور پر بھیجا گیا۔ اب کیا کوئی دانشمند یہ بات کر
 سکتا ہے کہ اس لشکر کے لئے جو مغفرت کا وعدہ ہے اس میں یزید بھی شریک ہے کیا
 مغفرت ان لوگوں کے لئے ہے جن پر مصائب والا ام کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں یا اس
 شخص کے لئے ہے جو سبزو شاداب مقام پر ہم بستری کے مزے اڑا رہا ہے اور کہہ رہا
 ہے کہ مجھے ان مسلمان مجاہدین کے مصائب و شدت کی کوئی پروا نہیں۔ انصار یزید
 میرے اس سوال کا جواب دیں۔ الحمد للہ جلاء الحق و ذوق الباطل۔ یزید کے بارہ
 میں علماء امت کا اختلاف ہے کہ یزید کافر تھا یا مسلمان فاسق۔ دونوں صورتوں میں اس
 کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ علامہ ابن حجر مکی نے صواعق میں جو
 اختلاف نقل کیا ہے وہ ذیل میں تحریر ہے علماء کا ایک گروہ یزید کے کافر ہونے کا قائل

ہے جن میں ابن جوزی بھی ہے کیونکہ جب اس کے پاس حضرت حسین پاک کا سر لایا گیا تو زہری کے اشعار پڑھے جو اس نے غزوہ احد کے دن کے تھے جن کا مطلع ہے۔ لیت اضماعی بندر شہدا اور آخر میں دو شعر اپنی طرف سے بڑھاتے جو صریح کفر پر مشتمل ہیں۔ وہ دو شعر مولانا عبدالعزیز بریلوی نے شرح عقائد کی شرح نبیوں میں لکھے ہیں وہ یہ ہیں۔

لعبت بالغم بالملک فلا۔ جرجاء ولاوحی نزل۔ لست من خذف ان لم انتقم۔ من بنی احمد ما کان لعل

ترجمہ۔ ”بنو ہاشم نے بادشاہی کو کھلونا بنایا۔ نہ جبریل آیا اور نہ وحی نازل ہوئی۔ میں نیو کار نہیں ہوں اگر میں نے احمد کے بیٹوں سے احمد کے کام کا بدلہ نہ لیا۔ میرا میں یزید کی دوسری رہائی بھی لکھی جو یزید کے کفر کی کھلی دلیل ہے۔ وہ یہ ہے۔

وہمتہ کرم برجہا قعر دنہا۔ ومطلعہما الساقی ومغربہما فی۔ فان حرمت یوما علی دین احمد۔ فخذ بہا علی دین المسیح ابن مریم

ترجمہ۔ ”ہمت سے خصال کرم ہیں یعنی شراب کہ ان کا برج ان کے ٹکے کی گہرائی ہے اور ان کا مطلع ساقی ہے اور ان کی جائے غروب میرا منہ ہے اگر وہ کسی دن احمد کے دین میں حرام ہے تو تو اس کو مسیح ابن مریم کے دین سے لے۔ ذکر کردہ کلمات کفر کے علاوہ اور بھی یزید میں وجہ کفر موجود تھے جن میں سے بڑی وجہ اہانت اہل بیت ہے۔ علماء کے دوسرے گروہ نے اس کے کفر کو غیر ثابت کہا اور اسے قاسق قرار دیا چنانچہ علامہ ابن حجر کی لکھتے ہیں۔

وعلی القول بانه مسلم فهو فاسق شریر‘ سکیر‘ جائز کما انہ خبر بہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد اخرج ابوہ علی فی مسندہ ہسند لکنہ ضعیف عن ابی حمید قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لا یزال امرأتی لاتما بالقسط حتی یکون اول من یظلم وجل من بنی امیہ یقال لہ یزید۔ واخرج البروقی فی مسندہ عن ابی الدرداء قال سمعت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول اول من

یہاں رجل من بنی امیہ یقال لہ یزید۔ (صواعق ص ۳۱)

یزید کے مسلمان ہونے کے قول پر وہ فاسق اور شریر اور بدست اور ظالم تھا جس طرح نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی چنانچہ ابوہریرہ نے اپنے سند میں ضعیف سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی خلافت عدل سے قائم رہے گی حتیٰ کہ اس میں پہلا رخت ڈالنے والا بنو امیہ کا شخص جس کو یزید کہتے ہوں گے اور رومیانی نے سند میں ابوالدرداء سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ میری سنت کو بدلنے والا پہلا شخص بنو امیہ سے ہوگا جس کو یزید کہتے ہوں گے۔ علامہ ابن حجر نے یہاں دو حدیثیں لکھی ہیں۔ پہلی حدیث کی سند کو ضعیف کہا اور دوسری حدیث پر کوئی اعتراض نہیں کیا جن حدیثوں میں یزید کا نام لے کر اس کی مذمت کی گئی ہے ان میں اکثر کی سندیں ضعیف ہیں۔ لیکن کثرت طرق کی وجہ سے ان کا ضعف منہجر ہو جائے گا اور حدیث حسن نعیمہ بن جائے گی۔ علاوہ ازیں ان احادیث نے صحیح حدیث سے قوت حاصل کر لی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت خدیفہ نے فرمایا کہ قیامت تک ہونے والے ایسے فتنے جن کے شرکاء تین سو یا زیادہ افراد ہوں گے ان سب فتنوں کے قائدین کے نام اور ان کے آباء کے نام اور ان کے قبائل کے نام ہمیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتا دیے ہیں۔ تو لامحالہ یزید کا نام بھی بتایا ہو گا کیونکہ یہ بھی تو قائد فتنہ تھا۔ اس کے بعد علامہ ابن حجر کی فرماتے ہیں۔

و بعد اتفاقہم علی فسقہم اختلفوا فی جوارحہم بخصوص اسمہ۔

سب علماء نے یزید کے فاسق ہونے پر متفق ہونے کے بعد اس بات میں اختلاف کیا کہ یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں۔ علماء کی ایک جماعت نے یزید کا نام لے کر اس پر لعنت کرنے کو جائز کہا اس میں سے ابن جوزی بھی ہیں۔ ابن جوزی نے یہ بات امام احمد سے نقل کی ہے کیونکہ امام احمد یزید کے نام کے ساتھ علیہ اللعنت کا لفظ بولا کرتے تھے۔

ابن جوزی نے قاضی ابوعلی فراء سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنی کتاب المتعدنی الاصول میں اپنی سند سے صالح بن احمد بن حنبل سے روایت کیا۔ صالح کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ احمد بن حنبل سے کہا کہ لوگ ہمیں یزید کا دوست بتاتے ہیں تو میرے والد نے کہا کیا کوئی اللہ تعالیٰ سے ایمان رکھنے والا شخص یزید کا دوست بن سکتا ہے۔ ایسے شخص پر لعنت کیوں نہ کی جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لعنت کی ہو۔ میں نے کہا کہ کہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں یزید پر لعنت کی ہے تو فرمایا کہ اس آیت میں۔

فهل عسى ان تولتم ان تفسدوا في الارض وتقطعوا اوصالكم۔ اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم واعمى اوصالهم

اے منافقو اور جہاد میں سستی کرنے والو کیا یہ بات قریب ہے کہ اگر تم مسلمانوں کے امور کے والی اور امیر بن جاؤ تو زمین میں فساد کرنے لگو گے اور رشتوں کو توڑنے لگو گے۔ وہ ایسے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کیا اور ان کو اندھا اور بہرا بنا دیا۔ بعض مفسرین نے قوی کا معنی اعراض کیا ہے۔

قاضی ابوعلی نے ایک کتاب تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے مستحقین لعنت بیان کئے ہیں اور یزید کو بھی مستحقین لعنت میں شمار کیا ہے اور حدیث لکھی ہے کہ جس نے اہل مدینہ کو ظلم کے طور پر ڈرایا اسکو اللہ تعالیٰ ڈرائے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی اور سب فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کی یزید کے لشکر نے اہل مدینہ پر بے انتہا ظلم کئے اور ان پر خوف طاری کیا اور وقفہ الحرو میں صحابہ کرام اور قرآن پاک کے قاری شہید کئے گئے۔ اور تین دن مسجد نبوی کا نظام جماعت معطل رہا۔ اور کتے مسجد نبوی میں داخل ہو کر پیشاب پاخانہ کرتے رہے۔ اور بے شمار مظالم برسائے جن کا ذکر وقفہ الحرو میں گزر چکا ہے۔ (مسئلہ لعن یزید تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے)

عاصی محبین پر لعنت کرنے کا مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے جمہور علماء نے فرمایا ہے کہ کسی فاسق کا نام لیکر اس پر لعنت کرنا جائز نہیں خواہ وہ ذی کافر ہو زندہ ہو یا

مردہ جس کا کفر پر مرنے کا یقینی نہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ زندہ کو اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق دے اور توبہ پر مرنے اور مردہ میں یہ بات ممکن ہے کہ اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہو۔ ہاں ان کافروں پر لعنت جائز ہے جن کا کفر پر مرنے کا یقین ہے جیسے ابو جہل شیخ الاسلام سراج بلخینی نے عاصی معین پر لعنت کرنے کو جائز کہا ہے کیونکہ صحیحین کی حدیث ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر کی طرف بلاتا ہے پس وہ انکار کرتی ہے تو فرشتے اس عورت پر صبح تک لعنت کرتے ہیں۔ اسی قول کی بنا پر یزید پر لعنت جائز ہے کہ اس میں اوصاف غیبیہ کثرت سے موجود تھے اور عمر بھر ان کا مرتکب رہا اور جو اس نے اہل مدینہ اور اہل مکہ پر مظالم کئے وہ اس پر لعنت کرنے کے جواز کے لئے کافی ہیں۔

طبرانی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا یا اللہ جو شخص اہل مدینہ پر ظلم کرے اور ان کو ڈرائے تو بھی اس کو ڈرا۔ اور ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی لعنت ہے نہ اس کی نفل عبادت قبول ہوگی اور نہ فرض عبادت۔ اور سب سے بڑا جرم وہ ہے جو برتاؤ اس نے اہل بیت سے کیا اور حضرت حسین علی جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتل پر راضی ہوا اور اس پر خوش ہوا اور سب اہل بیت کی توہین کی۔ یہ سب باتیں متواتر المعنی ہیں اگرچہ اس کی تفصیل اخبار آحاد میں ہیں۔

حدیث میں ہے کہ جیسے شخصوں پر میں نے لعنت کی۔ دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اور ہر نبی جناب الدعوة نے ان پر لعنت کی۔ کتاب اللہ کی تحریف کرنے والے پر۔ اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والے پر۔ اور زہدستی اور تشدید سے پلو شہابی حاصل کرنے والے پر جو عزت والوں کو ذلیل کرے اور ذیلیوں کو عزت دے۔ اور حرم میں لڑائی حلال جاننے والے پر اور میرے اولاد کے ساتھ ظلم روا رکھنے والے پر اور میری سنت کو ترک کرنے والے پر۔

علماء کی ایک جماعت نے یزید کے کافر ہونے کا یقین کیا اور اس پر صراحۃً لعنت کی۔ ان میں سے ناصر السہ ابن جوزی اور قاضی ابوالعلی ہیں علامہ تھتازانی نے شرح

عقائد نسفی میں لکھا (جو تمام مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے) کہ ہم یزید کی شان میں توقف نہیں کرتے اور نہ اس کے ایمان میں توقف کرتے ہیں یعنی اس کو یحییٰ کافر جانتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور اس کے سب مددگاروں پر بھی۔ یزید پر لعنت کی تصریح کرنے والوں میں سے علامہ جلال الدین سیوطی بھی ہیں۔

تاریخ ابن وردی اور کتاب الوانی بالوفیات میں ہے کہ جب قیدی عراق سے یزید کے پاس آئے تو یزید نے باہر نکل کر دیکھا کہ حضرت علی اور حضرت حسین کی ذریت کو قیدی بنا کر لایا جا رہا ہے جب یہ لوگ جیون کی گھاٹی کی بلندی پر ظاہر ہوئے اور شہداء کے سر نیزوں پر اٹھائے ہوئے تھے تو یزید نے دور سے ان کو دیکھا۔ یزید کے دیکھنے کے وقت ایک کو ابھی بولا۔ تو یزید نے یہ شعر کہے۔

لعنات تلک العمول و اشرف۔ تلک النوس علی شفا جیرون

نعم الغراب لقلت قل لولا قتل۔ فقد اقتضیت من الرسول دیونی

ترجمہ۔ جب وہ قافلے ظاہر ہوئے اور وہ سر جیرون کے کنارہ پر بلند ہوئے۔ تو کو بولا۔ پس میں نے اسے کہا تو کہہ یا نہ کہہ۔ میں نے رسول کے سب قرضے اتار دیئے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے بدر کے دن اس کے ثانا عتبہ اور اس کے ماموں عتبہ کے بیٹے وغیرہما کو قتل کیا تھا تو اب وہ کہتا ہے کہ میں نے رسول کی آل کو قتل کر کے جنگ بدر والے سب قرضے اتار دیئے ہیں یہ صریح کفر ہے۔ جب یہ بات صحیح طور پر اس سے ثابت ہو گئی تو اس کی وجہ سے کافر بن گیا۔

اس طرح عبد اللہ بن زہری کے اشعار بھی اس نے مسلمان ہونے سے پہلے کہے تھے۔ یت اشیانی الخ یہ اشعار بھی کفر پر مشتمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ امام غزالی کو معاف فرمائے کہ انہوں نے یزید پر لعنت کرنے کو حرام کہا ہے۔ یہاں تک تو تفسیر روح کی عبارت کا اردو ترجمہ لکھا گیا ہے۔ اب روح المعانی کے بعض اقتباسات بمعنیہا لکھے جاتے ہیں تاکہ ایمان والوں کا ایمان تازہ ہو اور اہل زلیخ کا غیظ بڑھے۔

ابوبکر بن العربی المالکی علیہ من اللہ تعالیٰ ملیستہ عظیم الغریبۃ فزعم ان

الحسين قتل بسيف جده صلى الله تعالى عليه وسلم وله من الجهادته موافقون على ذلک (کبرت کلمته نخرج من القواصم ان يقولون الا کذا)

ابوبکر بن عربی ماکلی نے اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ چیز نازل ہو جس کا وہ مستحق ہے بہت بڑا بہتان باندھا اور فاسد خیال اپنے ذہن میں پیدا کیا کہ حسین اپنے جد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تلوار سے قتل کیا گیا یعنی ان کے حکم سے مارا گیا اور بعض جاہل اس کے اس بہتان میں اس کے موافق ہیں۔ (وہ بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہوں سے نکل رہی ہے وہ فقط جھوٹ بک رہے ہیں)

قال ابن الجوزی علیہ الرحمۃ فی کتابہ السرا المعصون من الاعتقادات العلیۃ النبی غلبت علی جماعۃ متتبعین الی السنۃ ان يقولوا ان یزد کان علی الصواب وان الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعطانی الخروج علیہ ولونظروا فی السیر لعلوا کیف عقدت لہ البیعتہ والزم الناس بہا ولقد فعل فی ذلک کل قبیح۔ ثم لو قلونا صحۃ عقد البیعتہ لقد بدت منه بولاد کلہا تو جب نسخ العقد۔ ولا یمل الی ذلک الا کل جاہل علمی المذہب یظن انہ یحفظ بذلک الرافضۃ ہذا۔

ترجمہ: ”ابن جوزی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب السرا المعصون میں فرمایا بعض عوامی اعتقادات ایسے ہیں جو ایک ایسی جماعت پر غالب آ گئے ہیں جو اپنے آپ کو سنی کہتے ہیں وہ یہ بات کہتے ہیں کہ یزید حق پر تھا اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر خروج کی غلطی کی اگر یہ لوگ سیر کی کتابوں کو دیکھیں تو ان کو پتہ چل جائے کہ کس طرح اس کی بیعت کا عقد ہوا اور لوگ اس پر مجبور ہو گئے اسی معاملہ میں اس نے ہر برا کام کیا۔ اگر ہم اس کی بیعت کے انعقاد کو صحیح مان لیں تو پھر بھی اس سے جرائم سرزد ہوئے جو فصیح بیعت کا موجب تھے اس اعتقاد کی طرف تو فقط جاہل علمی المذہب مائل ہوتے ہیں وہ گمان کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم اس بات سے شیعوں کو خصہ دلا رہے ہیں اس بات کو خوب سمجھ لو۔

ويعلم من جمع ما ذكر اختلاف الناس في امره فمنهم من يقول هو مسلم حاس بما صلوا منه مع العترة الطاهرة لكن لا يجوز لعنه ومنهم من يقول هو كاذب وكذب

لعنه مع الكراهه اور بد و نسا ومنهم من يقول هو كافر ملعون ومنهم من يقول انه لم يعمى بذلك ولا يجوز لعنه وقائل هذا ينبغي ان ينظم في سلسله انصار يزيد
تذکرہ باتوں سے معلوم ہوا کہ یزید کے بارہ میں لوگوں کا اختلاف ہے بعض اس کو
عترہ طاہرہ پر ظلم کرنے کی وجہ سے گناہ گار کہتے ہیں اور اس پر لعنت کرنے کو ناجائز
کہتے ہیں اور بعض اس کو گناہ گار کہتے ہیں اور اس پر لعنت کرنے کو مع الکراہۃ یا
بدون الکراہۃ جائز کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر ملعون ہے اور بعض کہتے ہیں
کہ وہ عترہ طاہرہ کو قتل کرنے سے گناہ گار نہیں ہوا اور اس پر لعنت کرنا جائز نہیں
ہے اس آخری قول کے قائل کو انصار یزید میں شمار کرنا چاہئے۔

اب مصنف تفسیر روح المعانی اپنی رائے تحریر فرماتے ہیں ان کی رائے ایسی ہوتی
ہے کہ روئے زمین کے علماء ان کی رائے کو نظر تحسین سے دیکھتے ہیں۔

وقال قول الذي يغلب على ظني ان العيث لم يكن مصدقا برسالة النبي صلى الله
تعالى عليه وعلى اله وسلم وان مجموع ما فعل مع اهل حرم الله تعالى واهل حرم نبيه
عليه الصلوة والسلام وعترته الطيبين الطاهرين في الحياه وبعد المات وما صدر منه
من المخاوي ليس باضعف دلالة على علم تصديق من القاء دوقته من المصنف
الشريف في قد رولا اتلن ان امره كان خاليا على اجتهاد المسلمين اذ اذ اك ولكن
كنو مغلوبين مقهورين لم يسعهم الا الصبر ليقضي الله امرا كان مفعولا- ولو
مسلمنا ان العيث كان مسلم فهو مسلم جمع من الكبار مالا يحيط به نطق البيان-
وقالذهب الى جواز لعن مثله على التعيين ولو لم يتصور ان يكون له مثل من
الفاسقين والظالمين انه لم يتب- واحتمال توبته اضعف من احتمال ايمانه- ويلحق به
ابن زياد وابن سعد وجماعتهم لاعتدته الله خروجهم عليهم اجمعين- وعلى انصارهم
وامواتهم وشيعتهم ومن مال اليهم الى يوم الدين ماد معت عن علي ابى عبد الله
الحسين و يعجبني قول شاعر العصر ذي الفضل الجلي عبد الباقي التلي العمرى
الموصلى وقد سئل عن لعن يزيد العيني -

ع- يزيد على لعني عريضي جنباه لاخلو به طول المدى عن العن العن-

میں کہتا ہوں کہ میرا علم غالب یہ ہے کہ خبیث نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت کو سچا نہیں جانتا تھا۔ اور اس نے جو کچھ اللہ تعالیٰ کے حرم والوں سے اور اس کے بنی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حرم والوں سے اور آپ کی اولاد سے کیا جو زندگی میں بھی پاک ہیں اور موت کے بعد بھی پاک ہیں اس کے کاموں کا مجموعہ اس کے کفر پر دلالت کرنے میں اس بات سے کم نہیں کہ قرآن مجید کے ورق کو گندگی میں ڈال دیا جائے۔

یعنی یزید کے یہ افعال کفر نہیں کفر کی علامت ضرور ہیں جس طرح قرآن مجید کے ورق کو گندگی میں ڈال دینا کفر نہیں کفر کی علامت ہے۔

میرا خیال یہ نہیں کہ یزید کا کردار بڑے جلیل القدر مسلمانوں سے مخفی تھا لیکن وہ لوگ مظلوم اور مقہور تھے۔ صبر کے بغیر اور کچھ نہیں کر سکتے تھے تاکہ جو بات مقدر تھی وہ ظہور میں آئے۔ اگر مان لیا جائے کہ یزید خبیث مسلمان تھا تو ایسا مسلمان جس میں سب کبیرہ گناہ جمع تھے کہ ان گناہوں کو قوہ میانیہ محیط نہیں ہو سکتی۔ میرے نزدیک اس جیسے پر لعنت علیٰ تعصین جائز ہے اگرچہ اس جیسا فاسق اور کوئی نہیں پایا گیا۔ ظاہر امر یہ ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی، اس کی توبہ کا احتمال اس کے مومن ہونے کے احتمال سے بھی کمزور ہے ابن زیاد اور ابن سعد اور س کی جماعت بھی اس کے شریک ہیں۔ اللہ عزوجل ان سب پر لعنت کرے اور ان کے مددگاروں پر بھی اور ان کے گروہ پر بھی اور جو قیامت تک ان کی طرف مائل ہوں ان سب پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جب تک ابو عبد اللہ حسین پر کوئی آنکھ روئے۔ مجھے شاعر العصر ذوالفضل عبد الباقی اللندی العمری الموصلی کا شعر بہت پسند ہے جو انہوں نے یزید لعین پر لعنت کرنے کے سوال کے جواب میں کہا تھا۔

ع۔ جناب یزید میری لعنت کے لئے بجھا ہوا ہے۔ میں اس پر زمانہ کی درازی تک بے شمار لعنتیں کر رہا ہوں۔ صاحب روح الطائی اپنے اس مختارہ فیصلے کی بعد ان محتاط لوگوں کی رہنمائی فرماتے ہیں جو نام لیکر لعنت کرنے کو ناجائز جانتے ہیں۔

من کان یخشی القتل والقبل من التصريح بلعن ذلک الضلیل لللیل لعن اللہ

عزوجل من رضى بقتل الحسين ومن اذى عتره النبي صلى الله تعالى عليه وعلى اله وسلم بنهر حق ومن غصبهم حقه يكون لعنه الله له خوله تحت العموم دخولاً اولياً في نفس الامر۔ ولا يخالف احد في جواز لعن بهذه الالفاظ ونحوها سوى ابن العربي المأذو كره وموافقيه فانهم على ظاهر ما نقل عنهم لا يجوزون لعن من رضى بقتل الحسين رضى الله تعالى عنه۔ فلک لعمری ہوا الضلال البعيد الذي يكلذب على ضلال يزيد۔ (روح المعاني۔ الجزء السادس والعشرون صفحہ ۷۲-۷۳-۷۴)

جو شخص اس گمراہ پر مرتع کلمات سے لعنت کرنے سے ڈرتا ہے تو وہ یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت کرے جو قتل حسین پر راضی ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کی عترت کو ناحق دکھ دیا اور ان کا حق چھینا۔ یہ بات کہنے والا یزید کو لعنت کرنے والا ہے کیونکہ وہ درحقیقت اس عموم میں سب سے پہلے داخل ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے لعنت کرنے کے جواز میں کسی ایک کا بھی اختلاف نہیں سوائے ابن العربي مذکور اور اس کے موافقین کے کہ وہ قتل حسین رضى الله تعالى عنه پر راضی لوگوں پر لعنت کرنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ ایسی بعید گمراہی ہے جو تقریباً "یزید کی گمراہی سے بھی بڑھ کر ہے۔"

اعتراض

عن ابن عمر قال لما خلع اهل المدينة يزيد جمع حشمه وولده وقال في سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وعلى اله وسلم يقول ينصب لكل غادر لواء۔ يوم القيامة وا ناقد بايعنا بهذا الرجل على بيع الله ورسوله واتى الا اعلم غادرا اعظم من ان نابع رجلا على بيع الله ورسوله ثم نصب له القتل۔ رواه البخاري۔

ترجمہ۔ "جب اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑی تو ابن عمر نے اپنی اولاد کو اور اپنے غلاموں کو جمع کیا۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن ہر عہد شکن کا جھنڈا نصب کیا جائے گا۔ اور ہم اس شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کر چکے ہیں اور اس سے بڑی عہد شکنی اور کوئی نہیں جانتا کہ ہم ایک شخص سے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کریں۔ پھر اس سے

لوں۔"

بخاری کی اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ کی بیعت کو اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کا نام دے رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ یزیدؓ خلیفہ برحق تھا۔ اس لئے حضرت حسینؓ پاک کا خروج ناجائز ثابت ہوا

جواب

حضرت ابن عمرؓ اور حضرت حسینؓ پاک کی صورتیں مختلف ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ یزیدؓ کی بیعت کر چکے تھے پھر اس بیعت کو توڑنے اور اس سے لڑنے کو ناجائز قرار دے رہے ہیں کہ یہ عہد شکنی ہے اس کے برخلاف حضرت حسینؓ پاک نے تو روز اول سے یزیدؓ کو خلیفہ تسلیم ہی نہیں کیا۔ حضرت حسینؓ پاک کے لڑنے کو عہد شکنی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ انہوں نے تو کوئی ایسا عہد کیا ہی نہیں تھا جس کے توڑنے یا نہ توڑنے کا سوال پیدا ہوا۔

باقی حضرت ابن عمرؓ کا یزیدؓ کی بیعت کو اللہ اور اس کے رسول کی بیعت کہنا تو اس کی وجہ یہ ہے حضرت ابن عمرؓ گوشہ نشین عابد تھے۔ وہ کسی کی غیبت نہیں سنتے تھے ان کو یزیدؓ کے فتنہ و فحش کا تفصیلی علم نہیں تھا اس لئے یزیدؓ کو خلیفہ برحق مان رہے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ان کو یزیدؓ کی خباثتیں معلوم ہوں لیکن بیعت کر بیٹھنے کے بعد خلع کو ناجائز جانتے ہوں کیونکہ آپؐ جہت تھے مجتہد معصوم بھی ہوتا ہے اور معطل بھی۔ الحمد للہ یہ رسالہ پچھن پاک مکمل ہو گیا بعض نام نہاد اہل سنت نے خیال کیا کہ لفظ پچھن پاک روافض کی اختراع ہے انہوں نے اس کا رد عمل یوں کیا کہ سب تن پاک کا لفظ صحابہ کرامؓ بلکہ تمام مسلمین کے لئے تجویز کیا۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ لفظ پچھن پاک روافض کی اختراع نہیں بلکہ اہل سنت کی اصطلاح ہے جو حدیث سے لی گئی ہے۔ وہ حدیث آیت تطہیر کی تشریح میں ابن کثیر کے حوالہ سے لکھی جا چکی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا یہ آیت پانچ حصوں کے بارہ میں نازل ہوئی ہے۔ میرے بارہ میں اور علی و فاطمہ و حسن و حسین کے بارہ میں اور یہ اصطلاح آپ کے عمل سے لی گئی ہے۔ کہ آپؐ نے جو کساء پہنا تھا اس میں

علی وفاطہ وحسن وحسین کو بھی داخل فرمایا اور آیت تطہیر پڑھ کر دعا فرمائی کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان کو ہر قسم کے رجس سے دور رکھ اور ان کو ہمیشہ کے لئے پاک کر دے۔

اب یہ امر قابل غور ہے کہ پنچتن پاک کے لفظ کے مقابلہ میں سب تن پاک بولنا مناسب ہے یا نہیں؟۔ بندہ کی دانست میں یہ بات ہے کہ سب تن پاک کا لفظ بولنا نہایت ہی ناموزون اور نامناسب ہے کیونکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سب مسلمان پاک ہیں۔ اس میں پنچتن پاک کی کیا خصوصیت ہے۔

اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ السلام کے حسن کے حیران کن واقعات بنے اور یہ سننے والا سیاہ رنگ بد صورت اور بد رو دار ہے۔ جب اس نے حضرت یوسف کے حسن کی سب داستانیں سنیں تو کہنے لگا کہ حضرت یوسف حسین تھے تو ہم بھی احسن ہیں کہ رب تعالیٰ نے فرمایا ہے

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ کہ ہم نے ہر انسان کو بہت خوبصورت بنا دیا ہے۔

تو اس سیاہ رنگ بد صورت بد رو دار انسان کی عادت ہو گئی کہ جب کوئی شخص یوسف کو حسین کہتا تو وہ بولتا سب انسان احسن ہیں۔ اب بتائیے کہ اس بد شکل کی یہ بات کہاں تک درست ہے۔ اس بد شکل کو ہر ذی شعور ملامت کرے گا۔ اے نادان بات تو بے مثال حسن کی ہو رہی ہے۔ اور تم عام حسن کی طرف جا رہے ہو۔

خود کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اسی طرح سب تن پاک کا نعرہ بلند کرنے والے حضرات سے متواہنہ عرض کریں گے کہ حضرت بات تو بے مثال طہارت کی ہو رہی ہے کہ وہ پنچتن پاک کو حاصل ہے لیکن آپ تو عام طہارت کی بات کر رہے ہیں جس میں سب فاسق اور قاجر بھی شریک ہیں۔

اللہم لونا الحق حقا ورازلنا اتباعہ ولونا الباطل باطلا ولوزلنا اجتنبہ۔ آمین۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد والد الطہین الطاہرین و ہلوک وسلم
تسلیمہ ککیرا ککیرا (۲۱ صفر ۱۴۰۸ھ)

عبدالرزاق ہاشمی فیضی
ساکن اللہ آباد۔ تحصیل لیاقت پور ضلع رحیم یار خان

jabir.abbas@yahoo.com